سلسلۂ دار المصنفین ۱۰
نمبر ۴

انقلابُ الامم

یعنی

ڈاکٹر لیبان کی کتاب "قومون کی ترقی وتنزل کے قوانین نفسی" کا خلاصہ

جسکو

مولانا عبد السلام ندوی

نے

اُس کے عربی ترجمہ "سر تطور الامم" کے ذریعہ سے اُردو مین کیا

معارف پریس اعظم گڈہ مین چھپکر

دفتر دار المصنفین اعظم گڈہ سے شائع ہوئی

طبع دوم ۱۹۲۳ء

کتبخانہ دار المصنفین اعظم گڑھ

علامہ شبلی نعمانی

سیرۃ النبی صلعم، حصہ اول طبع دوم تقطیع خورد ے للعہ

ایضاً حصہ دوم طبع اول تقطیع کلان ، معہ

الفاروق، حضرت فاروق اعظم کی لائف مع طرز حکومت، ے

الغزالی، امام غزالی کی سوانحعمری اور اونکا فلسفہ، ۶

سیرۃ النعمان، امام اعظم کے حالات اور اونکی فقہ پر تبصرہ عہ

المامون، خلیفہ مامون الرشید کے حالات اور اوسکی سلطنت، دربار اور علمی کارناموں کی تفصیل، عہ

شعر العجم حصہ اول، شاعری کی حقیقت، فارسی شاعری کا آغاز اور قدما کا دور صفحات ۲۸۸، ے

ایضاً حصہ دوم، خواجہ فرید الدین عطار سے حافظ اور ابن یمین تک صفحات ۳۰۴ ۶

ایضاً حصہ سوم، شعرائے متاخرین صفحات ۲۳۰ ۶

ایضاً حصہ چہارم، صفحات ۲۲۰ ے

ایضاً حصہ پنجم، اصناف شاعری پر ریویو، ۶

الانتقاد علی التمدن الاسلامی، جرجی زیدان کے تمدن اسلامی پر عربی میں ریویو ۸

سفرنامۂ مصر و شام، مطبوعہ مطبع معارف، ۶

موازنۂ انیس و دبیر، میر انیس کی شاعری پر محاکمہ ہے

مضامین عالمگیر، شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر پر اعتراضات اور اون کے جوابات، ۱۲/

رسائل شبلی، مولانا کے ۱۲ مختصر علمی مضامین کا مجموعہ، عہ

مجموعہ کلام شبلی اردو ۱۲/

مثنوی صبح امید اردو،

مولانا حمید الدین صاحب بی اے

تفسیر سورۂ تحریم، جدید طرز پر عربی میں قرآن مجید کی تفسیر ۲/

تفسیر سورۂ قیامہ ۴/

تفسیر سورۂ والشمس ۴/

تفسیر سورۂ والکفرون ۴

تفسیر سورۂ والعصر ۴

الرای الصحیح فی من ہو الذبیح، عربی میں حضرت اسمٰعیل کے ذبیح ہونے پر ایک مدلل اور پر زور رسالہ، ۱۰/

اسباق النحو، سہل طرز پر عربی گرامر، اردو، ۵/

دیوان حمید، مولانا کا فارسی دیوان مع تصدیر ۱۲

خرد نامہ منظوم، خاص فارسی زبان میں امثال سلیمانی کا ترجمہ،

تحفۃ الاعراب، عربی کی نحو جدید اردو نظم میں، ۲/

دیوان الفضل، ہندوستان کے مایہ ناز اور قابل ادیب

فہرست فصول وابواب

مقدمہ مصنف

پہلا باب

قومون کی نفسی فطرت

دوسرا باب

تمدنی عناصر مین قومون کے اخلاق کا ظہور

تیسرا باب

قومون کی تاریخ پر اس حیثیت سے نظر کہ اُس کا ماخذ قومونکا اخلاق ہے،

چوتھا باب

قومون کے اوصاف نفسیہ مین کیونکر تغیر پیدا ہوتا ہے۔

پانچوان باب

نظام اخلاق کا انحطاط اور قومون کا زوال

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی الیہ المرجع والمآب، والصلوٰۃ علی رسولہ وآلہ والاصحاب

مغربی خیالات کی ترجمانی کا حق اگرچہ جدید تعلیم یافتہ گروہ کے لئے مخصوص ہوگیا ہے، لیکن ہم قبۃ الاسلام مصر کے ممنون ہین جس کی کوششون نے عربی دان جماعت کو بھی ایک حد تک ان خیالات کی واقفیت کا موقع دیا ہے،

اس وقت جو کتاب آپ کے سامنے ہے وہ بھی دریائے نیل کی ایک لہر ہے، موسیو گستاوی لی بان، جو تمدن عرب اور تمدن ہند کے مصنف ہونیکی حیثیت سے ہندوستان مین محتاج تعارف نہین ہین اون کی ایک فرنچ کتاب کے عربی ترجمہ کو ہمنے اُردو مین منتقل کیا ہے، جس کا اصل نام Lois psychologiques de l'évolution des peuples ہے

یعنی قومون کی ترقی وتنزل کے نفسی قوانین ہے جس مین اون نفسی اُصول اور اخلاقی قوانین کی تشریح کی گئی ہے جن کے ساتھ اقوام عالم کی ترقی وتنزل وابستہ ہے، جس طرح ہر شخص مین ایک مخصوص روح ہوتی ہے جس کے مطابق وہ اپنے تمام ذاتی کام انجام دیتا ہے، اوسی طرح ہر قوم کے قالب مین بھی ایک خاص روح ہوتی ہے، اوس کے مخصوص اخلاق اور خواص ہوتے ہین، جو درحقیقت اوس قوم کی تمام حرکات ترقی وتنزل کا محور ہین، یہ کتاب اسی قومی روح کی جلوہ طرازیون کا مظہر ہے،

آجکل جبکہ تمام دنیا مین ایک عام قومی کشمکش برپا ہے، جبکہ ہندوستان اپنی قومی تار وپود کو مستحکم کر رہا ہے، جبکہ فرزندان اسلام اپنی بربادی کے ماتم سے فارغ ہوکر آیندہ ترقی کے لئے شاہراہ عمل کی تجویز مین مصروف ہین امید ہے کہ یہ کتاب اون کے خیالات کی توسیع مین بہت کچھ مدد دیگی، وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب

سوانح مصنّف

موسیو لی بان

بیسوین صدی کے فرزندان علم مین یورپ بلکہ کل مہذب دنیا جن لوگون کی ذات پر ناز کرتی ہے اون مین ایک ڈاکٹر لیبان بھی ہے،

ولادت اور خاندان، برگنڈی اور برٹینی فرانس کے دو مشہور صوبے ہین، لیبان کا خاندان انہی صوبون سے تعلق رکھتا ہے، سیف و قلم دو متضاد چیزین ہین، اور دنیا مین ایسے خوش قسمت بہت کم ہوے ہین جن کے ہاتھ مین یہ دونون چیزین نظر آئین، لیکن لیبان اس حیثیت سے نہایت خوش نصیب ہے کہ اوس کے آبا و اجداد مین یہ دونون جوہر نظر آتے ہین؛

لیبان مضافات پیرس مین بہ مقام نوژان لے روترو، غالباً ۱۸۴۱ء مین پیدا ہوا،

تعلیم و تربیت، اور پیرس کے قریب تورس کے مدرسہ مین ابتدائی تعلیم حاصل کی اور وہین سے میٹرکولیشن کا امتحان پاس کیا، یہ عجیب بات ہو کہ لیبان اس وقت جس قدر مشہور ہی، اوسی قدر زمانۂ طالب العلمی مین گمنام رہا، اُسکا شمار کبھی اسکول کے اچھے طلبا مین نہین ہوا، جس کی وجہ یہ تھی کہ وہ کبھی کورس کی کتابون مین دل نہین لگاتا تھا، زمانۂ طالب العلمی مین اوس کی انتہائی کامیابی صرف یہ تھی کہ پاس ہوجاتا تھا، ورنہ اوسکو امتحانات مین اچھے نمبر کبھی نہین ملے، کالج مین بھی یہی حال رہا تاہم بااینہمہ اُس نے طب مین ڈاکٹری (ایم۔ ڈی) کی ڈگری حاصل کی،

سیر و سیاحت، لیبان کی زندگی کی ایک خاص خصوصیت سیاحی ہے، اُس نے انگلستان، روس

ملاحظہ: ان حالات کو ہمارے دوست مولوی عبد الماجد بی، اے، نے لیبان کی ایک مختصر سوانح عمری سے جو فرنچ مین لکھی گئی ہو مرتب کیا ہو جس کو ہم نے خفیف تغیر کے ساتھ اُنہی کے الفاظ مین درج کر دیا ہی،

اٹلی، پولینڈ، اور اسپین کی خوب سیاحت کی ہی، عراق و فلسطین، اور مصر بھی ہو آیا ہے، وہ ایک خاص حیثیت سے ہندوستان کا بھی سفر کر چکا ہی یعنی خود فرنچ گورنمنٹ نے اوس کو ایک سائنٹفک کمیشن پر ہندوستان بھیجا تھا، اسی سلسلہ مین اوس نے نیپال کی بھی سیر کی، اور وہ پہلا فرنچ شخص تھا جس نے سرزمین نیپال پر قدم رکھا،

لیکن لیبان کے سفر کا مقصد اکثر یورپین سیاحون کی طرح سیر و تفریح نہین ہوتا تھا، بلکہ اوس نے اپنی طویل سیاحت مین نہایت دقیق علمی تجارب حاصل کئے ہین، مذہب، تمدن اور آثار قدیمہ کے متعلق نہایت مفید تحقیقاتین کین ہین، قومون کی نفسیات کا وسیع مطالعہ کیا ہی، نیپال کی سیاحت کے زمانہ مین وہ اون آثار قدیمہ کے فوٹو لیکر فرانس بھیجتا تھا جنکی طرف آج تک کسی نے توجہ نہین کی تھی، انہی آثار قدیمہ کی شہادت سے اوس نے ثابت کیا ہی کہ بودھ مذہب اگرچہ ابتدا مین ہندو مذہب سے بالکل علیحدہ و مختلف ایک مستقل مذہب تھا، لیکن کچھ دنون کے بعد وہ ہندو مذہب کے اندر جذب ہو گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اصلی ہندو مذہب اور بودھ مذہب دونوں کی خالص تعلیمات فنا ہو گئین، اور دونون کی آمیزش اور تاثیر و تاثر سے مذہب کی ایک جدید شکل قائم ہو گئی،

مشرق کے مختلف تمدنون پر اوس نے جو محققانہ کتابین لکھی ہین اونکی بنیاد زیادہ تر انہی ذاتی مشاہدات پر ہے، خود لیبان کی تصنیفات سے ظاہر ہوتا ہی کہ وہ نفسیات اور خصائص قومیہ کے مطالعہ کے لئے سفر کو کس قدر ضروری چیز خیال کرتا ہی،

اخلاق و عادات | لیبان کے اخلاق و عادات بالکل حکیمانہ ہین، اکثر خاموش رہتا ہی، خلوت گزینی اور غور و فکر کا عادی ہی، لوگون سے زیادہ ملنے جلنے کو سخت ناپسند کرتا ہی، اسلئے بعض لوگ اوسکو مغرور اور خود پسند خیال کرتے ہین لیکن اس کے ساتھ اوسکو بحث و استدلال بہت پسند ہے،

بچپن سے ہر بات پر رد وقدح کرنے کا شائق ہے، مزاج مین استقلال ضد اور ہٹ دھرمی کی حد تک پہنچا ہوا ہے

حلیہ | لیبان کی شکل وشباہت بالکل برگنڈی کے باشندون کے مشابہ ہے، آنکھین سیاہ، بال کالے، اور گھونگر والے ہین، رنگ بھی یورپین لوگون کے لحاظ سے کسی قدر تاریکی مائل ہے، قد دراز، سر گول، پیشانی چوڑی اور اونچی ہے،

شادی | لیبان کو چونکہ سوشل رسم ورواج سے سخت نفرت ہے اسلئے اوس نے شادی نہین کی البتہ اوسکو ایک مشہور مصنفہ سے مدتون دوستانہ تعلق رہا،

شہرت | عالم مثال کی صور واشباح اگرچہ بذات خود آفتاب کی طرح روشن ہین لیکن خواص کے سوا، عام لوگون کو نظر نہین آتین، لیبان کی شہرت اور گمنامی کا بھی یہی حال ہے، اعلیٰ ترین علمی حلقون مین اوسکو جو امتیاز حاصل ہے، وہ یورپ بھر مین کسی مصنف کو نصیب نہین، اوس کی متعدد تصانیف کا جرمن، انگریزی، روسی، اسپینی، اٹالین، عربی اور اُردو مین ترجمہ ہو چکا ہے، اور خود فرنچ مین اوسکی اکثر تصنیفات کے متعدد اڈیشن نکل چکے ہین لیکن اس کے ساتھ عام مقبولیت کے لحاظ سے تمام یورپ مین کوئی مصنف اوس سے زیادہ گمنام اور خامل الذکر نہین، نہ اخبارات مین اوس کا کہین نام آتا ہے نہ رسالے اوس سے مضامین لیتے ہین، نہ وہ کسی یونیورسٹی کا پروفیسر ہے، یہان تک کہ اوس کے حالات بھی کہین نہین ملتے، انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کے آخری اڈیشن سے زیادہ جامع اور ضخیم کوئی کتاب نہ ہوگی، لیکن ایسی ضخیم کتاب مین لیبان کا ضمنی اور اتفاقی طور پر بھی کہین ذکر نہین آیا ہے،

اس موقع پر خود بخود یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ عدم شہرت کے اسباب کیا ہین؟ اس سوال کا تفصیلی جواب تو خود لیبان کی تصنیفات دیسکتی ہین، اصولاً صرف اسقدر کہا جا سکتا ہے کہ اوس کے نظریات بالکل مجتہدانہ ہین اور اکثر صورتون مین معاصر علماء بلکہ کل دنیا کے معتقدات

و مسلمات کے خلاف ہوتے ہین، مثلاً آج کل یورپ مین جمہوریت کی عام گرم بازاری ہی، بالخصوص فرانس مین تو اِس کے خلاف ایک حرف بھی کہنا کفر ہے، لیکن لیبان اپنی تصنیفات مین عموماً جمہوریت کے نقائص کی پردہ دری کرتا ہے، اور اوس کو حکومت کی سب سے زیادہ مستبدانہ صورت قرار دیتا ہے، پبلک نزاے، اور اجتماعی قوت اس زمانے مین سب سے زیادہ موثر چیزین ہین، لیکن لیبان کے نزدیک وہ جنون و سفاہت کا مظہر ہین، اشتراکیت، مساوات حریت اور آزادی موجودہ لٹریچر کے نہایت متداول الفاظ ہین، اور اون کا اثر انسان کے رگ و پے سے متعدی ہو کر آب و ہوا تک مین سرایت کر گیا ہی، لیکن لیبان کے نزدیک اشتراکیت تمدن کے زوال کا پیش خیمہ، قومون کی جد و جہد اور عزم و استقلال کی بیخ کن ہے، مساوات خلاف فطرت، اور دور وحشت کی یادگار ہے، آزادی اور حریت جنون کا مقدمہ ہے، تمدنی اور اخلاقی حیثیت سے اگرچہ وہ مذہب کے اثر کا معترف ہے، لیکن اعتقاداً اوس کو توہمات و خرافات کا مجموعہ سمجھتا ہے، تاریخ سب سے زیادہ مستند چیز سمجھی جاتی ہی، لیکن وہ اوس کو تقویم کہن و افسانہ پارینہ خیال کرتا ہی، ایسی حالت مین اُسکو پبلک سے قدردانی کی کیا توقع ہو سکتی ہے؟ اوس کی عدم مقبولیت کا ایک بڑا سبب یہ بھی ہے کہ اس زمانے مین شہرت کا زیادہ تر دارمدار، نمائشی اعزازات و خطابات پر ہے اور لیبان اس شرف سے بالکل بے بہرہ ہے، وہ بالکل ایک خود ساختہ آدمی ہے، کسی یونیورسٹی یا کالج کا پروردہ نہین، اوس نے کسی یونیورسٹی سے ڈگری نہین حاصل کی، اس بنا پر اس زمانے کے ذرائع شہرت سے بالکل محروم ہے،

تصنیفات، متفرق مضامین کے علاوہ لیبان کی مستقل تصنیفات حسب ذیل ہین،

(۱) سفرنامہ کوہ تطراس

(۲) سفرنامہ نیپال

(۳) سوسائٹی کا ارتقار

(۴) مشرق کے ابتدائی تمدن — یہ مصر، شام، اور یہودیون کے تمدن کی تاریخ ہی

(۵) آثار قدیمہ

(۶) نفسیات اشتراکیت

(۷) نفسیات تعلیم

(۸) نفسیات انقلاب فرانس

(۹) تنباکو کے کیمیائی اجزار

(۱۰) الحیات — علم افعال الاعضا پر ہی

(۱۱) ارتقائے مادہ — طبعیات پر محققانہ کتاب ہی

(۱۲) ارتقائے قوت

(۱۳) فن شہسواری کے سائنٹفک اصول و تجربات

(۱۴) فن فوٹوگرافی پر سائنٹفک رسالہ

(۱۵) مجموعۂ مضامین متعلق بہ طبعیات

(۱۶) نفسیات اجتماع — اس کا ترجمہ احمد فتحی زغلول پاشا نے عربی مین کر دیا ہے اور وہ مصر مین چھپ گیا ہی جس کا عربی نام "روح الاجتماع" ہی

(۱۷) تمدن ہند — مولوی سید علی بلگرامی مرحوم نے اردو مین اسکا ترجمہ کر دیا ہی

(۱۸) تمدن عرب — ایضاً

(۹) ارتقاء، اقوام کے قوانین نفسی، یہی اخیر کتاب ہے جس کا ترجمہ مصر کے مشہور مترجم احمد فتحی زغلول پاشا نے عربی زبان مین "سر تطور الامم" کے نام سے کیا ہے، اور ہم اسی عربی ترجمہ کو اُردو کے قالب مین ڈھال کر ناظرین کے سامنے پیش کرنے کی عزت حاصل کر رہے ہین،

عبد السلام ندوی
دار المصنفین، اعظم گڈھ

مقدمہ

از

مترجم

فلسفۂ عروج و زوالِ اقوام

اسلام و علمائے اسلام

علم و مذہب، تہذیب و تمدن، ملک و سلطنت، ہر مہذب قوم کا سرمایۂ حیات ہین، اور انھین چیزون کی ترکیب و امتزاج سے ہر قوم کا تاریخی مواد تیار ہوتا ہے، اس بنا پر ہر متمدن قوم اپنا تاریخی سرمایہ اپنے ساتھ لاتی ہے، اور اپنے وجود کے ساتھ ساتھ اوس کو محفوظ رکھتی ہے، وہ ان مواد کی تیاری اور پختگی مین کسی مورخ کی ممنون احسان نہین ہوتی، بلکہ خود مورخ اوس قوم کا گرانبار منت ہوتا ہے، البتہ اس مواد کی، موزون ترتیب اس کا مکمل نظام، اور اوس کے ابتدائی اور انتہائی سلسلون مین توفیق و تطبیق، غرض اوس کے تمام ارتقائی مدارج کی تفصیل و توضیح، ایک مورخ کا کام ہے، اور اس حیثیت سے تاریخ کی نہایت سادہ، مختصر، عام فہم اور جامع تعریف "مجموعہ ارتقاء اقوام" کی ترکیب اضافی کے ساتھ کی جا سکتی ہے، جو لیبان کی کتاب کے نام کا پہلا جزو ہے، لیکن یہ جزو اس کتاب کی ایک جنس مشترک ہے جو تاریخ کی ہر کتاب پر صادق آسکتی ہے، کتاب کی فصل ممیز جو اوس کو تمام تاریخی کتابون سے ممتاز کرتی ہے اوس کا دوسرا جزو یعنی ارتقاء اقوام کے قوانین نفسی ہے، اور انہی قوانین کی تفصیل اس کتاب کا موضوع اور لیبان کا اصلی کارنامہ ہے،

جدید علمی دور مین جن علوم و فنون نے ترقی کی ہے، اون مین علم النفس (سائیکالوجی) سب سے زیادہ دلچسپ اور اپنے موضوع کے لحاظ سے اعلیٰ و اشرف ہے، لیکن یہ ظاہر ہے کہ جو علم علمی

ترتیب و تقسیم کے لحاظ سے فلسفۂ الٰہیات کے سلسلہ مین داخل ہی وہ صرف اعلیٰ اور دلچسپ ہی ہو سکتا ہی، اوس سے عام طور پر کوئی عملی کام نہین لیا جا سکتا، اس بنا پر یورپ کی عالمگیر قدرت تسخیر نے بھی اس دلچسپ علم کو ہمیشہ اپنے دائرہ عمل سے باہر رکھا لیکن لیبان پہلا شخص ہو جسن نے اوس سے اجتماعی، تمدنی، تعلیمی، اور تاریخی مباحث مین کام لیا؛ اور اس خوبی کے ساتھ لیا کہ ان مباحث نے ایک جدید فلسفیانہ قالب اختیار کر لیا چنانچہ اوسکی تصنیفات کی طویل فہرست مین نفسیات اجتماع نفسیات اشتراکیت نفسیات انقلاب فرانس، نفسیات تعلیم، ہسٹری تطور الامم، اوسکے اسی کارنامۂ زرین کو نہایت آب و رنگ کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش کر رہی ہین، لیکن اس موقع پر خود بخود یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس رنگ کی جھلک اور بھی کہین نظر آ سکتی ہی؟ یا صرف لیبان ہی اوس کا موجد ہی؟ ہم کو خود کچھ نہین معلوم، لیکن علماء یورپ مین جن لوگون نے اس عقدہ کو حل کیا ہے اون مین لیبان نے صرف دو شخصون کا نام لیا ہی چنانچہ ایک موقع پر لکھتا ہی،

"علم النفس کے علماء نے اپنی تحقیقات کو صرف عقلی مسائل تک محدود کر دیا ہے اور اخلاقی مباحث کی طرف سے آنکھین بند کر لی ہین، میری دانست مین صرف موسیو پوہان نے رسالہ اخلاق مین اخلاق کی اہمیت کی طرف اشارہ کیا ہے، اور بتایا ہے کہ صرف اخلاق ہی قومون کے مزاج عقلی کو پیدا کر سکتا ہے، ایک اور عالم موسیو ریبو نے بھی چند اوراق مین اس حقیقت پر روشنی ڈالی ہے، وہ کہتا ہے کہ عقلی انقلابات مین ذہانت دوسرے درجہ کا [illegible] اصلی سنگ بنیاد صرف اخلاق ہے، جب عقل غیر معمولی نشو و نما حاصل کر لیتی ہے تو اکثر اخلاق کو فنا کر دیتی ہی" اس بنا پر نفسی قومون کی بحث اور اون کے باہمی مقابلہ مین ہمیشہ اخلاق کو پیش نظر رکھنا چاہیئے کیونکہ علم الاخلاق کی اہمیت کو نظر انداز نہین کیا جا سکتا، وہ ہر قوم کی تاریخ کا ماخذ ہے،

اُس سے ہر قوم کے مدبرین کو راہ ہدایت ملتی ہے، اور اگر یہ مشکل نہ ہوتی کہ وہ کارخانون مین اور
کتابون کے اوراق مین نہین ملتا بلکہ اُس کی تحقیق کے لیے دفتر کے دفتر اولٹنے پڑتے ہین اور
مختلف قومون کے حالات سے واقفیت حاصل کرنی پڑتی ہے، تو درحقیقت یہ نہایت عجیب
بات ہوتی کہ علماء نے آج تک اِس فن کو مدون نہین کیا اور ہم کو علم النفس کے مصنفین جدید
مین کوئی شخص ایسا نہین ملتا جس نے اس کی مزاولت کی ہو کیونکہ اب وہ تمام مباحث کو چھوڑ کر
صرف علم تشریح اور فزیالوجی کی طرف زیادہ مائل نظر آتے ہین"

اس بنا پر اگر موسیو پولہان اور موسیو ریبو کو نظر انداز کر دیا جائے تو اس گروہ مین صرف
لیبان پہلا شخص ہے جس نے اِس کمی کو پورا کیا، اوس نے تمام دنیا کی قومون کے نظام اخلاق کا
مطالعہ کیا، اون کے تاریخ و تمدن پر نگاہ ڈالی، ان دونون مین سلسلۂ علل و اسباب قائم کیا
اور تمام تاریخی مظاہر یعنی حکومت، سیاست، تمدن، مذہب اور لٹریچر وغیرہ کو اسی نظام اخلاق کا
پرتو قرار دیا، اور اس طرح ایک جدید فلسفۂ تاریخ کی بنیاد ڈالی، لیکن درحقیقت صرف لیبان ہی
اِس فلسفۂ تاریخی کا موجد قرار نہین دیا جا سکتا بلکہ اسلام اور علماء اسلام نے مدتون پہلے اِس
حقیقت کے چہرے کو بے نقاب کر دیا تھا لیبان نے اس کتاب مین اگرچہ متعدد ابواب
اور متعدد فصلون مین اِس موضوع پر بحث کی ہے لیکن تمام مباحث کی بنیاد صرف دو
مقدمات پر قائم ہے،

(۱) ہر قوم کا ایک مزاج عقلی ہوتا ہے، یعنی ہر قوم مین چند اخلاقی اوصاف پائے جاتے
ہین جو اوسی کے ساتھ مخصوص ہوتے ہین،

(۲) ان اخلاقی اوصاف مین کسی قسم کا تغیر و تبدل نہین ہوتا،

اِن دونون مقدمات کو اوس نے ابتدائی دو فصلون مین ثابت کیا ہے، اِس کے بعد جو مباحث

ہین، وہ انہی مقدمات کے نتائج ہین یعنی بعد کی فصلون مین صرف یہ دکھایا ہے، کہ تمام تمدنی مظاہر کو انہی غیر متبدل اخلاقی اوصاف نے پیدا کیا ہی، اسلئے جب کبھی اون مین کسی قسم کا انقلاب ہوا ہے، تو تمدنی تاریخ کی بنیاد دفعتہً متزلزل ہو گئی ہے،

لیبان نے اس کتاب مین ان مباحث کو جس خوبی کے ساتھ لکھا ہے وہ اوس کا خاص حصہ ہے لیکن قرآن مجید اور احادیث نبویہ مین بھی ہم کو ان اصول کا سُراغ مل سکتا ہی کیونکہ قومون کے عروج و زوال پر مادیت سے زیادہ روحانیت کا اثر پڑتا ہے، بلکہ ڈاکٹر لیبان کی تحقیق کے موافق صرف نظام اخلاق ہی ایک ایسی چیز ہے جو ہر قسم کا تاریخی انقلاب پیدا کر سکتا ہے، اسلئے قرآن مجید مین اقوام قدیمہ کے تاریخی انقلابات و تغیرات کا جہان ذکر آیا ہے اوس کی علت صرف اخلاق اور روحانیت کو قرار دیا گیا ہے اور اس بنا پر قرآن مجید مین اون مباحث کے متعلق اجمالی اشارات مل سکتے ہین، جن کو لیبان نے ایک مستقل تاریخی مسئلہ بنا دیا ہے، لیبان کا اساسی اصول یہ ہے کہ ہر قوم کی ایک خاص فطرت، ہر گروہ کا ایک خاص نظام اخلاق اور ہر فرقہ کا ایک خاص مزاج عقلی ہوتا ہے، اور اونھین کے ذریعہ سے اوس مین تمام قومی، تمدنی اور سیاسی انقلابات پیدا ہوتے ہین، دو قومون مین اوسی وقت امتزاج ہوتا ہے، جب اون کے نظام اخلاق مین اتحاد ہو، فنون لطیفہ کے تمام انواع مین ہر قوم اوسی کو انتخاب کرتی ہی جو اوس کے مزاج عقلی کے موافق ہو، ہر قوم اوسی قسم کا نظام حکومت قائم کرتی ہے، جو اوس کی فطرت نفسانی کے مطابق ہو، غرض دنیا کا ذرہ ذرہ اخلاقی خصوصیات کا آئینہ ہے، لیبان نے ان مباحث کو جس تفصیل کے ساتھ لکھا ہے وہ قرآن وحدیث کے موضوع بحث سے خارج ہین، تاہم ان تمام چیزون کا اصول

اولین قرآن مجید مین بہ تصریح موجود ہی، کُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ، ترجمہ ہر جماعت جو کچھ اوس کے پاس ہی اوس پر خوش ہے، یعنی لوگ اپنے مخصوص جذبات، خیالات، اور عقائد مین خوش ہین، احادیث نے اِس اُصول کو اور بھی زیادہ صاف اور منقح کردیا ہی،

والناس معادن کمعادن الفضۃ والذھب خیارھم فی الجاھلیۃ خیارھم فی الاسلام اذا فقھوا والارواح جنود مجندۃ فما تعارف منھا ائتلف وما تناکر منھا اختلف[1]،	چاندی اور سونے کی کانون کی طرح انسانون کی بھی کانین ہوتی ہین، جو زمانہ جاہلیت مین اچھے تھے وہ زمانۂ اسلام مین بھی اچھے ہین، بشرطیکہ علم حاصل کرین، روحون کی ایک مرتب فوج ہے، اون مین جو باہم مناسبت رکھتی ہین، وہ مل جاتی ہین، اور جن مین یہ مناسبت نہین ہوتی وہ الگ ہوجاتی ہین،

لیبان نے پہلے باب کی پانچوین فصل مین، قومون کے اختلاط کے جو اُصول بتائے ہین اون مین ایک یہ ہی،

(۱) دونون قومون کے نظام اخلاق مین بہت زیادہ اختلاف نہو،

حدیث کے آخری ٹکڑے مین یہ اُصول بہ تصریح مذکور ہے، لیبان کا دوسرا اُصول یہ ہے کہ ہر قوم کی مخصوص فطرت، مخصوص نظام اخلاق اور مخصوص مزاج عقلی مین عموماً کسی قسم کا تغیر نہین ہوتا، صرف اون کی صورت بدلتی رہتی ہے، اس کا نتیجہ یہ ہی کہ ہر قوم کے مظاہر اخلاق مین بھی کسی قسم کی تبدیلی نہین ہوتی، لیکن اگر کبھی اس مین تغیر واقع ہوجاتا ہے تو قوم کا تمام نظام عمل دفعۃً درہم برہم ہوجاتا ہے، قرآن مجید مین اگرچہ یہ اُصول بہ تصریح موجود نہین ہے،

[1] مسلم مطبوعۂ مصر جلد ۲ صفحہ ۲۸۹ کتاب البر والصلۃ والآداب باب الارواح جنود مجندہ،

لیکن لیبان نے اس اصول کی بنا پر جو نتیجہ نکالا ہے وہ قرآن مجید میں بتصریح مذکور ہے،

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ	خدا کسی قوم کی حالت اوس وقت تک نہیں بدلتا
حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِھِمْ،	جب تک وہ خود اپنی حالت کو نہ بدلدے،

یہ غیر متغیر اخلاقی خصوصیات جن اسباب کی بنا پر پیدا ہوتی ہین وہ لیبان کے الفاظ مین حسب ذیل ہین،

(۱) آبا و اجداد یعنی گذشتہ سلسلۂ خاندان کا اثر،

(۲) مان باپ کا اثر

(۳) ملک جغرافیانہ حدود، آب و ہوا اور گرد و پیش کی چیزون کا اثر،

ان اسباب مین تیسرا سبب مادی اور بقیہ اسباب روحانی ہین، مادہ پرست لوگون نے اگرچہ اسی تیسرے سبب کو نہایت اہمیت دی ہو، لیکن لیبان کے نزدیک وہ نہایت معمولی درجہ کی چیز ہے، اوس کے نزدیک نظام اخلاق کا اصل کون آبا و اجداد کا اثر ہے، اس کے بعد نوع انسانی پر مان باپ کا اثر پڑتا ہے، مادہ اور مادہ کے خواص و آثار چونکہ قرآن مجید کے دائرہ بحث سے خارج تھے، اسلئے اوس نے تیسرے سبب کو بالکل نظر انداز کردیا، اور آج بیسوین صدی مین لیبان کی تحقیق بتاتی ہے کہ وہ نظر انداز کرنے کے قابل بھی تھا، لیکن اصلی سبب یعنی آبا و اجداد کے اثر کا ذکر قرآن مجید مین بار بار آیا ہی،

قَالُوْا بَلْ وَجَدْنَا آبَاءَنَا کَذٰلِکَ	وہ لوگ کہتے ہین کہ ہم نے اپنے آبا و اجداد کو ایسا ہی کرتے پایا
یَفْعَلُوْنَ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا	وہ لوگ کہتے ہین کہ ہمنے اپنے آبا و اجداد کو جس روش پر پایا وہ ہمارے لئے کافی ہے
عَلَیْہِ آبَاءَنَا قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا	وہ لوگ کہتے ہین کہ ہم نے اپنے آبا و اجداد کو جس روش پر
عَلَیْہِ آبَاءَنَا،	پایا ہم اوسی کی تقلید کرتے ہین،

آبا، و اجداد کے اس موروثی اثر کے مظاہر اگرچہ ہر قوم کے جذبات، خیالات، اور رسوم و عقائد ہوتے ہین، اور لیبان کے نزدیک انہی کی مجموعی ترکیب سے ہر قوم کا مزاج عقلی پیدا ہوتا ہے، لیکن ان مین قومی روح کا سب سے زیادہ نمایان مظہر رسم و رواج ہے، قرآن مجید نے جس ایجاز و اختصار کے ساتھ "آبائی روش" کا ذکر کیا ہے اوس مین اگرچہ رسم و رواج بھی داخل ہے، لیکن شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے اوس کا ذکر نہایت تفصیل کے ساتھ کیا ہے، اور اوس کو ہر قوم، ہر تمدن، اور ہر مذہب کا نہایت ضروری عنصر قرار دیا ہے، چنانچہ فرماتے ہین،

"یقین کرو کہ رسم و رواج کو تمدن سے وہی نسبت ہے جو قلب کو انسان کے جسم سے، اسلئے شریعت کا سب سے پہلا مقصد یہی ہے، اور شریعت آلہیہ مین اسی سے بحث ہوتی ہے، اگر انسان سے پوچھا جائے کہ وہ ان رسم و رواج کا کیون پابند ہے، تو اس کے سوا وہ اس کا کچھ جواب نہ دیسکے گا کہ اوس نے اس مین اپنی قوم کی تقلید کی ہے[1]،

لیبان نے ایک خاص فصل مین تمدنی اُصول کے اثر پر بحث کی ہے، اس مین ایک موقع پر لکھتا ہے،

"قومی روح پر ان اصول کا حقیقی اثر اوس وقت تک نہین ہوتا جب تک بتدریج اُن کا خمیر پختہ نہ ہو جائے اور عالم عقل کی بلندی سے اوتر کر وہ انسان کے غیر شاعرانہ مرکز عمل مین نہ آجائے"،

انسان کا غیر شاعرانہ مرکز عمل وہ ہے، جس مین وہ ایک اصول کو تسلیم کرتا ہے لیکن اگر اوس سے اوس کے علل و اسباب کا سوال کیا جائے تو وہ اوس کی کوئی توجیہ

---

[1] حجۃ اللہ البالغہ مطبوعہ مصر صفحہ ۳۰،

وتعلیل نہین کرسکتا، شاہ صاحب نے اخیر فقرے مین رسم و رواج کے انہی غیر شاعرانہ اثر کی طرف اشارہ کیا ہی،

لیکن احادیث مین اخیر کے دونون سبب یعنی مان باپ، اور جغرافیانہ حدود اور آب و ہوا کے اثر کا ذکر بھی بہ تصریح موجود ہی،

کل مولود یولد علی الفطرۃ فابواہ	ہر بچہ صرف ایک ہی فطرت پر پیدا ہوتا ہے لیکن اوسکے
یہودانہ وینصرانہ ویمجسانہ	باپ مان اوسکو یہودی، نصرانی اور مجوسی بنالیتے ہین
ان اللہ خلق آدم من قبضۃ قبضہا	خدا نے دنیا کے ہر حصے سے خاک کی ایک چٹکی لی
من جمیع الارض فجاء بنو آدم علی قدر	اور اوس سے آدم کو پیدا کیا، اسلئے بنی آدم بھی زمین کی ختلاف
الارض فجاء منہم الاحمر والابیض	سے مختلف رنگ اور مختلف اخلاق کے پیدا ہوئے،
والاسود وبین ذلک والسھل	بعض سُرخ، بعض سفید، بعض سیاہ بعض متوسط بعض
والحزن والخبیث والطیب (ترمذی ص ۴۶۲)	نرم بعض سخت، بعض بُرے بعض بھلے،

حدیث مین اس سے زیادہ تفصیل منصب نبوت کے خلاف ہے، لیکن علامہ ابن خلدون نے آب وہوا کے اثر پر ایک مستقل فصل مین بحث کی ہے، چنانچہ اسکا خلاصہ حسب ذیل ہی،

حبشیون کی اخلاقی خصوصیت خفیف الحرکتی، غصہ، مسّرت، اور حماقت ہی، اس کا اصلی سبب جیسا کہ فلسفہ کی کتابون مین ثابت ہوچکا ہی یہ ہے کہ خوشی اور مسّرت روح حیوانی کے انتشار و انبساط کا، اور رنج و غم اوس کے انقباض و تکاثف کا نام ہے فلسفہ کی کتابون مین یہ بھی ثابت ہوچکا ہے کہ حرارت سے ہوا اور بخارات مین رقت پیدا ہوجاتی ہے اور اسلئے اونکی مقدار مین بھی اضافہ ہوجاتا ہے، یہی وجہ ہی کہ مست

آدمی مسرت کا زیادہ احساس کرتا ہے کیونکہ شراب کی حدت اوس کی روح کے

بخارات کو زیادہ سیال بنا دیتی ہے، اس اصول کی بنا پر حبشی چونکہ گرم ملک کے

باشندے ہین، اور اون کے مزاج پر حرارت کا غلبہ ہو گیا ہے، اسلئے اون کی روح مین

بھی اسی نسبت سے حرارت موجود ہے، اور یہی اون کی خوشی و مسرت، اور نشاط و غضب کا

سبب ہے، چونکہ ساحلی مقامات کی ہوا بھی زیادہ گرم ہوتی ہو اسلئے ساحلی ممالک کے

باشندون کا حال بھی قریب قریب حبشیون کے مشابہ ہی جزائر کے رہنے والون کی

بھی یہی کیفیت ہے، مصر بھی چونکہ جزائری ممالک کے قریب واقع ہوا سلئے مصریون مین بھی

خفیف الحرکتی، مسرت، اور انجام کار سے اسقدر بے اعتنائی پائی جاتی ہو کہ وہ لوگ گھر مین

ایک سال اور ایک ماہ کی خوراک بھی نہین رکھتے، بلکہ عموماً بازارون مین کھاتے ہین،

اس کے بالکل برعکس، بلاد مغرب مین چونکہ فاس کے باشندے سرد پہاڑون کے دامن

مین رہتے ہین، اس لئے غم زدہ لوگون کی طرح اونکی گردنین جھکی رہتی ہین، اور وہ اسقدر

عاقبت اندیش ہوتے ہین کہ اون مین ہر شخص دو سال کی خوراک اپنے گھر مین مہیا

رکھتا ہے اور صبح تڑکے اپنی روزی پیدا کرنے کے لئے اوٹھ کھڑا ہوتا ہے تاکہ

سرمایۂ محفوظ مین کمی نہ آنے پائے[1]،

کتاب کا عمود صرف یہی دو اصول، اور یہی دو فصلین ہین بقیہ مباحث انہی کے

جزئیات و فروع ہین جن مین ایک اہم مسئلہ یہ ہے کہ اعلیٰ درجہ کا تمدن، اور

اعلیٰ درجہ کی متمدن قومین کیونکر فنا ہو جاتی ہین، لیبان نے کتاب کے آخری باب

اور آخری فصل مین اسی مسئلہ پر بحث کی ہے، اور اس کا جو سبب بتایا ہے،

---

[1] مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۶۹،

اوسکا خلاصہ یہ ہے کہ تمدن خود تمدن کا دشمن ہے، چنانچہ اوس کے الفاظ حسب ذیل ہین،

جب کوئی قوم تہذیب وتمدن کے زیور سے آراستہ، اور نفوذ وقوت کے ہتھیار سے مسلح ہوجاتی ہے اور اوسکو ہمسایہ قوم کے حملے کا خطرہ نہین رہتا تو وہ نہایت عیش وطرب کے ساتھ جو دولت کا لازمی نتیجہ ہے زندگی بسر کرنے لگتی ہے، اسلئے اوس کے تمام فوجی محاسن برباد ہوجاتے ہین، تمدنی ترقی کے ساتھ ساتھ اوس کی ضروریات مین اضافہ ہوتا جاتا ہے، ہر شخص کے دل مین خودغرضی اپنا قدم جمالیتی ہے اور اوسکا مطمح نظر صرف یہ ہوتا ہے، کہ جو مال ودولت اوس کے ہاتھ آئے اوس سے نہایت سرعت کے ساتھ ذاتی فائدہ اوٹھائے، اِس بنا پر تمام قوم عام مصالح سے اعراض کرنے لگتی ہے، اور قوم کے وہ تمام اخلاقی محاسن فنا ہوجاتے ہین، جو اوس کی عظمت کا حقیقی سبب تھے، اب اوس پر قرب وجوار کی وحشی یا نیم وحشی قومون کا حملہ شروع ہوجاتا ہے، روم، اور ایران کی سلطنتون کا یہی حشر ہوا، اون کا نظام حکومت اگرچہ نہایت مستحکم تھا، تاہم برابرہ نے روم کا خاتمہ کردیا اور عربون نے ایران کے پرخچے اوڑا دیے،

قرآن مجید مین قومون کی ہلاکت وبربادی کا جو ذکر بار بار آیا ہے اوس کے سلسلہ مین اگرچہ یہ اصول اجمالاً مذکور ہے،

وَإِذَا أَرَدْنَا أَنْ نُهْلِكَ قَرْيَةً أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا فَفَسَقُوا فِيهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنَاهَا تَدْمِيرًا،	جب ہم کسی آبادی کو برباد کرنا چاہتے ہین تو اوسکے دولتمند باشندگی تعداد و دولت مین اضافہ کردیتے ہین، اسلئے وہ فسق وفجور مین مبتلا ہوجاتے ہین، اور اب اوسپر ہمارا قانون فطری منطبق ہوجاتا ہے، اور ہم اوسکو تباہ کردیتے ہین،

یعنی مقدمہ ابن خلدون [illegible]

اور مفصل فلسفیانہ مضمون لکھا ہی وہ لیبان کے نظریہ پر حرف بہ حرف منطبق ہے، چنانچہ اوسکا خلاصہ حسب ذیل ہے،

ہر شخص کی ایک انتہائی عمر ہوتی ہی، انسان کے نشو ونما کا زمانہ چالیس سال تک رہتا ہے، اس کے بعد کچھ دنون تک نشو ونما رک جاتی ہی، پھر انحطاط کا زمانہ شروع ہوجاتا ہے تمدن کا بھی یہی حال ہے، جب شہری لوگون کو دولت و ثروت مل جاتی ہے تو وہ فطرۃً اون کو تمدنی ساز وسامان کی طرف مائل کردیتی ہے، اسلئے اونکے کھانے پینے، رہنے سہنے، پہننے، اوڑھنے کی تمام چیزون مین، رنگینی، اور عجوبگی پیدا ہوجاتی ہے، اور جب رنگین مزاجی اس درجہ کو پہونچ جاتی ہے تو انسان شہوانی خواہشون کا غلام ہوکر دین ودنیا دونون سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے،

اس اجمال کی تفصیل یہ ہی کہ اس وقت لوگون کے مصارف مین اضافہ ہوجاتا ہی اور چونکہ سلطنت کے عین شباب کے زمانے مین تمدن اپنی انتہائی ترقی کو پہونچ جاتا ہی، اور یہی سلطنت مین ٹیکس لگانے کا بھی زمانہ ہوتا ہی کیونکہ اس وقت سلطنت کے اخراجات بڑھ جاتے ہین، اور ٹیکس کا تمامتر بار تجارت پر پڑتا ہی، کیونکہ تجارت پیشہ لوگ جو کچھ صرف کرتے ہین، اوس کو اسباب تجارت ہی سے وصول کرتے ہین اسلئے ٹیکس اشیاء کی اصل قیمت کا جزو ہوجاتا ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ متمدن لوگون کے اخراجات بہت زیادہ بڑھ جاتے ہین اور اون کی تمام آمدنی انہی مصارف مین صرف ہوجاتی ہی، اور وہ مفلس، اور محتاج ہوجاتے ہین[1]،

[1] مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۲۰۹، یہ مضمون بہت بڑا ہی ہمنے ابتدائی چند سطرون کا خلاصہ کردیا ہے،

شاہ ولی اللہ صاحب نے بھی حجۃ اللہ البالغہ میں جہاں تاسیس شریعت اسلامیہ پر بحث کی ہے، اِس مسئلہ کو نہایت تفصیل کے ساتھ لکھا ہے، اور روم و ایران کی بربادی کی یہی وجہ بتائی ہے لیکن اِس مسئلہ سے لازمی طور پر ایک دوسرا تمدنی مسئلہ پیدا ہوجاتا ہے کہ جب کوئی قوم فنا ہوتی ہے، تو اوس کے ساتھ ہی ایک دوسری قوم اوس کی جانشین بھی ہوجاتی ہے چنانچہ لیبان نے اِس مسئلہ کی طرف ان الفاظ میں ضمناً اشارہ کیا ہے،

"اب اوس پر قرب وجوار کی وحشی یا نیم وحشی قوموں کا حملہ شروع ہوجاتا ہے اور وہ اوس کی تمدنی بنیاد کو ڈھکا اوسکے کھنڈر پر دوسرے تمدن کی عمارت قائم کرتی ہیں،

قرآن مجید میں بھی جہاں کہیں قوموں کے عروج و زوال کا ذکر آیا ہے، اوس سے ثابت ہوتا ہے، کہ ایک قوم کے فنا ہونے کے ساتھ ہی دوسری قوم منصۂ وجود پر جلوہ گر ہوجاتی ہے،

الا تنفروا یعذبکم عذابا الیما ویستبدل قوما غیرکم ولا تضروہ شیئاً	اگر تم لوگ جہاد کیلئے نہ اوٹھ کھڑے ہوئے تو خدا انکو سخت عذاب دیگا، اور تمہاری جگہ دوسری قوم پیدا کردیگا، اور اوسکو تم کچھ نقصان نہ پہنچا سکوگے
فاھلکنٰھم بذنوبھم وانشانا من بعدھم قرنا آخرین،	ہم نے اون کے گناہوں کے باعث اونکو ہلاک کردیا اور اونکے بعد دوسرے لوگوں کو پیدا کیا،
فان تولوا فقد ابلغتکم ما ارسلت بہ الیکم ویستخلف ربی قوما غیرکم ولا تضرونہ شیئا	اگر تم لوگ اعراض کرتے ہو تو میں اپنا پیغام تم تک پہونچا دیا، پیرا خدا اب تمہارے سوا کسی دوسری قوم کو اپنا جانشین بنائیگا اور تم اوسے کچھ نقصان نہیں پہونچا سکتے،

علامہ ابن خلدون نے بھی ایک خاص فصل میں اِس مسئلہ کو نہایت تفصیل کے ساتھ لکھا ہے، اور جو کچھ لکھا ہے، وہ حرف بحرف لیبان کے نظریہ پر منطبق ہے، چنانچہ

اوس کا خلاصہ حسب ذیل ہے،

"جب بانیان سلطنت عیش و طرب مین مصروف ہو جاتے ہین تو اپنے دوسرے بھائیون کو غلام بنا لیتے ہین اور اون کو سلطنت کے کاروبار مین لگا دیتے ہین لیکن جن لوگون نے سلطنت مین کوئی حصہ نہین پایا ہو، چونکہ اونھون نے ناز و نعم مین زندگی نہین بسر کی ہے اسلیے وہ نوجوان باقی رہتے ہین، اور جب پہلے لوگ عیش پرستی کی وجہ سے بوڑھے ہو جاتے ہین تو دوسرے گروہ کی عصبیت تازہ رہتی ہو، اس بنا پر وہ اپنا مرجع امید اوس ملک کو بنا دیتے ہین جس سے وہ روک دیئے گئے تھے، چنانچہ عرب مین جب عاد کی سلطنت کا خاتمہ ہوا تو اون کے بھائی ثمود صاحب تخت و تاج ہوئے، ثمود کے بعد عمالقہ، عمالقہ کے بعد حمیر، حمیر کے بعد تبابعہ، اور تبابعہ کے بعد اذوا کا دور دورہ ہوا، اس کے بعد مصر کی سلطنت قائم ہوئی، (اس کے بعد ایران اور مغرب کے انقلاب سلطنت کی متعدد مثالین دی ہین)

لیبان نے قومون کے مزاج عقلی کے اختلاف کی بنا پر یہ نتیجہ نکالا ہے کہ مختلف المزاج قومون پر حکومت کرنا سخت مشکل ہو، بلکہ اکثر حالتون مین اون پر حکومت ہو ہی نہین سکتی، چنانچہ ایک موقع پر لکھتا ہے،

"جن قومون مین باہم کشمکش پیدا ہوتی ہو اون سب کا یہی حال رہ چکا ہے، اونکے تمام منازعات و اختلافات کا سرچشمہ مزاج عقلی کا یہی اختلاف تھا اسلیے جب قومون کی نسل نے وسعت حاصل کی تو اون مختلف المزاج لوگون کا ایک جھنڈے اور ایک قانون کے تحت مین رہنا سخت مشکل ہو گیا، دنیا کی تاریخ بتاتی ہو کہ جن لوگون نے

لہ مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۱۶۹

اِس قسم کی مختلف قومون پر حکومت کرنا چاہا ہے، وہ خود مٹ گئے ہین"

علامہ ابن خلدون نے بھی اِس مسئلہ پر ایک مستقل فصل مین بحث کی ہے، اور اِس کو مختلف مثالون سے ثابت کیا ہے، چنانچہ لکھتا ہے،

"اِس کا سبب خیالات وجذبات کا اختلاف ہے، اور اوس پر مستزاد یہ ہے کہ عصبیت انکی حمایت کرتی ہے، اِس بنا پر ہر وقت سلطنت کی مخالفت مین ہنگامہ اور بغاوت ہوتی رہتی ہے، افریقہ اور مغرب مین ابتداے اسلام سے آج تک جو واقعات پیش آئے، اون کو اِس موقع پر پیش نظر رکھنا چاہیئے، ان ممالک کے بربرہ کے قبائل اور اونکی عصبیت مین چونکہ اختلاف تھا اسلیئے اون پر ابن ابی سرح کا پہلا حملہ بالکل ناکامیاب رہا اور اونھون نے اسکے بعد متصل شورشین برپا کین، اور وہان مسلمانونکی سخت خونریزی ہوئی اور جب وہان اسلام کو استقرار واستحکام حاصل ہوگیا تب بھی اونھون نے اِس روش کو قائم رکھا، اور خارجی مذہب کے پابند ہوگئے ابن ابی زید کہتا ہے، کہ مغرب کے بربرہ بارہ مرتبہ مرتد ہوئے، اور موسی بن نصیر کی حکومت سے پہلے وہان اسلام کو استحکام نہ حاصل ہوسکا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اِس مقولہ کا کہ "افریقیہ اپنے باشندون کے دلون کو پراگندہ رکھتا ہے" یہی مطلب ہے لیکن عراق اور شام کی یہ حالت نہ تھی ایرانی اور رومی متمدن اور شہری باشندے تھے، اسلئے جب مسلمانون نے اون کو محکوم کیا، تو کسی نے اونکی راہ مین رکاوٹ پیدا نہین کی، خود بنی اسرائیل کے زمانے مین بھی شام کی حالت بعینہ مغرب اور افریقہ کی تھی، وہان فلسطین کے متعدد قبائل، مثلاً کنعان، بنو عیصو، بنو مدین، بنو لوط اور روم، یونان، عمالقہ، اکریکش، نبط کے متعدد خاندان آباد تھے، اِس بنا پر

وہان بنو اسرائیل کی سلطنت کو کبھی استحکام حاصل نہین ہوا،

اِس کے بالکل برعکس جن مقامات مین اِس قسم کی مختلف عصبیت نہین پائی جاتی،

وہان سلطنت کا قائم کرلینا نہایت آسان ہوتا ہے، ہمارے زمانے مین مصروشام کا

یہی حال ہے[1]،

لیبان اگرچہ عقلی حیثیت سے مذہب کو اوہام اور خرافات کا مجموعہ سمجھتا ہے تاہم

اوس کو وہ تمدنی انقلاب کے لئے ایک نہایت موثر چیز خیال کرتا ہے، چنانچہ اوس نے مذہب کے

تمدنی اثر کو ایک خاص فصل مین نہایت تفصیل کے ساتھ نمایان کیا ہے، اوس کے نزدیک

مذہبی اثر کا فلسفہ یہ ہے،

"مذہب کی عظیم الشان قوت کا سبب صرف یہ ہے کہ وہ ایک زمانے مین قوم کے

فوائد، قوم کے احساسات، اور قوم کے خیالات کو متحد کردیتا ہے، اسلئے وہ اون تمام

عناصر کا جن سے قومی روح پیدا ہوتی ہے دفعتہً قائم مقام ہوجاتا ہے، یہ سچ ہے

کہ مذہبی قوت کے استیلا رسے قوم کا مزاج عقلی نہین بدل جاتا، تاہم تمام قوتون کا رخ

صرف ایک مقصد کی طرف ہوجاتا ہے، یعنی تمام طاقتین اِس جدید مذہب کی

حمایت مین کھڑی ہوجاتی ہین اور مذہب کی عظیم الشان طاقت کا راز اسی اصول کے

اندر مضمر ہے، یہی وجہ ہے کہ دنیا کی جن قومون نے کارہائے نمایان کئے ہین

اسی قسم کے مذہبی انقلاب کے زمانے مین کئے ہین، اور دنیا کی بڑی بڑی سلطنتون

کی تاسیس اسی دور انقلاب مین ہوئی ہے، آنحضرت صلعم کے الہامی

خیالات نے اسی طریقہ سے قبائل عرب مین اتحاد پیدا کیا، اور اون لوگون نے

---

[1] مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۱۸۱،

تمام قومون کو زیر وزبر کر کے عظیم الشان سلطنت قائم کرلی"

لیکن درحقیقت اوس نے اِس موقع پر ابن خلدون کے الفاظ کا حرف بہ حرف اعادہ کردیا ہے، ابن خلدون نے ایک مختصر سی فصل مین ان خیالات کا اظہار ان الفاظ مین کیا ہے،

اس کا سبب یہ ہی کہ ملک غلبہ سے اور غلبہ عصبیت اور اتفاق سے حاصل ہوتا ہی، اور لوگون مین اتحاد صرف خدا اپنے مذہب کے قیام کے لئے پیدا کردیتا ہی، خدا خود کہتا ہی، لو انفقت ما فی الارض جمیعا ما الفت بین قلوبھم، اگر تم زمین کی تمام دولت صرف کر ڈالتے تب بھی انکے دلونکو متحد نہین کرسکتے، اس کا فلسفہ یہ ہی کہ جب لوگون کے دل ہوا پرستی، اور خواہشات دنیا کی طرف مائل ہوجاتے ہین، تو اون مین رشک وحسد اور اختلاف پیدا ہوجاتا ہی، اور جب دنیا کو چھوڑ کر اون کا رخ خدا کی طرف ہوتا ہی تو اونکا مقصد متحد ہوجاتا ہی، رشک وحسد کا خاتمہ ہوجاتا ہے، اختلافات کم ہوجاتے ہین، طریقہ امداد واعانت اور اتحاد مین وسعت پیدا ہوجاتی ہی اسلئے اس طریقہ سے جو سلطنت قائم کی جاتی ہی، وہ بھی نہایت عظیم الشان ہوتی ہی[1]

اس کے بعد کی فصل مین علامہ موصوف نے واقعات سے اسکی متعدد مثالین دی ہین جن مین سب سے زیادہ نمایان مثال فتوحات اسلامیہ کی ہی،

لیبان کو فنون لطیفہ، بالخصوص فنون لطیفہ کی ایک خاص شاخ یعنی فن تعمیر سے خاص طور پر دلآویزی ہی، اور اوس کو وہ ہر قوم کی تاریخ کا صحیح ماخذ سمجھتا ہی اِسلئے اوس نے عموماً اپنی تمام کتابون مین فنون لطیفہ پر نہایت تفصیل کے ساتھ بحث کی ہے اور اِس کتاب مین بھی ایک طویل فصل اوسکی نذر کردی ہی، لیکن اِس کتاب مین چونکہ صرف تاریخ کی

---

[1] مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۱۷۳

تمام شاخون کو ہر قوم اور ہر زمانے کے مزاج عقلی پر منطبق کرنا تھا، اسلئے لیبانؔ نے فنون لطیفہ کے متعلق متعدد نظریات قائم کئے ہین اور اون سے متعدد تاریخی نتائج نکالے ہین، اون مین ایک نظریہ یہ ہے،

"فنون لطیفہ چونکہ بعض خاص جذبات اور بعض خاص تمدنی ضروریات کا نتیجہ ہوتے ہین اسلئے ان جذبات اور ضروریات کے ساتھ لازمی طور پر اون مین تجدد اور تغیر ہوتا رہتا ہے بلکہ کبھی کبھی اون جذبات اور ضروریات کے تغیر و زوال سے وہ کلیۃً معدوم بھی ہو جاتے ہین"

اس نظریہ کی بنا پر اوس نے جو نتائج اخذ کئے ہین وہ حسب ذیل ہین،

(۱) اس زمانے مین فنون لطیفہ نہایت عام اور مبتذل ہو گئے ہین، کیونکہ وہ مذہبی خوش اعتقادیان، وہ مذہبی ضرورتین اور وہ مذہبی احساسات اب بالکل بدل گئے ہین جو قدیم زمانے مین مذہبی عمارتون کے اصلی معمار تھے،

(۲) اب فنون لطیفہ صرف زیب و زینت کا ذریعہ خیال کئے جاتے ہین، اور چونکہ اب اونکا تمدنی ضروریات مین شمار نہین کیا جاتا اسلئے اب وہ محض مصنوعی اور تقلیدی چیز ہو گئے ہین، اسی بنا پر آج فنون لطیفہ کو کسی قوم کا مخصوص فن نہین قرار دیا جا سکتا،

(۳) قرون وسطی کی سادہ تصویرون سے ظاہر ہوتا ہی کہ اوس زمانے کے خوش اعتقاد مصور حوارئین، مسیح، جنت اور دوزخ کی جو تصویرین کھینچتے تھے، اون کا اوس زمانے مین خاص اثر تھا لیکن اس زمانے مین اس قسم کی جو تصویرین کھینچی جاتی ہین اونکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ محض نقالی ہے،

(۴) ہمارے زمانے مین من حیث الفن صرف اون چیزون کی تصویرون کو اصلی تصویر کہہ سکتے ہین، جو ہمارے گرد و پیش موجود ہین، ہمارے زمانے کا اصلی فن تعمیر وہ ہے،

جو ہمارے سامنے پنج منزلہ عمارتون، پانی کی نہرون، بڑے بڑے پلون اور ریلوے لائینون کا ڈھانچہ کھڑا کر دیتا ہے،

(۵) ان جذبات وضروریات کے تغیر وتبدل سے دور جدید کے مکانات، اور عہد قدیم کے گرجے دونون زمانہ آیندہ کے انجینیرون کو یکسان نظر آئینگے،

(۶) اگر کسی قوم کو فنون لطیفہ مین کامل دسترس ہوتی ہی، تو وہ جنس مستعار کو اپنے خاص سانچے مین ڈھال لیتی ہی لیکن تمدن کی جو شاخین خاص اوس قوم کے جذبات کو نمایان نہین کرتین اون پر اسکا بہت کم اثر پڑتا ہے، چنانچہ جب رومن قوم نے یونانی طرز عمارت کی تقلید کی تو اوس مین کوئی نمایان تغیر نہین پیدا کیا کیونکہ رومن قوم کی روح کا مظہر فنون لطیفہ نہ تھے، بلکہ اوس کا میلان تمدن کی دوسری شاخون کی طرف تھا،

(۷) ہر قوم فنون لطیفہ مین اپنے خاص جذبات کے مطابق تغیر پیدا کرتی ہی چنانچہ رومانی عمارتین اپنے ماخذ ایتھنز کے نازک ولطیف خیالات کی ترجمانی نہین کرتین، بلکہ اوس جنگی قوت اور فوجی شان وشوکت کا اظہار کرتی ہین جس سے رومن قوم کو خاص مناسبت تھی،

(۸) ہر صناع کی صناعی اوسکی قوم اور اوسکے زمانے کے عقائد، خیالات اور جذبات کی عکسی تصویر ہوتی ہے

علامہ ابن خلدون نے اس مسئلہ پر جو کچھ لکھا ہے اوس مین اگرچہ وہ جامعیت، وہ تفصیل، اور وہ حسن استنباط نہین پایا جاتا، جو لیبان کی کتاب مین پایا جاتا ہے، تاہم کم از کم اوس سے یہ ضرور ثابت ہوتا ہے کہ ابن خلدون کے دل مین بھی یہ بات کھٹکی ہی کہ بعض پیشے اور بعض صنعتین کیون بعض ممالک کے ساتھ مخصوص ہو جاتے ہین،

چنانچہ لکھتا ہے،

"یہ ظاہر ہے کہ شہریوں کے تمام کام ایک دوسرے کے ساتھ وابستہ ہوتے ہین، کیونکہ تمدن کا اقتضا ہی یہی ہی شہرون میں جن کامون کی ضرورت ہوتی ہے، اون مین بعض کسی خاص شہر کے باشندون کے ساتھ مخصوص ہوجاتے ہین اسلئے وہ لوگ اوس مین مہارت پیدا کرتے ہین، وہ اونکا خاص مشغلہ ہوجاتا ہے، اور عام ضرورت کی بناپر وہ اونکا ذریعہ معاش بن جاتا ہی لیکن جو پیشے عام طور پر ذریعہ معاش ہوتے ہین، وہ کسی ملک یا شہر کے ساتھ خصوصیت نہین رکھتے، درزی، لوہار، بڑھئی، وغیرہ ہر شہر مین پائے جاتے ہین، بہت سے کام اور بہت سے پیشے صرف امارت پسندی، اور عیش پرستی کا نتیجہ ہوتے ہین، اسلئے اون کا وجود صرف اونہی شہرون مین پایا جاتا ہی جو تمدن و تہذیب کا مرکز ہوتے ہین، مثلاً شیشہ ساز، زرگر عطر فروش، فراش، رکابدار وغیرہ صرف متمدن شہرون مین پائے جاتے ہین، اونکی بھی کوئی خاص حد مقرر نہین کی جاسکتی، بلکہ تمدن اور عیش پرستی کو جس قدر ترقی ہوگی، اوسی نسبت سے ان پیشون کے انواع مین بھی اضافہ ہوگا، حمام اسی قسم کی چیز ہے، یہی وجہ ہے کہ وہ صرف اون شہرون مین پائے جاتے ہین، جو تمدن و تہذیب کے رنگ مین ڈوبے ہوئے ہین، متوسط درجے کے شہرون مین اون کا وجود نہین پایا جاتا، یہانتک کہ اگر بادشاہ اور روسا بھی وہان جاکر آباد ہوجائین، لیکن عام طور پر اون کی ضرورت نہ ہو، تو وہ بہت جلد منہدم ہوجائین گے اور اونکے مالک بھاگ کھڑے ہون گے،"[۱]

---

[۱] مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۳۱۵،

اس کتاب کا سب سے بڑا محور مزاج عقلی ہے جو بظاہر لیبان کی خاص ایجاد معلوم ہوتا ہے، لیکن علامہ ابن خلدون نے مدتوں پہلے اس کا پتہ لگا لیا تھا، چنانچہ لکھتا ہے،

"قبائل کی عصبیت عامہ مثل مزاج کے ہے، اور مزاج عناصر کی ترکیب سے پیدا ہوتا ہے، اور اپنے موقع پر ثابت ہو چکا ہے کہ جب عناصر کی قوت برابر درجہ کی ہوتی ہے، تو اس سے مزاج نہیں پیدا ہوتا،"

بہرحال لیبان کو جس فلسفۂ تاریخ کی ایجاد کا شرف حاصل ہے وہ اگرچہ ابن خلدون کے فلسفۂ تاریخ سے مختلف ہے تاہم چونکہ دونوں کا موضوع ایک ہے اسلئے جا بجا دونوں کے مضامین میں اشتراک پایا جاتا ہے اور اس بنا پر ہم دبی زبان سے کہہ سکتے ہیں کہ لیبان کے نظریات سے اسلامی لٹریچر بالکل ناآشنا نہیں ہے،

مقدمۂ مصنّف

موجودہ زمانہ مین مذہب مساوات

اور

تاریخ کی روح

تخیل مساوات کی نشو و نما اور اوس کی ترقی، اس تخیل کے نتائج نظام عمل پر اوسکا اثر
موجودہ دور مین جماعتون پر اوسکا اثر، اس کتاب کا موضوع بحث، انقلاب اقوام کے اہم موثرات
پر ایک عام بحث، کیا تمام تمدنی شاخون یعنی نظام حکومت، فنون لطیفہ، اور عقائد وغیرہ کی کوئی نفسانی
روح ہے جو ہر قوم کے ساتھ مخصوص ہے؟ تاریخی انقلابات اور اونکے مستحکم فطری قوانین -

ہر قوم کے تمدن کا دارمدار چند اساسی اصول پر ہوتا ہے جو اوس کے نظام حکومت نظام اخلاق اور فنون لطیفہ کا سنگ بنیاد ہوتے ہین، اور جن کے عدم اور وجود دونون کیلئے ایک طویل مدت درکار ہوتی ہے،

یہ اصول اگرچہ بعض حالتون مین صحیح نہین ہوتے، لیکن اونکی غلطی صرف روشن دماغ لوگون کو محسوس ہوتی ہے باقی عام لوگ انکو ایک ناقابل انکار حقیقت سمجھتے ہین گردش زمانہ کے ساتھ ساتھ اونسے متاثر ہوتے ہین، اور اون کے موافق عمل کرتے ہین، یہی وجہ ہے کہ کسی جدید مذہب کے قائم کرنے اور قدیم مذہب کے مٹانے مین سخت دشواریان پیش آتی ہین، لیکن بعض فلاسفہ نے ذریعۂ انسان کی تاریخ، اوسکی قوت عقلیہ کے انقلابات، اور اوسکے قوانین تناسل طبعی کے تغیر کو

نظر انداز کردیا۔ اور اقوام اور افراد کے درمیان مساوات کے خیال کی اشاعت کے لئے اوٹھ کھڑے
ہوئے اِس خیال نے جماعت کو اس قدر گرویدہ بنالیا اور اس شدت کیساتھ اون کے دماغ مین
جاگزین ہوگیا کہ اوس مین چند ہی دنون کے بعد برگ و بار نکل آئے جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ قدیم جماعتون کی
بنیادین متزلزل ہوگئین، عظیم الشان شورشین برپا ہوئین، یہانتک کہ اوس نے یورپ کو اوٹھا کر ایک
تلاطم خیز سمندر مین ڈالدیا جس کا نتیجہ خدا جانے آیندہ کیا ہوگا؟

اگرچہ مختلف افراد اور مختلف اقوام مین باہم جو فرق و امتیاز قایم ہے، وہ عام طور پر اسقدر
مسلم ہی کہ اوس سے خود ان فلاسفہ کو بھی انکار نہین، لیکن اونھون نے نہایت عجلت کے ساتھ
یہ عقیدہ قایم کرلیا ہو کہ "وہ طریقہ تعلیم و تربیت کے اختلاف کا نتیجہ ہے، ورنہ فطرۃً تمام انسان
ذہانت اور پاکیزہ نفسی مین یکسان پیدا ہوئے ہین، لیکن اس خمیر کو نظام حکومت نے
خراب کردیا ہو" جن لوگون نے نہایت آسانی کے ساتھ یہ عقیدہ قایم کرلیا ہے، اوس کی دوا کا
ایجاد کرنا بھی اون کے لئے کوئی دشوار کام نہ تھا چنانچہ اونکا خیال ہو کہ اگر نظام حکومت مین تغیرات
پیدا کئے جائین اور تمام لوگون کے لئے ایک متحدہ نظام تعلیم قائم ہوجائے تو یہ تمدنی مرض آسانی
کے ساتھ زائل ہوسکتا ہی، یہی وجہ ہو کہ نظام حکومت اور مسئلہ تعلیم موجودہ دور کے حزب الاحرار کا
سرمایہ حیات بن گیا ہو اور اون کے نزدیک صرف انھی دو چیزون کے ذریعہ سے اِس فرق و امتیاز کو
جو موجودہ زمانے کے اُصول کو زخمی کررہا ہی، مٹایا جاسکتا ہی، لیکن اب علم نے بہت زیادہ ترقی
کرلی ہے اور اوس نے بدلائل ثابت کردیا ہی کہ مذہب مساوات صحیح نہین ہے اور مختلف
اقوام کی عقل مین زمانے نے جو عظیم الشان فرق مراتب پیدا کردیا ہے، وہ متعدد نسلون کے
بعد مختلف موثرات کے متواتر عمل ہی سے زائل ہوسکتا ہی، ابتک علم النفس جس درجہ تک
پہونچ چکا ہے، اوس سے مختلف تجربون کے بعد ثابت ہوتا ہی کہ جو نظام حکومت، اور جو طریقہ

تعلیم و تربیت چونکہ ... [illegible]

مضر ہے، با اینہمہ جو مذہب ہر دماغ مین سرایت کر گیا ہی، اوس کا ابطال فلاسفہ کے دسترس سے باہر ہے کیونکہ کوئی خیال جب دلون مین جاگزین ہوجاتا ہی، تو اوسکی حالت اوس دریا کے مشابہ ہوجاتی ہی، جس کا پانی طغیانی کی حالت مین پُل کے اوپر سے گذر کر کھیتون مین پہونچتا ہی، اور زراعت کو بہا لے جاتا ہی، اور کوئی چیز اوس کی راہ مین حائل نہین ہوسکتی،

یہ خیالی مذہب یعنی مذہب مساوات جس نے کل دنیا کے نظام کو اولٹ دیا ہے، جس نے براعظم یورپ مین ایسی شورش برپا کردی ہی جس سے دنیا لرز اوٹھی ہی، جس نے براعظم امریکہ مین قومی لڑائی کی آگ بھڑکا دی ہی، اور جس نے فرانس کی تمام آبادی کو ایک افسوسناک حالت انحطاط مین مبتلا کر دیا ہی، اوسکی نسبت ہر ماہر علم النفس، ہر بالغ النظر سیاح، ہر تجربہ کار سیاسی مدبر یقین رکھتا ہی کہ وہ سراپا غلط ہی، با اینہمہ ان مین بہت کم لوگ اوسکے مقابلہ کے لئے آمادہ ہوتے ہین،

ابتک یہ مذہب اپنے دور تنزل کو نہین پہونچا ہی، بلکہ روز بروز ترقی کر رہا ہے، کیونکہ اشتراکیین[1] کا دعویٰ ہے، کہ مغربی قومون کے فوز و فلاح کا ذریعہ وحید صرف وہی ہے، اسی مذہب کے بل پر عورت مرد سے مساویانہ حقوق اور مساویانہ تربیت کی خواستگار ہے، اور دونون جنسون کی قوت عاقلہ مین جو نوعی فرق ہی اوس کو بھول گئی ہے، لیکن اگر وہ اس مقصد مین کامیاب ہوگئی تو نہ یورپ مین مرد کو قیام کے لئے گھر ملیگا، نہ طمانیت قلب حاصل کرنے کے لئے کنبہ اور خاندان میسر ہوگا،

اصول مساوات سے جو سیاسی اور تمدنی انقلابات پیدا ہوتے ہین، اور جنکا ظہور آیندہ زمانے مین ان سے بھی زیادہ خطرناک صورتون مین ہوگا خود یورپ مین قومون کو اونکی مطلق پروا نہین ہے، یورپ مین سیاست کی عملی زندگی ایک خاص مرکز مین محدود ہوگئی ہے، اور اوس کے ساتھ عام رائے

[1] عربی زبان مین سوشیالزم کو "اشتراکیت" اور "سوشیالسٹ" کو "اشتراکی" کہتے ہین، ہمنے ہر جگہ یہی عربی لفظ استعمال کیا ہی،

کو اسقدر غلبہ حاصل ہوگیا ہی، کہ وہ خود حکومتون پر حکومت کرنے لگی ہے، اور اوسکی تقلید ہر شخص پر فرض ہوگئی ہی، اسلئے وہ بھی ان واقعات کے ساتھ کچھ قوم سے زیادہ اعتنا نہین کرتے،

ہر مذہب کی اہمیت کا اندازہ صرف اُس اثر سے ہوسکتا ہے، جو اوس کے پیرؤنکے دل پر پڑا ہی، خود اصل مذہب کی صحت اور غلطی ایک فلسفیانہ مسئلہ ہی جو صرف حکمار کو اپنی طرف متوجہ کرسکتا ہے، ورنہ عملی طور پر جب کوئی اصول عوام کے دماغ مین سرایت کرجاتا ہی، تو وہ صحیح ہو یا غلط، اوس کے سامنے سر تسلیم خم کرنا فرض ہوجاتا ہے،

یہی وجہ ہی کہ عوام کے فریفتہ کرنے کے لئے لوگ اِس مذہب کو نظام حکومت اور نظام تعلیم کے ذریعہ سے ثابت کرتے ہین، فطرتی قوانین نے جو مظالم کیے ہین اون کی اصلاح کی طمع دلاتے ہین، اور عرب، ایشیا، اور حبش کے لوگون کو ایک ہی رنگ مین رنگنا چاہتے ہین، یہ خیال اگرچہ غلط ہی، لیکن خیالات کے مفاسد کو صرف تجربہ ہی کے ذریعہ سے ثابت کیا جاسکتا ہے خود عقل انسان کے اعتقاد مین کوئی تزلزل نہین پیدا کرسکتی، اِس کتاب مین اون اخلاق نفسیہ کی تفصیل کی گئی ہی، جن سے قومون کی روح پیدا ہوتی ہی، اور بدلائل ثابت کیا گیا ہی کہ ہر قوم کی تاریخ، اور اوسکے تمدن کا ماخذ یہی اخلاق ہین، یہ کتاب کا اصل موضوع ہی، اور اِس موضوع کے لحاظ سے ہمکو اِس مین تاریخی قومون کی تولید کے اسباب اور اوس کے مزاج عقلی کے طریقہ تربیت سے بحث کرنا ہوگی،

تاریخی قومون سے وہ قومین مراد ہین جن کا ظہور تاریخی زمانہ کے بعد ہوا ہے، اور اونکی تکوین فتوحات، ہجرت، اور سیاسی انقلابات کا نتیجہ ہی، اِسکے بعد ہم یہ بتائین گے، کہ یہی طریقہ تکوین اونکی تاریخ کا اصل ماخذ ہی، اور اسی سلسلہ مین ونکے نظام اخلاق کی پائداری اور اوس کے انقلابات کی طرف بھی اشارہ کرینگے، پھر اس مسئلہ پر نظر ڈالین گے کہ مختلف

قومین اور مختلف افراد، مساوات کی طرف قدم بڑھا رہے ہین؛ یا اوسکے برعکس ان مین فرق و تفاوت پیدا ہوتا جاتا ہی، پھر یہ دیکھین گے کہ تمام تمدنی شاخین، یعنی فنون لطیفہ، نظام حکومت اور عقائد وغیرہ قومی روح کا مظہر ہین یا نہین ؟ جسکی بنا پر دوسری قوم اوس کی نقل و تقلید نہین کر سکتی، سب سے اخیر مین ہم اون جابرانہ اسباب سے بحث کرین گے، جن کی وجہ سے تمدن کا چراغ گل ہوجاتا ہی، اور اوسکے تمام آثار مٹ جاتے ہین، لیکن ان تمام مباحث کی تفصیل صرف اوسقدر کی جائے گی، جتنی اصول و مبادی کے توضیح و اثبات کے لئے ضروری ہی، کیونکہ ہم نے مشرقی تمدن پر جو کتابین لکھی ہین، اون مین ان مباحث کا پورا استقصا کر دیا ہے، اور یہ مختصر کتاب صرف اونھی کا خلاصہ ہے،

مین نے مختلف ممالک کی سیر و سیاحت مین جن چیزون کا مطالعہ کیا اونمین مجھے خاص طور پر یہ نظر آیا کہ ہر قوم کا ایک خاص "مزاج عقلی" ہوتا ہے جس مین خواص جسمانی کی طرح استحکام اور پائداری پائی جاتی ہے، اور اوس کے تمام احساسات، خیالات، معتقدات، نظام حکومت اور فنون لطیفہ اسی مزاج سے پیدا ہوتے ہین، ٹاکویل، اور دوسرے اکابر فلاسفہ کا خیال ہی، کہ قومون کے تمام انقلابات و تغیرات، نظام حکومت کا نتیجہ ہوتے ہین لیکن میرا خیال بالکل اسکے برعکس ہی، چنانچہ ٹاکویل نے جن قومون کے حالات سے بحث کی ہی، مین خود اونھی حالات کو استدلال مین پیش کر کے یہ ثابت کر سکون گا کہ تمدن پر نظام حکومت کا اثر بہت کم پڑتا ہے، اور وہ اکثر معلول اور علت بہت کم ہوتا ہی، اس مین شبہہ نہین کہ قومونکی تاریخ مختلف عناصر سے مرکب ہوتی ہی اور اونھی عناصر مین وہ شخصی اور اتفاقی واقعات بھی شامل ہین جن کا ہونا اور نہ ہونا دونون برابر ہی، لیکن اس سلسلہ سے الگ، چند پائدار اصول کلیہ بھی ہین، جن کے مطابق ہر قوم کی تمدنی رفتار واقع ہوتی ہے، ان اصول مین سب سے زیادہ عام اور سب سے زیادہ پائدار وہ مزاج عقلی

ہے، اور ہر قوم کی زندگی یعنی اوسکا نظام حکومت، اوسکے معتقدات، اور اوسکے فنون لطیفہ اسی روحانی بناوٹ کے تار و پود ہین اور اسلیئے جب تک کوئی قوم اس روح کو نہ بدل دے ان تمام چیزون کو نہین بدل سکتی، یہ سچ ہی کہ ہمارا یہ نظریہ تاریخون مین مذکور نہین ہی؛ لیکن ہم نہایت آسانی کے ساتھ ثابت کردین گے کہ تاریخی واقعات اور ہمارے خیالات مین جو اختلاف نظر آتا ہی، وہ حقائق واقعیہ پر مبنی نہین بلکہ بالکل سطحی اور ظاہری ہی، جن مصلحین نے ایک صدی سے بتدریج ہر چیز مین تغیر پیدا کرنے کی کوشش کی ہے یہان تک کہ اون لوگون نے خدا، زمین، اور دنیا کی کل آبادی کو بدلنا چاہا ہی وہ لوگ بھی قومون کی فطرت کے بدلنے مین بہت کم کامیاب ہوئے ہین، جس کی وجہ یہ ہی کہ مخلوقات مین عموماً اور نوع انسان کے افراد مین خصوصاً جو فرق و امتیاز نہایت مستحکم طور پر قائم ہو گیا ہی، وہ اس مانے مین اشتراکیین کے مذہب پر بالکل منطبق نہین ہوتا، اگرچہ اس مذہب جدید کے مبلغین وہم کے مرض مین مبتلا ہین اور اگرچہ قد مار نے انسان کے فطرتی مطمح نظر یعنی سعادت دنیوی پر جو بحثین کی ہین، ان لوگونکے خیالات کا ماخذ بھی وہی ہین، لیکن محض علمی دلائل سے اونکو تسکین نہین ہو سکتی، مساوات کے خیال کا قدم اگر انسان کے فطرتی فرق مراتب کے پیچ و خم مین اولجھ نہ جاتا، تو اوسکی قیمت بھی ان توہمات سے کم نہ ہوتی، جن کے پیچھے پیچھے انسان نے اپنی زندگی کے تمام مراحل طے کیئے ہین، اگر اس فرق مراتب کے ساتھ ان کیفیتون کا بھی اضافہ کر لیا جائے، جو پیری اور موت کی صورت مین انسان پر طاری ہوتی رہتی ہین، تو معلوم ہوگا کہ یہ تفریق فطرت کے اون عالمگیر مظالم کا ایک لازمی جزو ہے، جن کے دائرہ حکومت سے انسان نکل نہین سکتا،

پہلا باب

قومون کی نفسانی فطرت

پہلی فصل

قومون کی روح

تقسیم انواع مین طبعیین کا طریقہ۔ اِس طریقہ تقسیم کا انطباق نوع اِنسان پر

انواع اِنسانی کے موجودہ طریقۂ تقسیم کی غلطی کا بیان۔ نفسی طریقۂ تقسیم کا سنگ بنیاد، قوم مین طبقۂ متوسطہ کی مثال، بحث واستدلال کے ذریعہ سے اِس کا علم کیونکر ہو سکتا ہی؟ وہ موثرات نفسیہ جن کے ذریعہ سے قوم مین طبقۂ متوسطہ کی مثال پیدا ہوتی ہی، آبا و اجداد کا اثر، ایک قوم کے ہر فرد مین جو عام فطرت نفسیہ پائی جاتی ہے، گذشتہ نسل کا موجودہ نسل پر عظیم الشان اثر۔ اِس اثر کے تحقیقی اسباب۔ تمام قوم کی مشترکہ روح خاندان سے گاؤن مین، اور گاؤن سے شہر مین، اور شہر سے ملک مین کیونکر منتقل ہوئی؟ شہری اتحادِ خیال کے فوائد اور اوس کے نقصانات، کن حالات مین تمام قوم کی متحدہ روح کا پیدا ہونا محال ہوتا ہی؟ اٹلی کی مثال، فطرتی قومین کیونکر برباد ہوئین، اور کیونکر تاریخی قومون نے اون کی جگہ لے لی؟

نباتات اور حیوانات کی طرح، قدرت کی بوقلمونیون کا سب سے عجیب وغریب مظہر انسان ہے افراد کے تشخصات ایک طرف، خود ہر قوم، ہر ملک، ہر نسل مین اسقدر عظیم الشان اختلافات موجود ہین کہ انسانیت کے مفہوم کلی کے شمول ان مین کسی قسم کا اشتراک نہین پایا جاتا اِس بنا پر سوال یہ ہی کہ اگر اِس وصف کلی سے قطع نظر کر لی جائے، تو مختلف قومون کی تقسیم و امتیاز کا

کیا معیار قرار دیا جا سکتا ہی؟ علمائے طبعیین نے رنگ روپ، ڈیل ڈول، قد و قامت، اور دماغی ساخت، کے اختلاف کو انواع انسانی کا ما بہ الامتیاز قرار دیا ہے، یوربین قومون کا رنگ سفید ہوتا ہے، حبشی سیاہ فام ہوتے ہین چینیون اور جاپانیون کا رنگ زرد ہوتا ہی، غرض ہر قوم جسمانی اوصاف کے لحاظ سے دوسری قوم سے مختلف ہوتی ہے، اور انہی اعراض جسمانیہ کے اشتراک و اختلاف کی بنا پر انسان کو مختلف انواع مین تقسیم کیا جاتا ہی، ظاہر بین نگاہین اگرچہ اس تقسیم کو صحیح سمجھتی ہین، لیکن درحقیقت یہ کوئی جامع تقسیم نہین ہے، جسمانی فرق و امتیاز کا مظہر صرف وہی قومین ہو سکتی ہین جنمین خلقۃً کسی قسم کا اتحاد نہین ہوتا، اسلئے اِن امتیازات کی بنا پر انسان کی تقسیم صرف حبشی، یوربین، چینی، غرض اسی قسم کی چند محدود انواع مین ہو سکتی ہے، لیکن دنیا مین متعدد قومین ایسی بھی ہین، جنکے رنگ روپ ڈیل ڈول، اور خط و خال مین کوئی نمایان اختلاف نہین پایا جاتا، با اینہمہ اونکی قومیت مختلف ہے اُن کے احساسات مختلف ہین، اور احساسات و جذبات کے اس اختلاف نے اُن کے عقائد اُن کے تمدن، اور اُن کے علوم و فنون مین بھی اختلاف پیدا کر دیا ہی، ایک اسپینش (باشندہ اسپین) اور ایک انگریز جسمانی حیثیت سے متحد الاوصاف ہین، لیکن دونون کو ایک ہی نوع کا فرد قرار نہین دیا جا سکتا، کیونکہ اِن دونون کے درمیان ایک ایسی عقلی حد فاصل قائم ہی جو ان دونون قومون کی تاریخ کے ہر صفحہ سے نمایان ہوتی ہی، اسی بنا پر بعض لوگون نے اِس قسم کی متشابہ الخلقۃ قومون کی تقسیم کا معیار، زبان، مذہب، اور نظام سیاست کے اختلافات کو قرار دیا ہی، لیکن اِس تقسیم کی غلطی اسقدر واضح ہی کہ اُس پر بحث کرنے کی ضرورت نہین،

لیکن ابھی ہم کو نوع انسانی کی صحیح و جامع تقسیم سے مایوس نہ ہونا چاہیئے، انسان صرف چند جسمانی اعراض کے مجموعہ کا نام نہین ہے، وہ اپنے اندر ایک غیر متبدل روح

بھی رکھتا ہو، اسلئے اگر ان عوارض کی خصوصیات زبان کا اختلاف، ملک کی جغرافیائی نظام
سیاست کا اختلاف، نوع انسان کی صحیح تقسیم نہیں کرسکتا، تو ہمکو نظم انفرادی میں مقصد میں کامیاب

عظیم الشان اختلاف نظر آئے گا، با این ہمہ ان قوموں کے ہر فرد میں دل و دماغ کی نمایاں جھلک نظر آئیگی، جو اونکی مخصوص قومیت کا لازمی نتیجہ ہین، علمائے طبیعین نے (مثلاً) کتے اور گھوڑے کی دو جداگانہ نوعین اس بنا پر قرار دی ہین، کہ ان جانورون کے مخصوص اوصاف مشترک طور پر صرف اونہی کے افراد مین پائے جا سکتے ہین، اور دوسرے جانورون کے افراد مین انکا وجود نہین پایا جاتا، بعینہ اسی اصول کے موافق ہم فرنچ، انگریز، اور چینیون کو الگ الگ انواع مین تقسیم کر سکتے ہین، کیونکہ ان قومون کے اخلاقی اور عقلی اوصاف مین بھی کسی دوسری قوم کا فرد شریک نہین ہو سکتا،

اگر کسی قوم پر اسقدر زمانہ گذر جائے کہ اوسکے عناصر اور افراد مین باہم امتزاج پیدا ہو جائے، تو ہر شخص نہایت آسانی کے ساتھ اون افراد کے اندر اس معتدل اخلاقی روش کا مطالعہ کر سکتا ہی، یہی وجہ ہی کہ جب کوئی شخص کسی جدید ملک مین قدم رکھتا ہے، تو سب سے پہلے اوسکو اونھین عام قومی اخلاق کا منظر نظر آتا ہی، جو بار بار اوسکی نگاہ سے گذرتے رہتے ہین، اس عام قومی اخلاق کے علاوہ ہر فرد کا ایک ذاتی خلق بھی ہوتا ہی، لیکن چونکہ وہ اس کثرت سے بار بار نظر نہین آتا، اسلئے ایک سیاح کی نگاہ اوس پر نہین پڑتی، اسی بنا پر انسان، اول نظر مین ایک انگریز، ایک اٹالین، اور ایک اسپینش کو پہچان لیتا ہے، اور نہایت آسانی کے ساتھ اونکے مخصوص اخلاقی، اور دماغی اوصاف کو اونکی طرف منسوب کر دیتا ہی،

یہ اوصاف اگرچہ الگ الگ ہر فرد پر منطبق نہین ہوتے، لیکن تمام قوم اس معیار پر ٹھیک اترتی ہے،

قوم مین یہ متحدہ مزاج عقلی جن اسباب کی بنا پر پیدا ہوتا ہی وہ علم وظائف الاعضاء مین مذکور ہین، اور اوسکی بنا پر ہم کہہ سکتے ہین کہ انسان صرف اپنے ماں باپ کی اولاد نہین بلکہ

اپنے پورے سلسلۂ خاندان کا فرزند ہی، ہر ملک اور ہر قوم کے نظام اخلاق کا مبدء اولین اوس کے آبا و اجداد ہین، اوسکا مایۂ خمیر اور قالب بالکل متحد ہی اور وہ ہمیشہ اوسی زنجیر کی طرف کھینچتی رہتی ہی جس کی وہ آخری کڑی ہی، پس انسان، مادر وطن کی پرستش صرف جذبات و احساسات ہی سے متاثر ہو کر نہین کرتا، بلکہ ان جذبات کے پیدا کرنے مین نظام جسمانی کی طرح موروثی نظام اخلاق کا عنصر بھی شامل ہوتا ہی،

بہرحال انسان کی عملی زندگی کے موثرات سادہ طور پر تین قسمون مین منقسم کیے جا سکتے ہین،

(۱) آبا و اجداد یعنی گذشتہ سلسلۂ خاندان کا اثر جو تمام اسباب سے زیادہ تر ہوتا ہی،

(۲) مان باپ کا اثر،

(۳) ملک، جغرافیانہ حدود، آب و ہوا اور گرد و پیش کی چیزون کا اثر،

بعض لوگون نے انسان کے نظام اخلاق کے اسباب مین اسی تیسری قسم کو سب سے زیادہ اہمیت دی ہی، لیکن درحقیقت وہ ان تمام موثرات مین سب سے کم درجہ کا موثر ہے، ملک، آب و ہوا، اور اون تمام مادی اور روحانی چیزون کا اثر جو انکے تحت مین داخل ہین، انسان کی تمام زندگی، بالخصوص زمانہ تربیت پذیری مین بہت کم نمایان ہوتا ہی، البتہ اونکا مستقل اثر اوسوقت ظاہر ہوتا ہی، جب ایک ہی قسم کی آب و ہوا مین انسان کی متعدد نسلین گذر جاتی ہین، اسلیے اونکا اثر درحقیقت سلسلۂ خاندان ہی کے ذریعہ سے انسان کے رگ و پے مین سرایت کرتا ہی، ورنہ وہ بذات خود کوئی اہم چیز نہین،

اس لحاظ سے انسان اپنی عملی زندگی مین صرف اپنی قوم کا بیٹا ہوتا ہی، اور وہ تمام خیالات و احساسات جن کو لیکر وہ پیدا ہوتا ہی، اوسکی قوم کی روح ہوتے ہین، اس روح کی حقیقت اگرچہ مخفی ہی، لیکن اوسکے آثار آفتاب کی طرح نمایان ہین، کیونکہ اوسی کے ذریعہ سے

قوموں مین تغیرات و انقلابات پیدا ہوتے ہین۔

قوم اوس مجموعۂ خلیات (cells) سے مشابہ ہی جس سے ہر فرد پیدا ہوتا ہی، ان خلیات کی زندگی کا زمانہ بذات خود نہایت مختصر ہوتا ہی، لیکن اون سے جو ذات پیدا ہوئی ہی وہ مدتون تک زندہ رہتی ہے، اس لحاظ سے ہر خلیہ دو زندگی رکھتا ہے، ایک تو اوسکی شخصی زندگی، جو خود اوسکو زندہ رکھتی ہے، دوسری وہ کلی زندگی جس سے وہ فرد زندہ رہتا ہی، جو اون کے مجموعہ سے پیدا ہوا ہے، بعینہ اسی طرح قوم کا ہر فرد ایک نہایت محدود شخصی زندگی رکھتا ہے، لیکن اوسکی کلی زندگی جو اوس مجموعۂ قوم کی زندگی سے عبارت ہی، جو اس فرد کی طرح دوسرے افراد سے بھی مرکب ہی، نہایت طویل اور غیر فانی ہوتی ہے، اسی اخیر زندگی کا نام "قومی زندگی" ہے اور قوم ہمیشہ اوسی کے آثار و نتائج سے متاثر ہوتی رہتی ہے،

اس بنا پر قوم کو ایک ابدی ذات سمجھنا چاہیئے، جو زمانہ کے قیود سے آزاد ہے اور وہ صرف اونہی زندہ افراد سے مرکب نہین، جنھون نے اوسکو ایک محدود زمانہ مین ترقی دی ہی، بلکہ اوس کا ایک عنصر وہ مردے بھی ہین جو اس قوم کے آباد و اجداد تھے، اسلئے قوم کے حقیقی مفہوم کے سمجھنے کے لئے ماضی و مستقبل دونون کا پیش نظر رکھنا ضروری ہے، لیکن ان دونون عنصرون مین مردون کا اثر زیادہ قوی ہوتا ہی کیونکہ اون کی تعداد زندہ افراد سے زیادہ ہوتی ہی، اور غیر شاعرانہ زندگی مین اونھین کا اثر زیادہ نمایان ہوتا ہے، پس قوم زندہ لوگون سے زیادہ مردون کے نقش قدم پر چلتی ہی، زندہ افراد نے صرف قوم کو پیدا کیا ہی، لیکن عدم آباد کے رہنے والون نے اون زندہ افراد مین خیالات و جذبات

لے یعنی وہ صفت جس کے ذریعہ انسان کے جذبات، خیالات اور استعمال کا ظہور اضطراری طور پر بلا قصد و ارادہ ہوتا ہی،

کی روح پھونکی ہے،

زمانہ کی حرکت کا مبدء مردون ہی کی ہڈیان ہوتی ہین، کیونکہ قوم صرف مادیات مین اپنے اسلاف کی پیروی نہین کرتی، بلکہ وہ اون کے جذبات واحساسات سے بھی متاثر ہوتی ہے

اگرچہ کوئی قوم نوع حیوان کی تکوین کی طرح مزاج عقلی پیدا کرنے مین بہت زیادہ طویل زمانے کی محتاج نہین ہوتی، تاہم یہ مزاج چند دنون مین بھی نہین پیدا ہوجاتا چنانچہ اسکے ثبوت مین فرنچ قوم کو پیش کیا جاسکتا ہے جسکے جذبات واحساسات مین پوری دس صدیون کے بعد اتحاد پیدا ہوا ہے، اور اب تمام قوم کے قالب مین ایک روح نظر آتی ہے، با اینہمہ یہ عمل تولید ابتک مکمل نہین ہوا ہے، اور شورش فرانس کا بڑا سبب اسی خمیر کی خامی ہے گذشتہ زمانہ مین ملک فرانس مختلف فرقون کا مرکز تھا، اور ہر گروہ کے خیالات واحساسات باہم نہایت مختلف تھے، اس بنا پر ایسی مختلف الاخلاص قوم کو دفعتہً متحد نہین کیا جاسکتا تھا فرانس مین اکثر اوقات جو جھگڑے اوٹھ کھڑے ہوتے ہین اسکا سبب بھی یہی ہے لیکن انگلستان مین یہ اتحاد درجۂ کمال کو پہنچ گیا ہے، وہان ہر فرقہ ایک ہی رنگ مین ڈوبا ہوا نظر آتا ہے، اور اس امتزاج نے اون مین وہ اصول ثلاثہ پیدا کردیئے ہین جن سے اس قوم کی روح پیدا ہوئی ہے، یعنے انگریزون کا (۱) احساس عام ہے (۲) اونکے فوائد عام ہین (۳) اونکے عقائد عام ہین، اور دنیا مین جب کوئی قوم اتحاد وامتزاج کے اس درجہ پر پہنچ جاتی ہے تو خود بخود غیر محسوس طور پر تمام افراد اپنے فوائد مین متحد ہوجاتے ہین، اور منازعات ومخاصمات کے اسباب کا قلع وقمع ہوجاتا ہے، جذبات، خیالات، عقائد، اور منافع عامہ کا اتحاد ایک ایسی چیز ہے، جو مزاج عقلی کیے اتحاد کو مستقل اور پائدار بنا دیتا ہے، اور اوسکے ذریعہ سے ہر قوم تسلط عام حاصل کرلیتی ہے، قدیم زمانہ مین روما کو اسی کے بدولت

[illegible] ہے [illegible] اور آج انگلستان اسی [illegible] بدولت عروج کمال کو پہنچ گیا ہے لیکن جب

اتحاد کا یہ شیرازہ درہم برہم ہوجاتا ہے تو قوم کی جمعیت بھی ٹوٹ جاتی ہے،

یہ موروثی جذبات، خیالات، اور رسوم وعقائد جنسے انسانی جماعت کی روح پیدا ہوتی ہے، ہر زمانہ اور ہر قوم مین موجود تھے، لیکن اون کو بتدریج ترقی حاصل ہوئی، اس روح کا مظہر اوّل خاندان تھا، پھر اس سے منتقل ہوکر وہ گاؤن مین پہنچی، گاؤن سے نکلکر اوس نے شہر کو اپنا مرکز بنایا، پھر تمام ملک مین پھیل گئی، اور اب چند روز سے تمام دنیا کے قالب مین نظر آ رہی ہے، چنانچہ اس زمانہ مین وطنیت کا خیال اسی روح نے پیدا کیا ہے، کیونکہ جب تک یہ روح کامل نہین ہوتی یہ خیال تاریکی مین چھپا ہوا رہتا ہے، یونان مین یہ روح صرف شہر تک محدود تھی اور ملک کا ہر فرد دوسرے سے بیگانہ تھا، اسی بنا پر وہان وطن پرستی کو ترقی نہین ہوئی اور ملک مین ہمیشہ جنگ وخونریزی کا بازار گرم رہا، اسی طرح ہندوستان مین بھی دو ہزار برس سے دیہاتون کے سوا کوئی عام ملکی اور قومی اتحاد نہین پیدا ہوا، اسلیئے وہ اوس زمانہ سے آجتک غیر قومون کا جولانگاہ بنا ہوا ہے، ہر قوم اس مین نہایت آسانی سے حکومت قائم کرلیتی ہے، اور وہ نہایت آسانی کے ساتھ اوسکے ہاتھ سے نکل بھی جاتی ہے، شہریت کا اتحاد اگرچہ جنگی قوت کے لحاظ سے ضعیف ہوتا ہے، اور شہریت کی روح اگرچہ بہ نسبت وطنیت کی روح کے محدود ہوتی ہے، تاہم تمدنی ترقی پر اوسکا نہایت گہرا اثر پڑتا ہے، چنانچہ زمانہ قدیم مین **ایتھینز** اور قرون وسطی مین **فلارنس** اور **روما** مین اس روح کے تمدنی نتائج کا جلوہ نظر آسکتا ہے، جب چھوٹے چھوٹے شہرون اور ملکون پر ایک طویل زمانہ گذر جاتا ہے، اور وہ باہم ایک دوسرے سے علیحدہ اور بے تعلق رہتے ہین تو اون مین ہر ملک اور ہر شہر کی ایک مستقل اخلاقی روح پیدا ہوجاتی ہے جو دوسرے

سے اسقدر مختلف اور بے میل ہوتی ہو کہ انکی باہمی ترکیب و امتزاج سے ایک متحدہ قومی روح نہین پیدا ہو سکتی، اور اگر کبھی موانع و عوائق کے فقدان سے ایسا ممکن بھی ہوتا ہے تو یہ عمل ترکیبی چند دنون مین مکمل نہین ہوتا، بلکہ اسکے لئے ایک زمانۂ دراز کی ضرورت ہوتی ہو، اور روسو[۱] اور بسمارک جیسے مدبرین کا محتاج ہوتا ہے، بعض حالتون مین اگرچہ استثنائی اسباب کے اثر سے بعض ملک (مثلاً اٹلی)، دفعتہً ایک متحدہ سلطنت کے قالب مین ڈھل جاتے ہین، لیکن یہ خیال صحیح نہین کہ اونھون نے اس انقلاب کے ذریعہ سے اپنے اندر کوئی مشترکہ قومی روح بھی پیدا کرلی ہو، یہی وجہ ہے کہ ہم اٹلی مین مختلف فرقون کو دیکھتے ہین، جن کا انتساب خاص اپنے وطن کی طرف ہوتا ہو، لیکن ہم کو وہان خالص اٹالین نظر نہین آتے،

ہر وہ قوم جو شاندار تمدن اور قدیم تاریخ کا سرمایہ رکھتی ہے، جب تک اوس کی حالت مین توحد و یکرنگی نظر آئے اوسکو مصنوعی یا تاریخی قوم کا لقب دینا موزون ہوگا، زمانہ موجودہ مین بجز وحشی ممالک کے فطری اور نیچرل قومون کا وجود نظر نہین آتا، ہم کو صرف وحشی ممالک ہی مین خالص اور بے میل قوم نظر آسکتی ہو، یہ تمام متمدن قومین تو بالکل تاریخی اور مصنوعی قومین ہین، لیکن ہم کو فطری اور مصنوعی قومونکے تفریق کی ضرورت نہین، ہمارا موضوع بحث دونون کو شامل ہو، ہم صرف اون اوصاف سے غرض رکھتے ہین جو ہر قوم مین ایک طویل زمانے کے بعد پیدا ہو جاتے ہین، اور چند صدیون کے بعد ایک ایسی مستقل صورت اختیار کر لیتے ہین جو ہر قوم کو دوسرے سے ممتاز کر دیتی ہو،

---

[۱] Rousseau

دوسری فصل

کسی قوم کے اخلاق مین کہانتک تغیر پیدا ہو سکتا ہے؟

بظاہر یہ ایک قاعدہ مستمرہ معلوم ہوتا ہے، کہ ہر قوم کے اخلاق بدلتے رہتے ہین۔ اس خیال کے پیدا ہونے کا سبب، خلق اصلی کا قرار و ثبات، اور خلق ثانوی کا تغیر۔ انسانی اوصاف نفسیہ کا مقابلہ حیوانات سے۔ قایم رہنے والے اور بدلنے والے اوصاف سے۔ آب و ہوا، واقعات تاریخی اور تربیت کا اثر صرف دوسری قسم کے اوصاف نفسیہ تک محدود رہتا ہے۔ ان اوصاف کے تغیرات مختلف زمانون کے لحاظ سے اور اوسکی مثالین۔ زمانہ انقلاب کے اعاظم رجال۔ اونکا حال دوسرے زمانون مین کیا ہوتا؟ شورش کے بعد قومی اوصاف کیونکر قایم رہتے ہین؟ اسکی مثالین۔ خلاصہ۔

اگرچہ تمدنی انقلاب کی تاریخ کے دقیق مطالعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر قوم کا عقلی مزاج، نہایت راسخ، مستحکم اور پایدار ہوتا ہے، لیکن بظاہر ثبات و استقلال کے بجائے اس مین ہمیشہ تغیر و تبدل نظر آتا ہے، چنانچہ لوگون نے تاریخ کا بغور مطالعہ نہین کیا ہے، اون کو بعض اوقات قومون کی روح مین ایک تند، تیز، اور عظیم الشان تغیر اور انقلاب محسوس ہوتا ہے، تمام دنیا یقین کرتی ہے کہ انگریزون مین اب وہ اخلاق و عادات نہین پائے جاتے، جو کرامویل[1] کے زمانے مین پائے جاتے تھے، اس زمانے کا حیلہ جو اور خایف

---

[1] Cromwell نہایت مشہور انگریزی جنرل تھا، رعایا نے جب چارلس کے خلاف بغاوت کی تو ۱۶۴۲ء مین یہ اوسکا سرغنہ ہوا، اور اوسی وقت سے شاہی فوج کو شکست ہونا شروع ہوئی، چند سال تک گویا عملاً اوسکی حکومت رہی ۱۶۵۸ء مین وفات پائی۔

اٹالین، قدیم زمانے کے جنگجو اور دفعۃً ٹوٹ پڑنے والے اٹالین سے کس قدر مختلف ہیں؟ اس
انقلاب کی سب سے زیادہ واضح مثال فرانس ہے، جہان چند سالون کے درمیان
نظام اخلاق مین ایک عظیم الشان تغیر پیدا ہو گیا ہے، جن فرقون نے شورش فرانس کے
زمانے مین سبعیت اور بہیمیت کی بدترین مثال دنیا کے سامنے پیش کی تھی، وہ اب بھی
موجود ہین، لیکن یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کا اخلاقی قالب بالکل بدل گیا ہے لیکن اس اخلاقی انقلاب
کے علل و اسباب کی تفصیل سے پہلے یہ سمجھ لینا چاہیے کہ مادی انواع کی طرح انواع نفسیہ بھی
صرف چند اساسی، مستحکم اور پائدار اخلاقی اوصاف کی ترکیب و امتزاج سے بنتی ہین، لیکن
ان اساسی اوصاف کے بالمقابل دوسرے اوصاف ہوتے ہین، جن مین خاص طور پر انقلاب
و تغیر کی قابلیت پائی جاتی ہے، یہی اوصاف ہین جن مین زمانہ کی گردش انقلاب پیدا کرتی ہے،
ورنہ اصلی اور اساسی اخلاق مین کبھی کسی قسم کا تغیر نہین پیدا ہوتا، اس کو ایک مادی
اور واضح مثال مین یون سمجھنا چاہیے کہ بیل کی ظاہری حالت گھاس اور چارہ سے بالکل
بدل دیجا سکتی ہے، نباتات مین باغبان حکمت عملی سے اسقدر تغیرات پیدا کر سکتا ہے کہ اونکی
اصل حقیقت مشتبہ ہو جاتی ہے، باایں ہمہ ان کے نوعی یعنی اساسی اوصاف مین کسی قسم کا تغیر نہین
پیدا ہوتا اور وہ اپنی اصلی حالت پر قائم رہتے ہین، تغیر جو کچھ ہوتا ہے دوسرے قسم کے
اوصاف مین ہوتا ہے، بعینہ اسی طرح ہر قوم کے اساسی اخلاق مین کسی قسم کا تزلزل نہین
واقع ہوتا، زمانہ بدلتا جاتا ہے، نئی نسل پیدا ہوتی جاتی ہے، ظاہری و باطنی اسباب اثر ڈالتے
رہتے ہین، لیکن اخلاق کا یہ سنگ بنیاد اپنی جگہ سے نہین ہٹتا، تغیر و تبدل جو کچھ ہوتا ہے،
اون اوصاف ثانویہ مین ہوتا ہے، جن کا ہیولیٰ خاص طور پر تغیرات کے لئے آمادہ رہتا ہے،
تعلیم و تربیت، آب و ہوا، انقلاب زمانہ، غرض دنیا کے تمام اسباب صرف انہی اوصاف

پر اثر کرتے ہین، اور وہی اونکے اثرات کا مظہر ہین لیکن اس موقع پر اس نکتہ کو یاد رکھنا چاہیے کہ مزاج عقلی اپنے اندر اخلاقی تغیرات کی ایک ایسی مخفی قابلیت رکھتا ہی، جو اکثر اوقات اگرچہ حالات کی نامساعدت سے ظاہر نہین ہوتی، لیکن جب موافق حالات جمع ہوجاتے ہین، تو اوسکا ظہور ہوتا ہی، اور اوسوقت قوم ایک نئے قالب مین دنیا کے سامنے نمایان ہوتی ہی تاہم جس طرح طوفان سے دریا کی سطح مین ایک غیر معمولی عارضی حرکت پیدا ہوکر چند گھنٹون مین ٹھہر جاتی ہی، اسی طرح قومی اخلاق کا یہ انقلاب بھی فوری اور وقتی اسباب کا نتیجہ ہوتا ہی، یہی وجہ ہی کہ مذہبی اور سیاسی انقلابات کے زمانے مین تمام قوم اون عجیب وغریب اوصاف کا مظہر بنجاتی ہی جن سے ثابت ہوتا ہی کہ اوس کا قومی نظام اخلاق بالکل بدل گیا ہی اور اوس کے افکار وخیالات نے عظیم الشان انقلاب کی صورت اختیار کرلی ہی، لیکن جب آندھی تھم جاتی ہی تو صاف نظر آتا ہی کہ یہ محض عارضی تغیر تھا جو دم کی دم مین فنا ہوگیا، جو لوگ مذہبی اور سیاسی انقلابات کے علم بردار ہوتے ہین، ہمکو اونکا خمیر، اونکا عنصر، اونکا آب وگل، خود اپنے خمیر، اپنے عنصر، اور اپنے آب وگل سے مختلف ومبائن نظر آتا ہی اور اون کے کارنامون کو دیکھکر ہم اپنے آپ کو اونکی ناخلف اولاد سمجھتے ہین، لیکن درحقیقت یہ سب کچھ اون غیر معمولی اسباب کا نتیجہ تھا جو نظام اخلاق کو دفعتہً بدلدیتے ہین، ورنہ فطرۃً وہ لوگ بھی ہماری ہی طرح قوم کے معمولی افراد تھے، جو اخلاقی قابلیت اونمین تھی وہی ہم مین بھی ہی، صرف فرق یہ ہی کہ اونھون نے اس اخلاقی نمایش کے لیے موافق زمانہ پایا تھا، اور ہم اوس سے محروم ہین، شورش **فرانس** کے زمانہ مین ایک بیرحم وسنگدل فرقہ پیدا ہوگیا تھا جو بات بات پر لوگون کو سخت سزائین دیتا تھا، لیکن درحقیقت یہ لوگ متوسط طبقے کے امن پسند شہری تھے، اگر شورش کا زمانہ نہ ہوتا تو وہ بھی ہماری طرح

اطمینان وسکون کے ساتھ زراعت، تجارت، اور صنعت وحرفت مین مصروف رہتے لیکن غیر معمولی واقعات نے اون کے نظام عصبی مین غیر معمولی حرکت پیدا کردی، اسلئے اونھون نے ایک ایسی خوفناک صورت مین اپنے آپ کو نمایان کیا جس کے تصور سے بھی ہم عاجز ہین، اگر روبسپئیر[1] اپنے زمانے کے سو سال بعد پیدا ہوا ہوتا تو نہایت متدین اور صلح پسند، جج ہوتا، اسی طرح اگر سینٹ جسٹ[2] ہمارے زمانے مین ہوتا تو ایک بہت بڑا پروفیسر ہوتا جو علمی انجمنون کے تمغون پر ناز کرتا، چنانچہ نپولین کے زمانے مین جب یہ اعصاب کی متزلزل کرنے والی آندھی رک گئی، تو اوس نے اسی درندہ صفت فرقہ کو اپنے مدبرانہ طرز عمل سے مزدور، محرر، تحصیلدار اور جج بنا دیا، لیکن شورش، بدامنی، اضطراب، اور ابتلا، وامتحان کے زمانے مین بھی کسی قوم کے اساسی اخلاق مین تغیر وتبدل نہین پیدا ہوتا، زیادہ سے زیادہ یہ فرق پیدا ہوجاتا ہے کہ ان اخلاق کے مظاہر بدل جاتے ہین، مثلاً انقلاب پسند لوگ جب قدیم استبدادی نظام حکومت کو بدلنا چاہتے ہین تو ایک ایسا نظام حکومت قائم کرتے ہین جو حکام کے تمام امتیازات واختیارات کو سلب کر لیتا ہی، اوس وقت بظاہر یہ معلوم ہوتا ہی کہ اونھون نے جبر واستبداد کا خاتمہ کر دیا ہی، لیکن ایک مطلق العنان گروہ کو بالکل دست شل بنا دینا بھی استبداد ہی کی دوسری صورت ہی، اور اس جمہوری نظام مین بھی استبداد ہی کی روح پائی جاتی ہے اس لئے اس حالت مین بھی وہی قدیم نظام قائم رہتا ہی صرف اوسکا قالب بدل جاتا ہی،

اس کی وجہ صرف یہ ہی کہ شخصیت واستبداد قوم کے رگ وپے مین سرایت کر گئی ہے، اور اوسکی روح کا ایک جزو بنگئی ہی، اسی روح کی برکت سے نپولین نے فتوحات کے ذریعہ سے

---

[1] ROBESPICERE شورش فرانس کا ایک مشہور لیڈر،

[2] ST. JANT. یہ انقلاب فرانس کا مشہور بانی تھا، اور خود باغیون ہی کے ہاتھ سے قتل ہوا،

لوگون پر شخصی حکومت کی، چنانچہ اوس نے جمہوریت فرانس کو اپنے رعب و اقتدار سے بالکل بدلدیا، تو قوم کے موروثی خلق یعنی شخص پرستی کا شدت کے ساتھ ظہور ہوا، یہانتک کہ اگر وہ حاکم مطلق نہ بنگیا ہوتا، تو کوئی دوسرا شخص اوسکے جھنڈے کو بلند کرنے کے لیے اوٹھ کھڑا ہوتا، چنانچہ پچاس سال کے بعد جب اوسکے ہمنام نپولین نے استبدادی نظام کو قائم کیا تو تمام لوگ اوس کے جھنڈے کے نیچے اس شوق کے ساتھ جمع ہو گئے کہ گویا آزادی سے گھبراکر غلامی پر ٹوٹے پڑتے ہین، اس بنا پر درحقیقت انقلاب نے نپولین کی حکومت کا منارہ نہین بلند کیا بلکہ قوم کی اوس شخص پرست روح نے جو اوس کے پائے آہنین کے سامنے سربسجود ہوگئی تھی،

انسان پر آب وہوا، اور جغرافیانہ حالات کے اختلاف کا اثر شدت کے ساتھ صرف اس بنا پر پڑتا ہے کہ اوس سے انسان کے وہ اخلاق و عادات متاثر ہوتے ہین جن مین نطرۃً تغیرو تبدل کی صلاحیت ہوتی ہی اور جن کو صحیح طور پر اساسی اخلاق کا حریف مقابل کہا جاسکتا ہے، لیکن اصلی اخلاق مین کسی قسم کا تغیرو تبدل نہین ہو سکتا، چنانچہ ایک امن پسند اور صاحب وقار آدمی بھی جب بھوک کی شدت سے بیتاب ہوگا تو گو وہ حالت اضطراب مین اپنے ہم جنسون کو پھاڑ کھانے کے لیے دوڑے گا، لیکن باانیہمہ اس عارضی حالت مین کوئی شخص یہ نہین کہہ سکتا کہ اوس کی اصلی فطرت بدل گئی،

جب کسی ملک مین تمدن دو متضاد گروہ پیدا کردیتا ہے، یعنی ایک دولت کی بہتات سے شب و روز عیش وطرب مین مصروف رہتا ہی، اور دوسرے گروہ کے پاس ضروریات زندگی کے پورا کرنے کا سامان بھی نہین ہوتا، تو اوس وقت ملک مین بددلی، بےچینی اور مختلف قسم کی شورش پیدا ہوتی ہی، لیکن ان انقلابات کے تہ مین بھی قوم کے اساسی اخلاق کی جھلک صاف نظر آتی ہی، چنانچہ ولایات متحدہ امریکہ کے انگریزون نے وہان کی خانہ جنگی کے

زمانہ مین عزم و استقلال کی جو مثال قائم کی تھی، وہی مثال اب شہرون کے آباد کرنے یونیورسٹیون کے بنانے، اور کارخانون کے چلانے مین دنیا کے سامنے پیش کر رہے ہین، اس سے ثابت ہوتا ہی کہ اساسی اخلاق مین کبھی تغیر نہین ہوتا، صرف اوس کے مظاہر بدلتے رہتے ہین،

حاصل یہ کہ اگر ہم مزاج عقلی کے تمام موثرات کو پیش نظر رکھین تو صاف نظر آئے گا کہ اون سے صرف وہ اخلاق متاثر ہوتے ہین، جو اساسی اخلاق کے حریف مقابل ہین خود اساسی اخلاق مین کوئی تغیر نہین پیدا ہوتا، اگر اساسی اخلاق مین کوئی تغیر ہوتا بھی ہے، تو اوسکا ظہور ایک طویل زمانے کے بعد ہوتا ہی، لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ قوم کے اخلاق نفسیہ مین تغیر و تبدل کی سرے سے صلاحیت ہی نہین بلکہ ہمارا مقصد یہ ہے کہ قوم کی جسمانی ترکیب رنگ روپ، ڈیل ڈول، اور خط و خال کی طرح وہ نہایت مستحکم اور پائدار ہوتے ہین اور اسی پائداری کی بنا پر کسی قوم کا نظام اخلاق مدتون کے بعد بدلتا ہی،

تیسری فصل

قومون کے طبقات نفسیہ

تقسیم طبعی کی طرح قومون کی تقسیم نفسی کا دارومدار بھی چند غیر متبدل اوصاف پر ہی، قومون کی تقسیم نفسی۔ ابتدائی قومین۔ اقوام غیر متمدنہ، اقوام متوسطہ، اقوام متمدنہ، وہ عناصر نفسیہ جن پر اس تقسیم کا دارمدار ہی، خلق۔ ادب۔ یہ بحث کہ عقلی اوصاف تربیت سے بدل سکتے ہین۔ یہ مسئلہ کہ کسی قوم کے اخلاقی اوصاف نہین بدل سکتے۔ تاریخ پر ان اوصاف کا اثر۔ اس امر کا سبب کہ مختلف قومین ایک دوسرے کی حقیقت کو نہین سمجھتین اور نہ باہم ایک دوسرے سے متاثر ہوتین، اس امر کا سبب کہ کیون متمدن قومون کے تمدن و تہذیب غیر متمدن قومون مین منتقل نہین ہو سکتے،

تاریخ طبعی کی کتابون مین انواع کی جو تقسیم کی گئی ہی، اوسکا دارمدار صرف اون اساسی اوصاف پر ہی، جنکی تعداد نہایت قلیل ہی، اسکی وجہ یہ ہے کہ علمائے طبیعات نے تقسیم انواع مین صرف اون اوصاف کا لحاظ رکھا ہی، جو غیر متبدل ہین، انکے سوا دوسرے درجہ کے تمام بدلنے والے اوصاف کو بالکل نظرانداز کر دیا ہے، اوصاف نفسیہ کے لحاظ سے بھی اقوام کی تقسیم اسی اصول پر کی جا سکتی ہی چنانچہ اگر ہم ایک فرد کا دوسرے فرد کے ساتھ، اور ایک قوم کا دوسری قوم کے ساتھ، اخلاقی موازنہ کرین، تو ہمکو اون کے اخلاق و عادات مین عظیم الشان فرق نظر آئے گا، لیکن اگر ہم صرف اساسی اخلاق کو پیش نظر رکھین تو گو اس فرق و امتیاز کا دائرہ بالکل تنگ ہو جائے گا، لیکن ہم آگے چلکر متعدد مثالون سے ثابت

کردین گے کہ قومونکی زندگی کا دارمدار صرف انہی قلیل التعداد اوصاف پر ہی،

اِن اوصاف کے لحاظ سے اگرچہ قومون کی تقسیم کا صحیح طریقہ یہ ہی کہ پہلے ہر قوم کے اوصاف نفسیہ کی تفصیل کیجائے، لیکن اِس بحث کے لئے ضخیم جلدون کی ضرورت ہوگی، اِس بنا پر ہم نے اختصار کی غرض سے اس طریقہ کو کلی طور پر بیان کیا ہی،

عام اخلاقی اوصاف کے لحاظ سے قومون کی تقسیم چار قسمون مین کیجاسکتی ہی:

(۱) ابتدائی قومین۔ (۲) اقوام غیر متمدنہ۔ (۳) اقوام متوسطہ، (۴) اقوام متمدنہ۔

(۱) ابتدائی قومون سے وہ قومین مراد ہین، جو تعلیم و تہذیب سے بالکل بے بہرہ ہین، اور اونکی زندگی جانورون سے مشابہ ہی، انسانی زندگی کا یہ وہ دور ہے جو ہمارے آبا و اجداد پر عصر حجری[1] مین گذر چکا ہی، اور اِس زمانہ مین فیجی[2] اور آسٹریلیا مین بھی اس قوم کے نمونے نظر آتے ہین،

(۲) اقوام غیر متمدنہ کی اخلاقی سرحد بھی اِنہی قومون سے ملی جلی ہوئی ہی، اوسکی نمایان مثال حبشی لوگ ہین، جنمین تمدن و تہذیب کی جھلک ضرور موجود ہی، لیکن صرف جھلک ہی جھلک ہی، اِس سے زیادہ اور کچھ نہین، اونکی تاریخ سے صاف ثابت ہوتا ہی کہ اونھون نے وحشیانہ تمدن کے آگے کبھی قدم نہین رکھا، اور اگر بہت زیادہ اونچے اُڑے تو کبھی کبھی غیر قومونکے خوان تمدن کی زلہ ربائی کرلی،

(۳) اقوام متوسطہ مین چینی، جاپانی، ترک، عرب، اور یہود وغیرہ شامل ہین، اِن قومون نے اسقدر عظیم الشان تمدنی ترقیان کی ہین کہ یورپ کی متمدن قومون کے سوا کوئی قوم

---

[1] یعنی وہ زمانہ جس مین انسان صرف پتھر کے آلات سے کام لیتا تھا،

[2] Fiji مجمع الجزائر بحر پاسفک مین آسٹریلیا کے قریب ہی، اور وہان انگریزی حکومت قائم ہی،

اون سے آگے بڑھنے کا دعوی نہین کرسکتی،

(۴) اقوام متمدنہ مین صرف انڈو یورپین (آرین) قومون کو شمار کیاجاسکتا ہی صرف یہی ایک ایسی قوم ہے جس نے اختراع و ایجاد صنعت و حرفت، اور علوم و فنون مین اپنے کمال کا اظہار کیا ہی، زمانۂ قدیم یعنی یونان اور روما کے دور ترقی مین بھی وہ تمدن و تہذیب مین نمایان تھی، اور آج بھی نمایان ہی، آج تمدن کو اس درجہ تک اسی قوم نے پہونچایا ہے، اور تجار و کھرباء کی تحقیق و انکشافات اسی کا کارنامہ ہی، اس قوم مین سب سے کم ترقی یافتہ ہندی نسل ہی، لیکن اوس نے بھی فنون لطیفہ، لٹریچر، اور فلسفہ مین اسقدر ترقی کرلی تھی کہ ترک چینی، اور عرب اوس کی گرد کو بھی نہ پہونچ سکے،

اخلاقی اور عقلی اوصاف کے لحاظ سے اگرچہ یہ چارون قومین باہم اس قدر مختلف ہین کہ اون کو بہ یک نگاہ پہچان لیا جاسکتا ہے لیکن جب خود ان قومون مین ہر قوم کو الگ الگ شاخون مین تقسیم کرنا پڑتا ہی، تو سخت دقت واقع ہوتی ہی، مثلاً انگریز، روسی اور اسپینی سب کے سب اگرچہ اقوام متمدنہ مین داخل ہین تاہم ہم کو یقینی طور پر معلوم ہی کہ اون کے درمیان عظیم الشان فرق مراتب موجود ہی، اس بنا پر جو شخص اس کو نمایان کرنا چاہتا ہی، اوسکا ضروری فرض یہ ہی کہ وہ الگ الگ ہر قوم کے نظام اخلاق پر بحث کرے، لیکن ہم مثال کے طور پر صرف دو قومون کو لیتے ہین، اور اونکے اون اساسی عناصر اخلاق سے بحث کرتے ہین، جنکے ذریعہ سے دو قومون مین امتیاز کی جاسکتی ہی، ابتدائی اور غیر متمدن قومون مین کم و بیش یہ وصف مشترک طور پر پایا جاتا ہے، کہ اون مین تعقل کا مادہ نہین ہوتا، یعنے اون مین یہ قدرت نہین ہوتی کہ مستقبل و حال کے خیالات و محسوسات کے باہمی موازنہ و مقابلہ سے کوئی ایسا نتیجہ اخذ کرین جن کے ذریعہ سے وہ مختلف زمانون کے حالات مین فرق نظر آئے، ہم کو اس کلیہ کی وضاحت کے لیے بہت زیادہ وحشی قومون کے

خیالات کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت نہین، بلکہ خود یورپ کی ادنی درجہ کی قومونکا بھی یہی حال ہی، اِس عقلی درماندگی کا سبب صرف یہ ہے کہ ان قومون مین نقد و بحث کا مادہ بالکل نہین ہوتا، اس لئے نہایت سرعت کے ساتھ ہربات کی تصدیق کرلیتی ہین، اس کے بخلاف متمدن انسانون مین خیالات کے انضباط، اونکی تنقید، اور اون سے نتائج اخذ کرنیکا فطری ملکہ موجود ہوتا ہی،

اسی طرح ہم کو اقوام غیر متمدنہ مین غور و خوض کا مادہ کم، اور تقلید کا مادّہ زیادہ نظر آتا ہے، وہ عموماً جزئیات سے غلط نتائج پیدا کرتی ہین، وہ نتائج استقرائی کے اخذ کرنے مین کوتہ نظر ہوتی ہین، اونکی اخلاقی حالت ہر وقت بدلتی رہتی ہی، کام کرتے وقت جو کچھ اونکی سمجھ مین آجاتا ہے وہی اونکا دستور العمل ہوتا ہی،

انہی باتون کا یہ نتیجہ ہی کہ وہ تمام قومون سے پیچھے پڑی ہوئی ہین، اور اوسوقت تک اسی حالت مین رہنگی جب تک اون مین جذبات پر حکومت کرنیکی صلاحیت نہ پیدا ہوجائیگی، یعنی جب تک وہ ایسا قوی ارادہ نہ پیدا کرلین جو اون کے نفس کو قابو مین رکھ سکے، وہ ترقی نہین کرسکتین، کیونکہ یہی وہ درجہ ہی جہان پہونچکر ہر قوم نظام عمل کی حقیقت کو سمجھتی ہے، اعلی مقاصد کے لیے قربانی کرنے پر آمادہ ہوجاتی ہی، اور تمدنی مدارج کو طے کرتی ہے، درحقیقت ہر قوم کے اخلاقی معیار کے قائم کرنیکا صحیح طریقہ یہ ہی کہ یہ پتہ لگایا جائے کہ اس قوم مین جذبات و خیالات پر قابو رکھنے کی کس قدر قدرت ہے؟ گذشتہ زمانہ مین روما اور موجودہ دور مین انگریزون اور امریکن لوگون مین جذبات کے قابو مین رکھنے کا فطری ملکہ شدت کے ساتھ موجود ہی، اور اسی ملکہ نے اون کو اس عظیم الشان تمدنی درجہ تک پہونچا دیا ہی،

ہم بتا چکے ہین کہ مزاج عقلی اون عناصر نفسیہ کے مجموعہ کا نتیجہ ہو جنکی تفصیل اوپر گذر

چکی ہی، اور صرف اسی مجموعہ کے ارتقائی مدارج، اور اسی نرخ نسبی کو افراد و اقوام کا مابہ الامتیاز وصف قرار دیا جا سکتا ہی،

ان عناصر نفسیہ مین بعض کا تعلق اخلاق سے، اور بعض کا دماغ یعنے ذہانت و طباعی سے ہوتا ہی، اگرچہ اقوام متمدنہ، دوسری قومون سے اخلاق، اور ذہانت دونون مین ممتاز ہوتی ہین، لیکن خود اقوام متمدنہ کے مختلف طبقات مین صرف اخلاق کے ذریعہ سے تفریق و امتیاز کی جا سکتی ہی، چونکہ یہ ایک نہایت اہم تمدنی نظریہ ہے اسلئے ہم اوسپر نہایت تفصیل کے ساتھ بحث کرتے ہین،

اخلاق کی تولید صرف چند عناصر مخصوصہ کے امتزاج و ترکیب سے ہوتی ہی، جن کو علم النفس کی اصطلاح مین احساس اور شعور کہتے ہین، ان مین ملکات ارادیہ مثلاً اقدام، عزم اور ضبط نفس، کو اخلاق کی تولید مین سب سے زیادہ دخل ہی، اخلاق کی تولید کا ایک موثر سبب ادب یعنی قدیم قومی نظام کا وہ احترام بھی ہی جس پر قومی زندگی کا دارمدار ہی اور ہر قوم اپنی عملی زندگی مین اوسکو ہمیشہ پیش نظر رکھتی ہے، اگرچہ اس نظام کے اصول و قواعد زمان و مکان کے تغیر و تبدل کے ساتھ ساتھ بدلتے رہتے ہین، لیکن جب وہ وراثت کے ذریعہ سے بالکل ملکہ فطری بنجاتے ہین تب اوسمین ثبات و استحکام پیدا ہوجاتا ہے،

تعلیم و تربیت کے ذریعہ سے اگرچہ اوصاف عقلیہ مین کسیقدر تغیر پیدا ہوسکتا ہی، لیکن اخلاقی محاسن پر تربیت کا کوئی اثر نہین پڑتا، یہ سچ ہے کہ جو لوگ ضعیف القلب اور ضعیف الارادہ ہوتے ہین، اون کے اخلاق پر تربیت کا اثر پڑجاتا ہی، لیکن اس قسم کی نرم اور اثر پذیر طبیعت صرف قوم کے افراد کی ہوسکتی ہی، خود قوم مین مجموعی حیثیت سے اوسکا وجود نہین پایا جاتا اور اگر کسی قوم مین اس اثر پذیری کا مادہ عام ہوجائے تو یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ یہ اوسکے

تنزل و انحطاط کا زمانہ ہی،

علمی مسائل، اور عقلی انکشافات ایک قوم سے دوسری قوم مین نہایت آسانی کے ساتھ منتقل ہوجاتے ہین اور اسی بنا پر علم، انسان کی ملکیت عام بنگیا ہی جسمین کسی قسم کی روک ٹوک نہین ہی، لیکن ہر قوم کا برُا بھلا اخلاق اوسی قوم کے ساتھ مخصوص ہی اور اوسی تک محدود رہتا ہی، کیونکہ اوسکی ترکیب اون مستقل عناصر سے ہوئی ہی جنکے ذریعہ سے ہر متمدن قوم کا مزاج عقلی دوسری قوم سے ممتاز ہوجاتا ہی، خلق درحقیقت پتھر کی ایک چٹان ہی، جس پر طوفان خیز موجون کے تھپیڑون کا کچھ اثر نہین پڑتا، اور جس طرح انواع مادیہ مین مچھلی کے لئے تیرنا، چڑیون کے لیے چونچ درندون کے لئے دانت، فصل ممیز کا کام دیتے ہین، اور اون مین کبھی تغیر و تبدل نہین ہوسکتا، اسی طرح ہر قوم کا اخلاق بھی اوسکی فصل ممیز ہے جو کبھی نہین بدل سکتی،

ہر قوم مین انقلابات، تغیرات صرف اخلاق ہی کے ذریعہ سے ہوتے ہین اور وہی اون کے مستقبل کا سنگ بنیاد رکھتا ہی، انسان جن چیزون کو اپنے اعمال کی علت قرار دیتا ہی وہ درحقیقت علت نہین ہوتین بلکہ اون کی تہ مین صرف اخلاقی روح کام کرتی ہی، لوگ اپنے عقیدہ کے موافق کہتے ہین کہ "یہ کام بخت و اتفاق سے ہوگیا"، "یہ مقصد خدا کی مہربانی سے برآیا" "یہ بات تقدیر سے ہوگئی"، لیکن یہ تمام خیالی چیزین ہین، اونکا اصلی سبب صرف اخلاقی روح ہے،

قومی زندگی کی بنیاد صرف اخلاق ہی کے ستون پر قائم ہی، عقل اور دماغ کا حصہ اوسمین بہت کم ہی، رومن قوم اپنے تنزل و انحطاط کے زمانے مین عقلی حیثیت سے اپنے آبا و اجداد کی بہ نسبت زیادہ طاقتور تھی، تاہم چونکہ اپنی آبائی وراثت یعنے اقدام، عزم، شجاعت، جانبازی غرض اون تمام اخلاق کو جن کے ذریعہ سے اونکے آبا و اجداد نے ترقی کی تھی، کھو چکی تھی اسلیے

بالآخر تنزل کے غار مین گر پڑی،

اخلاق ہی کی استواری نے ہندوستان کے تیس کرور باشندون کو ساٹھ ہزار انگریزون کا غلام بنا دیا ہے، حالانکہ عقلی حیثیت سے ہندوستان مین بہت سے لوگ ہین جو انگریزون کے دوش بدوش کھڑے ہوسکتے ہین، بلکہ بعض فلسفیانہ مباحث مین اون پر ترجیح دیجاسکتی ہی، ہندوستان ہی کی تخصیص نہین بلکہ اخلاق ہی نے انگریزون کو نوآبادیون کی اوس عظیم الشان سلطنت کا حاکم بنا دیا ہی، جس کی نظیر سے دنیا کی تاریخ خالی ہی،

جماعت انسانی کا نظام، مذہب کی بنیاد، سلطنتون کا معیار، صرف اخلاق کی سطح پر قائم ہے عقل کو اوسمین کوئی دخل نہین، تمام قومین اخلاق ہی کے ذریعہ سے حس و حرکت کرتی ہین، اور صرف غور و فکر کرنے سے دنیا کا کام نہین چلتا، لیکن ہر قوم اپنے مزاج عقلی کے موافق اپنا ایک

ط۱ علم النفس کے علماء کے نتائج اعمال کی بے اثری اور کمی کا سبب یہ ہی کہ اونھون نے اپنی تحقیقات کو صرف عقلی مسائل تک محدود کر دیا ہے اور اخلاقی مباحث کی طرف سے آنکھین بند کرلی ہین، میری دانست مین صرف موسیو پولھان نے رسالہ اخلاق مین اخلاق کی اہمیت کی طرف اشارہ کیا ہی، اور بتایا ہی کہ صرف اخلاق ہی قومون کے مزاج عقلی کو پیدا کرسکتا ہی، ایک اور عالم موسیو ریبو نے بھی چند اوراق مین اس حقیقت پر روشنی ڈالی ہے، وہ کہتا ہے کہ "عقلی انقلابات مین ذہانت دوسرے درجہ کا انقلاب ہی، اصلی سنگ بنیاد صرف اخلاق ہی جب عقل غیر معمولی نشو و نما حاصل کرلیتی ہی تو اکثر اخلاق کو فنا کر دیتی ہی"، اس بنا پر اقوام نفسیہ کی بحث اور اونکے باہمی مقابلہ مین ہمیشہ اخلاق کو پیش نظر رکھنا چاہیے کیونکہ علم الاخلاق کی اہمیت کو نظر انداز نہین کیا جاسکتا، وہ ہر قوم کی تاریخ کا ماخذ ہی، اسی سے ہر قوم کے مدبرین کو راہ ہدایت ملتی ہی، اور اگر یہ مشکل ہوتی کہ وہ کارخانون اور کتابون کے اوراق مین نہین ملتا، بلکہ اوسکی تحقیق کے لیے دفتر کے دفتر اولٹنے پڑتے ہین، اور مختلف قومون کے حالات سے واقفیت حاصل کرنی ہوتی ہے تو در حقیقت یہ نہایت عجیب بات ہوتی کہ علماء نے آجتک اس فن کو مدون نہین کیا بلکہ ہم کو علم النفس کے مصنفین جدید مین کوئی شخص ویسا نہین ملتا جس نے اسکی طرف توجہ کی ہو کیونکہ اب وہ پہلے مباحث کو چھوڑ کر علم التشریح اور فزیالوجی کی طرف زیادہ مائل نظر آتے ہین،

خاص نظام زندگی مرتب کرتی ہو اور اوس پر عمل پذیر ہوتی ہو، اس خصوصیت کی وجہ یہ ہو کہ ہر انسان پر اشیا خارجی کا ایک خاص اثر پڑتا ہو اور اس مخصوص اثر کی بنا پر اسمین ایک خاص خیال اور ایک خاص احساس پیدا ہوجاتا ہو اور وہ اوسکے لیئے ایک خاص طریقۂ عمل مقرر کردیتا ہو، جو اُن لوگون سے بالکل مختلف ہوتا ہو جن کا مزاج عقلی اوس سے مختلف ہو، اس سے یہ نتیجہ پیدا ہوتا ہے کہ جو لوگ باہم مزاج عقلی مین اختلاف رکھتے ہین وہ ایک دوسرے کی حقیقت سے واقف نہین ہوسکتے،

اخلاق کا یہی اختلاف قومی منافرت کا سنگ بنیاد ہو، اور جو لوگ تاریخ کا مطالعہ کرتے ہین جبتک اون کو یہ معلوم نہ ہو کہ ہر قوم احساس، عقل، اور عمل مین دوسری قوم سے مختلف ہوتی ہو، اور اس اختلاف کی بنا پر کوئی قوم دوسری قوم کی حقیقت کو صحیح طور پر نہین سمجھ سکتی، اون کا مطالعہ نتیجہ خیز نہین ہوسکتا، یہ سچ ہو کہ مختلف قومون کی زبانون مین بہت سے الفاظ مرادف ہوتے ہین، لیکن اس اتحاد معنوی کے ساتھ یہ الفاظ ہر قوم کے دلمین جو جذبات وخیالات پیدا کرتے ہین، وہ باہم مختلف ہوتے ہین، قومی خیالات کے اختلافات کا صحیح اندازہ صرف اوس شخص کو ہوسکتا ہو جو غیر قومون کے ساتھ ایک مدت تک زندگی بسر کرے، اونکی زبان سیکھے اونہی کی سی تربیت پائے، ان خیالات سے واقف ہونے کا ایک ذریعہ یہ بھی ہے کہ مختلف قومون کے متمدن مرد اور عورت مین زناشوئی کے تعلقات پیدا کیئے جائین، اس حالت مین عقلی حیثیت سے دونون مین عظیم الشان فرق نظر آئیگا، یعنے عورت جسقدر تعلیمی ترقی کرتی جائیگی دونون کے مصالح اور دونون کے احساسات مین اشتراک واتحاد پیدا ہوتا جائیگا لیکن معقولات کی ترتیب وتنظیم مین دونون کا قیامت تک اتفاق نہ ہوگا، کیونکہ دونون کے مزاج عقلی مین سخت اختلاف ہو اسلیئے اشیاء خارجی کا جو اثر ایک پر پڑتا ہو، وہ دوسرے پر نہین پڑ سکتا،

مزاج عقلی کے اسی اختلاف کی بنا پر متمدن قومین اپنے تمدن و تہذیب کو غیر متمدن قومون مین منتقل نہین کرسکتین، جو لوگ دنیا مین صرف عقلی حکومت قائم کرنا چاہتے ہین اونکا خیال ہے کہ تعلیم اس مشکل کو حل کردیگی، تمام دنیا نے اون کی رائے کو قبول کر لیا ہے، لیکن میرے نزدیک اس سے زیادہ مضر اور اس سے زیادہ بے اثر کوئی خیال نہین ہوسکتا، بے شبہہ ایک غیر متمدن آدمی اپنی فطری قوت حافظہ سے یورپ کے تمام علوم و فنون پر حاوی ہوسکتا ہے، بے شبہہ ایک حبشی، یا ایک جاپانی نہایت آسانی کے ساتھ بیرسٹری کی سند حاصل کرسکتا ہے، لیکن بااینہمہ اوس پر ان علوم و فنون کا صرف سطحی رنگ چڑھ سکتا ہے جس سے اوسکا مزاج عقلی متاثر نہین ہوسکتا، اسلئے یورپین دماغون کے غور و فکر کا طریقہ، بالخصوص یورپین اخلاق و عادات اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم بھی اون مین نہین پیدا کرسکتی، کیونکہ وہ صرف وراثت ہی کے ذریعہ سے پیدا ہوسکتے ہین، یہی وجہ ہے کہ ایک حبشی یا ایک جاپانی تمام ڈگریان حاصل کرنے کے بعد بھی اخلاقی حیثیت سے ایک معمولی یورپین کی بھی ہمسری نہین کرسکتا، وہ دس برس کی مدت مین اون تمام علوم و فنون کو حاصل کرسکتا ہے جن کو ایک انگریز حاصل کرتا ہے، لیکن وہ ہزار برس مین بھی عملی طور پر انگریز نہین بن سکتا، یہی وجہ ہے کہ جب کوئی قوم آسانی کے ساتھ اپنی زبان، اپنے عقائد، اور اپنے نظام زندگی کو بدلنا چاہتی ہے تو یہ تغیر صرف ظاہری اور سطحی ہوتا ہے، البتہ جب وہ پہلے اپنی قومی روح مین تغیر پیدا کرلیتی ہے تو ان چیزون مین بھی حقیقی تغیر پیدا ہوجاتا ہے،

چوتھی فصل

قومون کے افراد کے درمیان فرق مراتب

کوئی قوم جس قدر ترقی کرتی ہی، اوسکے افراد مین وسی قدر فرق مراتب پیدا ہوجاتا ہی، غیر متمدن قومون کے افراد قوائے عقلیہ مین مساوی الرتبہ ہوتے ہین، قومون کے فرق مراتب کا اندازہ صرف طبقۂ اعلیٰ کے باہمی موازنہ سے ہو سکتا ہی، طبقۂ متوسطہ کو اس مین دخل نہین، اقوام د افراد کے درمیان تمدنی ترقی سے یہ فرق مراتب اور بھی زیادہ ہوجاتا ہی، اس فرق مراتب کا نتیجہ، اون اسباب نفسیہ کی بحث جو اس فرق مراتب کی وسعت کو روک دیتے ہین، متمدن اقوام کے افراد مین قوائے عقلیہ کے لحاظ سے بہت بڑا فرق ہوتا ہی، لیکن اخلاق مین یہ فرق کم نظر آتا ہے، قانون توارث ہمیشہ ترقی یافتہ افراد کو ایک معتدل قومی روش کی طرف لیجاتا ہے، علم تشریح کے وہ مشاہدات جنسے اقوام، افراد، اور انواع کے اس تدریجی فرق مراتب کی تائید ہوتی ہی،

متمدن، اور غیر متمدن قومون کے درمیان صرف نفسانی اور جسمانی امتیازات کی حد فاصل حائل نہین ہوتی، بلکہ جو عناصر ہر قوم کی تکوین کا مایۂ خمیر ہین، اون مین بھی یہ دونون قومین ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہین، غیر متمدن قومون کے تمام افراد یعنی مرد اور عورت دونون کی عقلی سطح تقریباً یکسان اور ہموار ہوتی ہے، اور

اسی وجہ سے اون مین وہ عام مساوات پائی جاتی ہے، جس کا خواب اس زمانے کے سوشلیسٹ دیکھا کرتے ہین، لیکن ترقی یافتہ قومون کے افراد بلکہ انواع مین بھی اس حیثیت سے عظیم الشان فرق ہوتا ہے، لیکن ان قومون مین بھی چونکہ تمدن کا اثر طبقہ متوسطہ پر کم پڑتا ہے، اس لیے وہ اس فرق و امتیاز کا معیار نہین قرار دیا جا سکتا بلکہ اس فرق مراتب کا اندازہ صرف قوم کے طبقہ اعلیٰ کے ذریعہ سے ہو سکتا ہے،

چنانچہ چین، یورپ، اور ہندوستان کے طبقات عالیہ ہی مین یہ فرق مراتب زیادہ نظر آتا ہے، اور طبقہ متوسطہ مین اوس کی خفیف سی جھلک پائی جاتی ہے،

تمدن کو جس قدر ترقی ہوتی جاتی ہے، اوسی قدر اس فرق مراتب کا دائرہ وسیع ہوتا جاتا ہے، بالخصوص اقوام متمدنہ کے افراد مین تو اس دائرہ کا محیط اور بھی زیادہ وسیع ہو جاتا ہے، اس لحاظ سے خلاف توقع تمدن انسان مین عقلی مساوات کی جگہ فرق مراتب و امتیاز پیدا کرتا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ تمدن کے زمانہ مین عقلی مشاغل کا میدان وسیع ہو جاتا ہے، اور روز بروز یہ وسعت بڑھتی جاتی ہے، اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ جو قوم یا جو طبقہ ان عقلی امور مین جس قدر زیادہ ترقی کرتا ہے، اوسی قدر وہ دوسری قومون سے ممتاز ہوتا جاتا ہے،

مثال کے طور پر کسی صنعت کو لے لو تو وہ تم کو متمدن قومون کے معمولی طبقہ مین ایک ایسی محدود شکل مین نظر آئے گی، جس سے اون کی عقلی قوت کو ترقی کا کوئی موقع نہین ملتا بلکہ وہ روز بروز اور بھی ضعیف ہوتی جاتی ہے، آج سے سو برس پہلے وہ شخص بڑا صناع خیال کیا جاتا تھا جو گھڑی کے تمام پرزون کو بنا سکتا تھا، لیکن اوسکی تمام عمر صرف اونہی چند پرزونکے تراشنے اور اونکے جلا دینے مین صرف ہو جاتی تھی، اور اس سے زیادہ اوسکو عقلی ترقی کا موقع نہین ملسکتا تھا،

لیکن اس فرمانے کے کارخانہ دارون اور انجینیرون کو اون معلومات اور اون تمام اکتشافات سے واقف ہونا پڑتا ہی جنکا آج سے سو برس پہلے وجود بھی نہ تھا، اس بنا پر مسابقت باہمی سے اون مین اولوالعزمی کا مادہ پیدا ہوتا ہی، اور اونکے ملکہ استنباط مین ترقی ہوتی ہے، جس کا لازمی نتیجہ ایک دائمی ترقی کی صورت مین ظاہر ہوتا ہے، مختلف اقوام کے اس فرق مراتب کو ٹاکوئل نے ان الفاظ مین بیان کیا ہی،

"تقسیم عمل کا قانون جس قدر وسیع اور عام ہوتا جائیگا، اوسی قدر صناع کی قوت عملیہ ضعیف اور قوت عقلیہ قوی ہوتی جائیگی، اور وہ دوسرے کا تابع ہوتا جائیگا، اسکا نتیجہ یہ ہے کہ صنعت و حرفت کو اس زمانے مین ترقی ہوئی ہے، اور صناع تنزل کی طرف مائل ہین، اور کاریگرون اور اون کے افسرون مین فرق بڑھتا جاتا ہی"

اگر تشبیہہ و تمثیل کے ذریعہ سے اس فرق مراتب کو واضح کیا جا سکتا ہے، تو اس زمانے مین عقلی ترقی کے لحاظ سے متمدن قومون کو ایک ایسے منارے سے تشبیہ دیجا سکتی ہی جس کا بلند ترین حصہ گویا قوم کا طبقہ اعلیٰ ہی، اور کم درجہ کے لوگ ضخامت کے لحاظ سے اوسکا عظیم الشان ٹکڑا ہین لیکن کنگرے کی چوٹی پر صرف علماء فضلاء، موجدین مخترعین، اور ماہرین علوم و فنون کی صورتین نظر آتی ہین، فضلاء کا گروہ اگرچہ قوم کی مجموعی تعداد کے لحاظ سے نہایت مختصر اور محدود ہوتا ہی لیکن تمدنی ترقی مین عقلی سطح کا معیار صرف اسی مختصر گروہ کو قرار دیا جا سکتا ہے سینٹ سیمن[1] نے کس قدر سچ کہا ہی،

"اگر فرانس پچاس عالم، اور اسیقدر کاریگرون اور زراعت پیشہ لوگون کو کھو دے تو یہ سمجھنا چاہیئے کہ اوس نے تمام قوم کا سر کاٹ کے الگ رکھدیا، اور تمام قوم قالب بے روح

[1] ST. SIMON

ہوگئی، لیکن اگر وہ سرکاری عہدہ داروں کو ضائع کر دے تو خوش اخلاقی کی وجہ سے تمام فرانس کو اِس کا رنج ضرور ہوگا، لیکن اس سے ملک کو نہایت خفیف نقصان پہونچے گا،،

بہرحال تمدنی ترقی کے ساتھ ساتھ قوموں کے مختلف طبقات مین یہ فرق مراتب نہایت سرعت کے ساتھ وسعت اختیار کرتا جاتا ہے اور اگر قانون توارث اُسکی ترقی کی راہ مین حائل نہ ہوتا تو طبقۂ اعلی اور طبقۂ ادنی مین یہ فرق اسقدر نمایان نظر آتا، جس قدر ایک یورپین اور حبشی بلکہ آدمی اور بندر کے درمیان نظر آرہا ہے، لیکن فرق مراتب عام طور پر اس لیئے محسوس نہین ہوتا کہ متعدد اسباب اُسکی وسعت مین خلل انداز ہوتے رہتے ہین، اولاً تو یہ فرق صرف قوائے عقلیہ مین نظر آتا ہی، نظام اخلاق یا تو کلیۃً اوس سے متاثر نہین ہوتا یا بہت کم ہوتا ہے، اسلیئے قومی زندگی مین جس کا دارمدار صرف اخلاق پر ہے عام طور پر اوسکی نمایش نہین ہوتی، دوسرے یہ کہ اس زمانے مین جماعت اپنا نظام اپنے ہاتھ مین رکھنا چاہتی ہے، اس کا لازمی نتیجہ یہ ہی کہ ہر جماعت اون لوگون سے سخت عداوت رکھتی ہی جو اوس پر تفوق و امتیاز حاصل کرنا چاہتے ہین۔ بلکہ ظن غالب یہ ہی کہ جب جماعت کا نظام مکمل ہو جائے گا تو وہ اون تمام قوائے عقلیہ کی بنیاد کو متزلزل کر دیگی جو اوسکی راہ مین حائل ہوتے ہین، اور جب یورپ مین سوشلزم کی حکومت قائم ہوجائیگی تو چند دنون مین ان برگزیدہ لوگونکا وجود بھی باقی نہ رہے گا، اس بنا پر یہ عقلی فرق مراتب علانیہ محسوس نہین ہوتا، لیکن یہ دونون سبب عارضی ہین، کیونکہ اون کو تمدن نے پیدا کیا ہی، جو خود ایک بدلنے والی چیز ہے، اسلیئے یہ دونون سبب بھی اوسکے ساتھ ساتھ بدل سکتے ہین، اس عقلی تفوق و امتیاز کا سب سے اہم، اور قدرتی سنگ راہ قانون وراثت ہی، جو کبھی اون افراد کو بالکل فنا کر دیتا ہی جو طبقہ متوسطہ پر عقلی حیثیت سے تفوق و امتیاز رکھتے ہین، اور کبھی اونکو کھینچ کر ان کے طبقہ متوسطہ کے برابر کر دیتا ہی چنانچہ قانون وراثت جن علماء کا موضوع

بحث رہا ہی نہ قدیم جیزرون کے مشاہدات سے اس نتیجہ پر پہونچے ہین کہ عقلی حیثیت سے جو طبقہ
بلند رتبہ ہوتا ہی وہ رفتہ رفتہ فنا ہوجاتا ہی، اور اکثر اوس پر فنا کا دور نہایت سرعت کے ساتھ
طاری ہوتا ہی، اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہی کہ انسان کو عقلی تفوق اوسوقت حاصل ہوتا ہے جب
اوسکی نسل ساحل فنا کے قریب آجاتی ہی، اور اگر فضلائے قوم کو معمولی درجہ کے افراد سے استحکام و
نشو و نما نہ حاصل ہوتا تو سرے سے اونکا وجود ہی قائم نہ رہتا، چنانچہ اگر ہر طبقہ کے ممتاز ترین
اشخاص کی ایک علیحدہ آبادی قائم کی جائے، اور اون مین توالد و تناسل کا سلسلہ جاری ہو تو
اونکے ذریعہ سے ایک ایسی بدترین نسل پیدا ہوگی، جو لازمی طور پر چند دنون مین فنا ہوجائیگی، باغبان
کی مصنوعی تدبیرون سے جن درختون کو غیر معمولی نشو و نما حاصل ہوجاتی ہی، وہ اگر اپنی اصلی قوت
نمو پر چھوڑ دیے جائین تو یا فنا ہوجائینگے یا اپنی اوس متوسط حالت پر آجائینگے جو اونکی نشو و نما
کی موروثی حد تھی، بعینہ یہی حال اس اعلیٰ طبقہ کا بھی ہی، جو تمام افراد پر عقلی حیثیت سے تفوق
و امتیاز رکھتا ہی، وہ ایک مصنوعی گروہ ہی جو نہایت سرعت کے ساتھ فنا ہوسکتا ہے اور طبقہ
متوسطہ نہایت آسانی کے ساتھ اوسکو اپنے اندر جذب کر سکتا ہی،

اصل یہ ہی کہ ہر قوم کے افراد مین اگرچہ عقلی حیثیت سے نمایان فرق نظر آتا ہے، لیکن
اخلاقی حیثیت سے اون سب کی سطح یکسان ہوتی ہی، اور زمانہ کے انقلابات اس چٹان کو مطلق
جنبش نہین دیسکتے، اس لحاظ سے اگر ہر قوم کی تاریخ پر اخلاقی اور عقلی دونون حیثیتون سے نظر
ڈالی جائے تو اوسکی عقلی قدر و قیمت کا انداز صرف فضلا کے ایک محدود گروہ کے ذریعہ سے
کیا جاسکیگا، جو اوسکے تمدن، تہذیب، اور علوم و فنون کا روح روان ہوگا، لیکن پوری قوم
کی قدر و قیمت کا معیار صرف طبقہ متوسطہ کو قرار دینا پڑیگا۔ کیونکہ قومی طاقت کا شیرازہ اسی گروہ کے
ہاتھ مین ہوتا ہی، یہ ممکن ہی کہ تمام قوم اس عقلی گروہ سے بے نیاز ہوجائے لیکن کوئی قوم اخلاقی

کے بغیر زندہ نہین رہ سکتی، اور اخلاق کا مظہر صرف طبقہ متوسطہ ہوتا ہے، اِس لئے قومی زندگی کا دار مدار صرف اسی طبقہ پر ہی،

اس تفصیل سے یہ نتیجہ نکلتا ہی کہ عقلی فرق مراتب کو ہمیشہ ترقی ہوتی رہتی ہی لیکن نظام اخلاق کی حالت ہمیشہ یکسان رہتی ہی، اوسکا تمام تر تعلق طبقہ متوسطہ کے ساتھ ہی، اسلئے وہ ہمیشہ متوسط حالت مین قائم رہتا ہی اور اوس کو بہ تدریج ترقی ہوتی ہے،

اخلاق اگرچہ تمام قومون مین مشترک طور پر پایا جاتا ہی، لیکن متمدن قومونمین اخلاقی طاقت کے ساتھ جب علمی قوت کی بھی آمیزش ہوجاتی ہی، تو ان دونون کی ترکیب و امتزاج سے تمدنی ترقی کا دور شروع ہوتا ہی، لیکن اس اختلاط و امتزاج کا اثر صرف تمدن ہی پر پڑتا ہی، اصل قوم اوس سے متاثر نہین ہوتی، اس لحاظ سے قوم کا اعلیٰ طبقہ ہمیشہ نیا اور پرانا ہوتا رہتا ہی، کیونکہ طبقہ متوسطہ جو تغیر و تبدل سے محفوظ رہتا ہی اوس کو نیا اور پرانا بناتا رہتا ہی،

تشریحی تحقیقات سے بھی اس فرق مراتب کا ثبوت ملتا ہی،

بار بار کے مشاہدات و تجربات سے یہ ثابت ہوتا ہی کہ انسان کی عقل اور اوسکی کھوپری کے حجم مین عظیم الشان تناسب پایا جاتا ہی، اگرچہ اس تناسب مین بعض افراد مختلف ہوتے ہین لیکن اوسکا وجود یقینی ہے،

متمدن اور غیر متمدن قومون مین جو چیز ما بہ الامتیاز ہوسکتی ہی، وہ صرف یہی نہین ہی کہ متمدن قومون کی کھوپریان بڑی ہوتی ہین، کیونکہ یہ تو معمولی درجہ کا فرق ہی، بلکہ ان دونون قومون مین اصلی فرق یہ ہی کہ متمدن قومون کا مغز اور بھیجا غیر متمدن قومون سے بہت زیادہ بڑا ہوتا ہے اس لحاظ سے قومون کے درمیان فرق مراتب افراد کے لحاظ سے ہوتا ہی، قوم کے مجموعہ سے نہین ہوتا، کیونکہ غیر متمدن قومون کے سوا مختلف قومونکے افراد کی کھوپریون مین بہت زیادہ فرق نہین ہوتا

پانچوین فصل

تاریخی قومون کی پیدائش

تاریخی قومین کیونکر پیدا ہوئین؟ وہ کونسے حالات ہین جو مختلف قومون مین اختلاط پیدا کرکے اونکو ایک قوم بنا دیتے ہین؟ مختلف قومون کے مجموعہ مین ہر قوم کے افراد کی تعداد، اونکی جسمانی و اخلاقی حالت کے اختلاف کا اثر، اِس جدید قوم کی تولید کا نتیجہ، جدید پیدا شدہ قوم کے انحطاط کا سبب اِس تولید قومی سے جو روحانی اخلاق پیدا ہوتے ہین، اونکا عدم استقلال، یہ اخلاق کیونکر مستحکم اور پائدار ہو سکتے ہین؟

قومون کی یہ تولید ایک نئی قوم کی پیدائش اور تمدن کے زوال کا سب سے بڑا سبب ہے۔ مختلف گروہون کے نظام کی اہمیت، آب و ہوا اور جغرافیانہ حالات کا اثر، آب و ہوا و جغرافیانہ حالات کا اثر صرف اوس وقت پڑتا ہی، جب کوئی قوم اپنے دور تکوین مین ہوتی ہی، اور اوسکے قدیم موروثی اخلاق کا شیرازہ درہم برہم ہو چکتا ہی، قدیم قومون پر اوسکا کوئی اثر نہین پڑتا، مختلف مثالین، یورپ کی اکثر تاریخی قومین اپنے دور تکوین مین ہین، اسکے سیاسی اور تمدنی نتائج۔ تاریخی قومون کی پیدائش کا زمانہ سُرعت کے ساتھ کیون گذر جاتا ہی؟

اوپر گذر چکا ہے کہ اِس وقت دنیا کی متمدن اقوام مین حقیقی قومون کا وجود نہین ہے، اسوقت صرف تاریخی قومین موجود ہین، جو فتوحات، سیاست، ہجرت، اور اس قسم کے دوسرے مختلف اسباب کے اثر سے پیدا ہو گئی ہین، اور اس لئے وہ مختلف الجنس اور مختلف الاصل افراد سے مرکب ہین، اب ہم

یہ بتانا چاہتے ہین کہ مختلف قومین باہم مل کر کس طرح ایک تاریخی و متحد الاخلاق قوم بنجاتی ہین، لیکن اسکے پہلے یہ بتا دینا ضروری ہی کہ متعدد قومین ایسی ہین جو ایک ساتھ رہنے کے بعد بھی دوسری قوم سے بالکل الگ تھلگ رہتی ہین، اور اونمین کسی قسم کا اختلاط و امتزاج نہین پیدا ہوتا مثلاً جرمن، ہنگرین، اور سلافی قومین باوجودیکہ **اسٹریا** کے زیر حکومت ایک ہی ملک مین زندگی بسر کرتی ہین، لیکن اون مین ہر قوم دوسری قوم سے الگ ہی اور اون مین آج تک کسی قسم کا میل جول پیدا نہین ہوا۔ اسی طرح آئرش قوم اگرچہ **انگلستان** کی محکوم ہی لیکن اوس نے اپنی تمام قومی خصوصیات کو محفوظ رکھا ہی، اسکے بالکل برعکس نہایت پست درجہ کی قومین مثلاً آسٹریلین اور ٹسمانی[1] وغیرہ متمدن اقوام مین جذب ہوتی جاتی ہین، کیونکہ تجربہ سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر غیر متمدن قوم مہذب قومون کے میل جول سے فنا ہو جاتی ہے،

اس سے ظاہر ہوتا ہی کہ قومون کا اختلاط و اتحاد محض اتفاقی اجتماع کا نتیجہ نہین ہے بلکہ وہ ایک مستحکم اصول کا پابند ہی جس کے لئے تین شرطین لازمی ہین،

(۱) جن قومون کی ترکیب و امتزاج سے ایک جدید قوم پیدا ہونے والی ہی، اونکے افراد کی تعداد مین بہت زیادہ تفاوت نہ ہونا چاہیئے،

(۲) اون کے اخلاق مین بہت زیادہ اختلاف نہین ہونا چاہیئے،

(۳) ایک طویل زمانہ تک اونکو ایک ہی آب وہوا مین زندگی بسر کرنی چاہیئے،

لیکن ان تمام شرائط مین پہلی شرط سب سے زیادہ اہم ہے، کیونکہ ہم کو صاف نظر آتا ہے۔ کہ اگر چند یورپین ہجرت کرکے حبشیون کے درمیان اقامت اختیار کرین تو وہ بالکل فنا ہو جائینگے، اون کی اولاد کی رگون مین یورپین خون کا ایک قطرہ بھی باقی نہ رہیگا۔ اسی بنا پر

[1] باشندگان ٹاسمانیہ، ٹاسمانیہ آسٹریلیا کے جنوب مین ایک جزیرہ ہی، جہان انگریزونکی حکومت ہی،

بہت سی فاتح قومین اون مفتوح قومون کے اندر جذب ہو گئین جنکی تعداد فاتح قوم سے زیادہ تھی،
اہل عرب مصر مین اپنے تمدن، اپنی صناعی، اور اپنی زبان کے بہت سے یادگار آثار چھوڑ آئے،
لیکن قلت تعداد کی وجہ سے وہان اپنے خون کا ایک قطرہ بھی نہ چھوڑا،

دوسری شرط بھی خاص اہمیت رکھتی ہی، اگرچہ بظاہر دو مختلف الاخلاق قومون مین
اختلاط و امتزاج پیدا ہو سکتا ہی، یہان تک کہ حبشی اور یورپین بھی باہم مل سکتے ہین، لیکن اس
حالت مین جو قوم پیدا ہوتی ہی وہ نہایت غیر متمدن اور غیر مہذب ہوتی ہی، نہ وہ خود کوئی تمدن
پیدا کر سکتی، نہ کسی تمدن کو قائم رکھ سکتی، اس کی وجہ یہ ہی کہ دونون قومون کا یہ اختلاف
دونون کے نظام اخلاق کو درہم برہم کر دیتا ہی، اسلئے وہ قوم جو اس قسم کے اجزاء مختلفہ سے
پیدا ہوئی ہے، جب کسی تمدن کی وارث ہو جاتی ہی، تو اوسکو دفعتہً برباد کر دیتی ہی، چنانچہ
سان ڈومنیج[1] کے باشندون کے حالات سے اسکی تائید ہو سکتی ہی، اسکے بخلاف اگر دو متمدن قومون
مین اخلاقی حیثیت سے تشابہ ہو تو اونکی ترکیب تمدنی ترقی کا سب سے قوی اور موثر سبب
بنجاتی ہے، امریکہ مین جرمنون اور انگریزون کے اسی اختلاط نے اسقدر اعلیٰ درجہ کا
تمدن پیدا کر دیا ہے، لیکن اگر دونون قومون مین اس قسم کی ہمرنگی نہ پائی جائے تو
اون کے اختلاط سے بدترین نسل پیدا ہوتی ہی، یہی وجہ ہی کہ جن قومون مین سپید اور سیاہ رنگ
کے انسانونکی مخلوط نسل زیادہ ہی اونمین ہمیشہ مطلق العنانی پائی جاتی ہی، اور صرف ایک پنجۂ
فولادی ہی اونکو قابو مین رکھ سکتا ہی، برازیل[2] جس مین سپید رنگ کے انسانون کی تعداد
تہائی سے زیادہ نہین، اس نتیجہ کو دنیا کے سامنے نہایت وضاحت کے ساتھ پیش کرنے والا ہی،

---

[1] اس نام کی تصحیح نہ ہو سکی،

[2] BRAZIEL جنوبی امریکہ کی سب سے بڑی ریاست ہی نظام حکومت جمہوری اور ۰۰۰۰۰۰۷ کی آبادی ہی،

آگاسیز[1] نے یہ بالکل صحیح رائے قائم کی ہے کہ

"قوموں کے اختلاط سے جو انقلاب پیدا ہوتا ہے، وہ ایک سیاح کو تاقابل انکار طریقہ پر برازیل میں ہر جگہ سے زیادہ نمایاں نظر آئے گا یہ اتحاد آمیز اختلاط یورپین حبشی اور ہندو قوم کے تمام محاسن کو یکساں طور پر برباد کر رہا ہے اور عقلی اور جسمانی حیثیت سے ایک ایسی کمزور نسل پیدا کر رہا ہے جو دائرۂ بیان سے خارج ہے"

حقیقت یہ ہے کہ اس قسم کا قومی اختلاط ہر قوم کے جسمانی اور عقلی مزاج کو بدل دیتا ہے، اور صرف وہی ایک ایسی چیز ہے جسکے ذریعہ سے قوم کے اصلی اخلاق میں تغیر پیدا کیا جا سکتا ہے، اخلاق ایک موروثی چیز ہے، اور وراثت کو صرف وراثت ہی زائل کر سکتی ہے، اسلئے جب دو قوموں کے امتزاج و اختلاط پر ایک زمانہ گذر جاتا ہے، تو اوس کے اثر سے ایک جدید قوم پیدا ہو جاتی ہے، جو جسمانی اور روحانی اوصاف کے لحاظ سے بالکل ایک جدید قوم ہوتی ہے، ابتدا میں اس طریقہ سے اخلاق کی تولید تدریج ہوتی ہے اور اوس کا اثر بہت کم ظاہر ہوتا ہے، لیکن جب اسطرح ایک زمانہ گذر جاتا ہے اور وہ موروثی ہو جاتے ہیں تو انہیں استحکام پیدا ہو جاتا ہے، دونوں قوموں کے اختلاط کا پہلا اثر یہ ہوتا ہے کہ وہ دونوں کی روح یعنے اون احساسات و خیالات کو فنا کر دیتا ہے جنکی تہ میں قومی قوت کا خزانہ چھپا ہوا رہتا ہے، اور جنکے بغیر کوئی قوم زندہ نہیں رہ سکتی، قومی زندگی میں یہ زمانہ سب سے زیادہ سخت گذرتا ہے کیونکہ یہ نشوونما کا زمانہ ہوتا ہے، اور بچپن کی زندگی نہایت نرم و نازک ہوتی ہے، دنیا کی تمام قوموں پر یہ دور گذر چکا ہے، یورپ کی ہر قوم کا سنگ بنیاد دوسری قوموں کے کھنڈر پر رکھا گیا ہے اور وہ اندرونی فرق و امتیاز، اور مختلف انقلابات کا مرکز ہے، اور جب تک جدید

[1] اس نام کی تصحیح نہ ہو سکی،

متحدہ نظام اخلاق مکمل نہ ہوجائیگا، یورپ مین یہ کشمکش قائم رہے گی،،

ان تمام مباحث سے یہ نتیجہ نکلتا ہی کہ نئی قومون کی پیدایش اور پرانی قومون کے زوال کا اصلی سبب مختلف قومون کی یہی آمیزش ہی، اور اس لحاظ سے جو متمدن قومین اپنے آپ کو اجنبیون کی آمیزش سے الگ تھلگ رکھتی ہین، وہ نہایت دوراندیش ہین، اگر قومی تعصب نے آریون کی قومیت کو محفوظ نہ رکھا ہوتا تو جس زمانہ مین (یعنے آج سے تین ہزار برس پہلے) اُنکی ایک مختصر تعداد نے ہندوستان پر حملہ کیا تھا اُسیوقت اُنکا قومی نظام درہم برہم ہوجاتا، اور وہ سیاہ فام قوم اونکو نگل گئی ہوتی جو چارون طرف سے اونکا احاطہ کئے ہوئے تھی، اسلیے آج جزیرہ نمائے ہند مین تمدن کا وجود نظر نہ آتا، اگر انگریز اس معاملہ مین سہل انگاری سے کام لیتے تو ہندوستانکی سلطنت اونکے ہاتھ سے کب کی نکل چکی ہوتی، غرض یہ ممکن ہی کہ کوئی قوم اپنے تمام مشخصات کو کھو دے سخت ترین مصائب مین مبتلا ہوجائے، اور پھر اپنی قدیم مردہ قوتون کو زندہ کرکے دوبارہ اپنی ہستی کو قائم کرلے، لیکن یہ بالکل ناممکن ہی کہ کوئی قوم اپنی روح کو فنا کرکے دوبارہ خواب مرگ سے بیدار ہوجائے،

جب کسی قوم کے تمدن کو زوال ہونے لگتا ہی اور وہ طوعًا یا کرہًا جنگجو قومون کا شکار بن جاتی ہی، تو اوس وقت اس اختلاط کا اثر نمایان ہوتا ہی، یعنے اوسکا قدیم اخلاق فنا ہوجاتا ہے اور اوسکی جگہ جدید اخلاق پیدا ہوجاتے ہین، اب قدیم قومی روح کے فنا ہونے سے قدیم تہذیب کی بنیاد بالکل متزلزل ہوجاتی ہی اور جدید تمدن کیلئے میدان صاف ہوجاتا ہے،

جب کوئی جدید قوم ان ادوار مختلفہ سے گذر کر اپنے دور تکوین مین داخل ہوتی ہی، تو تیسری شرط یعنے آب و ہوا اور مقامی خصوصیات کا اثر ظاہر ہوتا ہی، قدیم قومین اگرچہ اس سے بہت کم متاثر ہوتی ہین، لیکن جدید پیدا ہونے والی قوم پر ان حالات کا شدت کے

ساتھ اثر پڑتا ہی، کیونکہ اس اختلاط کے ذریعہ سے اوسکے قدیم اخلاق بالکل برباد ہو جاتے ہین، اور جدید اخلاق کی نشو و نما اور استحکام کے لیئے راستہ صاف ہو جاتا ہی، اسلیئے اس خالی زمین آب و ہوا اور جغرافیانہ حالات کا اثر نہایت آسانی کے ساتھ پڑ جاتا ہی، اور اوس وقت ہر قوم کی پیدایش کا زمانہ ختم ہو جاتا ہی، چنانچہ فرنچ قوم اسی طور پر پیدا ہوئی ہی، لیکن اس اثر مین مختلف حالات کے لحاظ سے کمی بیشی ہوتی رہتی ہی، اور اسی وجہ سے اسکے متعلق علما مین سخت اختلاف پیدا ہو گیا ہی، لیکن ہماری رائے مین جو قومین اپنے دور تکوین مین ہوتی ہین، اونپر یہ اثر نہایت شدت کے ساتھ پڑتا ہی، اور جو قومین قدیم اور موروثی اخلاق کی مالک ہین اون پر اسکا مطلق اثر نہین ہوتا،

اخلاقی حیثیت سے جغرافیانہ حالات کی بے اثری خود ہمارے تمدن سے ظاہر ہوتی ہی، ایک مدت سے مشرقی قومون کے ساتھ ہمکو اختلاط حاصل ہی، لیکن ہمارے تمدن نے اونپر مطلق اثر نہین کیا، چنانچہ جو چینی ولایات متحدہ مین اقامت گزین ہین اونکی اخلاقی حالت سے یہ بے اثری مشاہدۃً نظر آتی ہی، مادی اور مقامی حیثیت سے بھی اُسکا اثر بہت کم پڑتا ہی، یہی وجہ ہی کہ کوئی قوم اجنبی ملک مین بمشکل زندگی بسر کر سکتی ہی، علانیہ نظر آتا ہی کہ جب کوئی آدمی، کوئی جانور، اور کوئی پودا اپنے وطن سے غیر ملک مین جاتا ہی تو فنا ہو جاتا ہی، تقریباً دس قومون نے مصر کو فتح کیا، اور وہ آج ان تمام قومون کا مقبرہ بنا ہوا ہی، لیکن کوئی فاتح قوم وہان اقامت گزین نہ ہو سکی، وہان یونانی، رومی، ایرانی، عرب، ترک سبھی آئے، لیکن کسی نے اوس سرزمین مین اپنے خون کا ایک قطرہ نہ چھوڑا، مصر کی مقامی خصوصیات کا اصلی نمونہ صرف وہ کاشتکار ہی جس کا سیمائے سخن گو صاف بتاتا ہی کہ وہ ان لوگون کی نسل سے ہی جنکی تصویرین سات ہزار برس سے اونکے در و دیوار پر مصر کی صناعی کا بہترین نمونہ پیش کر رہی ہین،

یورپ کی تمام بڑی بڑی تاریخی قومین ابتک اپنے دور تکوین مین ہین، اور اس لیئے

انگریزون کے سوا مغرب کی ہر قوم کا نظام اخلاق اب تک ناقمل ہی، صرف انگریزی قوم ایک
ایسی قوم ہی جس کے اخلاق مستحکم ہو چکے ہین، چنانچہ برٹن، سکسن، نارمندی گروہ کی تمام اخلاقی
خصوصیات مٹ گئی ہین اور اون کے بجائے ایک جدید متحدہ نظام اخلاق قائم ہوگیا ہی فرانس کے
مختلف طبقات مین ابتک نمایان فرق و امتیاز موجود ہی، فرانس کے علاوہ اگرچہ دوسرے
ممالک مین ایک متوسط طبقہ پیدا ہو گیا ہے، لیکن افسوس ہی کہ اس طبقے کے خیالات اور اخلاق مین
بھی فرق نظر آتا ہی، اور اس لحاظ سے کوئی ایسا جامع دستور العمل مشکل بنایا جا سکتا ہی جو ہر ایک
کیلئے موزون ہو، اگر سلطنت کا زور نہ ہوتا تو وہ لوگ بہت سی عقلی باتون مین بھی باہم متحد نہ ہوتے،
اہل فرانس کے احساسات، معتقدات، اور سیاسیات مین جو اختلاف نظر آتا ہی، وہ مزاج عقلی کے
اسی اختلاف کا نتیجہ ہی، لیکن ان تمام اختلافات کو صرف زمانہ ہی کا پرزور ہاتھ مٹا سکتا ہی،

جن قومون مین باہم کشمکش پیدا ہوتی ہی، اون سب کا یہی حال رہ چکا ہی، اونکے تمام منازعات
و اختلافات کا سرچشمہ مزاج عقلی کا یہی اختلاف تھا، اس لئے جب ان قومونکی نسل نے وسعت حاصل
کی تو ان مختلف المزاج لوگون کا ایک جھنڈے اور ایک قانون کے تحت مین رہنا سخت مشکل ہو گیا،
دنیا کی تاریخ بتاتی ہی کہ جن لوگون نے اس قسم کی مختلف المزاج قومون پر حکومت کرنا چاہا ہی وہ خود
مٹ گئے ہین، تمام موجودہ قومون مین صرف انگریزون اور ہالینڈ کے باشندون کے آگے ایشیا کی
مختلف قومون نے اپنی اپنی گردنین جھکا دی ہین، لیکن اونکو یہ کامیابی صرف اسلئے حاصل ہوئی ہی کہ
اونھون نے کسی قوم کے مذہب اور اخلاق سے کسی قسم کا تعرض نہین کیا ہی بلکہ اونکو اس قسم کی آزادی
عطا کی ہی جسکی وجہ سے گویا وہ خود اپنے اوپر حکومت کر رہی ہین، حکومت کا اثر صرف ٹکس، تجارت
اور امن و امان تک محدود ہی، مذہب اور اخلاق پر اسکا کوئی اثر نہین ہی، لیکن مسامحت اور
بے تعصبی کی ان مستثنی اور قلیل الوجود مثالون کے سوا، کوئی ایسی عظیم الشان سلطنت جو مختلف قومون پر

مشتمل ہو، بجز قوت کے قائم نہین رہ سکتی اور قائم ہونے پر بھی قوت کے زوال پذیری کے ساتھ ہمیشہ فنا ہو جانے کے خطرہ مین مبتلا رہتی ہی،

ہر جدید قوم کے عناصر متحدہ مین جب تک بہ تدریج امتزاج نہ پیدا ہو جائے جب تک اون مین ایک طویل اختلاط نہ ہو، جبتک وہ ایک آسمان کے نیچے مدتون زندگی نہ بسر کر لین، جبتک وہ ایک ہی قسم کی آب وہوا سے اثر پذیر نہ ہون، جبتک وہ ایک ہی نظام اور ایک ہی عقیدہ کی پابند نہ بنائے جائین، اوسوقت تک وہ قوم جدید قوم نہین بن سکتی لیکن جب یہ تمام باتین جمع ہوجاتی ہین تو ایک زمانہ کے بعد ان تمام اجزا رکی ترکیب سے ایک مستقل قوم پیدا ہو جاتی ہی،

دنیا کی عمر جس قدر طویل ہوتی جائیگی اوسیقدر ہر قوم کا رسوخ، واستحکام ترقی کرتا جائیگا، اور اختلاط واتحاد کے تدریجی اثر سے اون مین بہت کم تغیر پیدا ہوگا، انسانیت جب اپنی زندگی کا ایک دور ختم کریگی، اوس وقت موروثی موثرات کے اثر سے گرانبار نظر آئیگی اور اپنی اصلی حالت کا بدلنا اوسکے لیے محال ہو جائیگا، اور اس لحاظ سے یہ کہا جاسکتا ہی کہ یورپ کی تاریخی قومون کا دور تکوین اب عنقریب گذر جانے والا ہے،

دوسرا باب

تمدنی عناصر مین قومون کے اخلاق کا ظہور

پہلی فصل

تمدنی عناصر ہر قوم کی خارجی روح کے مظاہر ہین

تمدن کے عناصر ہر قوم کی خارجی روح کے مظاہر ہین، اقوام کے اختلاف سے ان عناصر کی اہمیت کا اختلاف، اصل اہمیت کے لحاظ سے عقلی قوا، فنون لطیفہ، آداب رسوم وغیرہ کا قومی حیثیت سے پہلا درجہ ہوتا ہی، زمانہ قدیم مین مصری، یونانی، اور رومن قومون کے ذریعہ سے اسکی مثال. فنون لطیفہ کے ذریعہ سے مثال، فنون لطیفہ کس چیز پر دلالت کرتے ہین؟ تمدن کا صرف ایک عنصر تمدنی ترقی کی دلیل نہین ہوسکتا، تمدن کے وہ عناصر جن کی ترقی کے کسی قوم مین بکثرت اسباب پیدا ہوگئے، یہ تمدنی عناصر بعض اوقات فلسفیانہ حیثیت سے نہایت کم درجہ رکھتے ہین، لیکن اجتماعی حیثیت سے اونکی قدر و قیمت بہت زیادہ ہوتی ہی۔

تمدن کے عناصر یعنے زبان، نظام سیاست، عقائد، خیالات، فنون لطیفہ اور لٹریچر، ہر قوم کی روح کا مظہر خارجی ہوتے ہین لیکن ہر قوم اور ہر زمانے مین وہ ایک ہی طریقہ سے اُس پر دلالت نہین کرتے، فنون لطیفہ پر آج جو کتابین لکھی جاتی ہین تقریبًا اون سب مین یہ ثابت کیا جاتا ہے کہ یہ تمام صناعیان اوس قوم کے خیالات کی ترجمان ہین جنھون نے انکو ایجاد کیا ہی اور نیز یہ کہ انہی کے ذریعہ سے اون کے تمدن کا اندازہ کیا جا سکتا ہی۔

بے شبہہ اکثر اوقات واقعات سے بھی اسکی تائید ہوتی ہی، لیکن اسکو کوئی کلیہ نہین قرار

دیا جا سکتا، کیونکہ کسی قوم کی عقلی ترقی کے لئے فنون لطیفہ کوئی لازمی چیز نہین ہین، دنیا مین بعض قومونکی تمدنی ترقی کا دیباچہ زرین اگرچہ صرف فنون لطیفہ کو قرار دیا جا سکتا ہے، لیکن بعض قومین ایسی بھی ہین جن کے اعلیٰ تمدن مین فنون لطیفہ کو کوئی اہمیت حاصل نہین ہے، اگر ہم ان تمام تمدنی عناصر مین صرف ایک ایک عنصر کے اعتبار سے ہر قوم کے تمدن کی تاریخ مرتب کرنا چاہین، تو ہم کو ہر قوم کی تاریخ مین ایک خاص عنصر کو نمایان کرنا پڑے گا، کسی کے ساتھ فنون لطیفہ کو تخصیص ہوگی کہین فوجی زندگی کی ہنگامہ آرائیان نظر آئینگی، کہین تجارت کی گرم بازاری کا تماشہ نظر آئیگا، غرض ہر قوم کا الگ الگ تمدنی کارنامہ قرار دینا پڑیگا، لیکن سب سے پہلے ہمکو اسی مسئلہ پر بحث کرنی چاہیئے کیونکہ اس سے اون اسباب کا پتہ چلسکتا ہے جن کے ذریعہ سے تمدنی عناصر ایک قوم سے دوسری قوم مین منتقل ہو کر مختلف قالب اختیار کر لیتے ہین اور اون مین نمایان فرق پیدا ہو جاتا ہے،

تمدنی عناصر کی نشو و نما کے لحاظ سے قدیم مصری اور رومن قومون کے درمیان یہ فرق اس شدت کے ساتھ نظر آتا ہے کہ ایک ہی عنصر کی مختلف شاخون مین یہ اختلاف محسوس ہوتا ہے، چنانچہ مصری قوم کی تمدنی ترقی مین لٹریچر اور نقاشی کا درجہ بالکل پست تھا، اور اونکی قوت اختراع صرف فن تعمیر اور بت تراشی مین اپنا کمال دکھاتی تھی، اس زمانہ کو اہل مصر کی عظیم الشان عمارتون پر ناز تھا، اور وہ ہمارے لئے فن بت تراشی کے بہت سے ایسے اعلیٰ ترین نمونے چھوڑ گئے ہین جن کو اس فن کی ترقی کا ایک اعلیٰ معیار قرار دیا جا سکتا ہے[1] یونانیون نے بے شبہ ان پر اس حیثیت سے تفوق حاصل کر لیا تھا، لیکن اس تفوق کا زمانہ نہایت مختصر اور محدود تھا، مصریون کی حریف مقابل صرف رومن قوم ہو سکتی ہے، جس نے تاریخ مین ایک یادگار زمانہ چھوڑا ہے، تقلید اور تتبع کے لئے اس قوم کے سامنے فنون لطیفہ کے اعلیٰ ترین نمونے، اور اعلیٰ ترین مثالین موجود تھین اسکا

---

[1] اس موقع پر مصنف نے ان نمونون کے چند نام بھی بتائے ہین، جنکو نامانوس ہونے کی وجہ سے ہمنے چھوڑ دیا ہے،

زمانہ مصریون اور یونانیون کے زمانے سے بالکل قریب تھا، لیکن باانیہمہ اوس نے اپنے لئے کوئی خاص صنعت ایجاد نہین کی دنیا کی تمام قومون مین فنون لطیفہ کی اختراعات کے لحاظ سے صرف رومن قوم سب سے زیادہ گمنام ہے، کیونکہ اوسکو انکے ساتھ مطلق اعتنا نہ تھا، اور وہ اونکی طرف صرف مالی فوائد کی غرض سے توجہ کرتی تھی اسلئے اونکو سونا، چاندی، عطر اور مصالح کی طرح ایک تاجرانہ چیز سمجھتی تھی، وہ اگرچہ ترقی کی معراج کمال کو پہونچ گئی تھی لیکن اوسکی کوئی خاص ملکی صنعت نہ تھی، یہان تک کہ جب اوسکی سلطنت کو استحکام حاصل ہوگیا، مال و دولت کی بہتات ہوگئی، خود اوسکو آرایش اور زیب و زینت کا شوق پیدا ہوگیا، اور اس ذریعہ سے اوسکے وہ جذبات کسی قدر متاثر ہوئے، جو فنون لطیفہ کے بال و پر ہین، تو اس عالم شوق مین بھی وہ یونانیون کی دست نگر رہی، اور اونہی کے نمونون، اور اونہی کے کاریگرون کے ذریعہ سے اوس نے اپنے شوق کو پورا کیا، اس لحاظ سے اگر ہم روما کے فن تعمیر اور فن سنگ تراشی کی تاریخ لکھنا چاہین تو وہ یونانی فنون لطیفہ کی تاریخ کی ایک فصل ہوگی لیکن اسی قوم نے جو فنون لطیفہ مین اسقدر کم مایہ تھی تمدن کے دوسرے عناصر کو آسمان تک پہونچا دیا، اوس نے ایک ایسا باقاعدہ فوجی نظام قائم کیا جس نے تمام دنیا کو اوسکا حلقہ بگوش بنا دیا، اوس نے سیاست اور قضارت کے وہ اصول قائم کیئے جنکی ہم آج تقلید کر رہے ہین، اوس نے ایک ایسا لٹریچر پیدا کر دیا جس سے ہم مدتون سبق لیتے رہے، اس سے صاف ثابت ہوتا ہے، کہ تمدنی عناصر کی نشو و نما دو متمدن قومون مین مختلف طور پر ہوتی ہے اور اس لئے تمدن کو صرف ایک عنصر، (مثلاً فنون لطیفہ) مین محدود کر دینا سخت غلطی ہے، مصری قوم نے اگرچہ تمام فنون لطیفہ کو حد اعجاز تک پہونچا دیا تھا لیکن نقاشی اور لٹریچر مین اوسکا درجہ نہایت پست تھا، اسیطرح رومن قوم نے باوجودیکہ لٹریچر، نظام فوج، اور نظام سیاست کو دنیا کے سامنے

ئے آب و رنگ کے ساتھ پیش کیا تھا، تاہم فنون لطیفہ کی دوسری شاخوں میں اوس نے بہت کم ترقی کی تھی،

اِس موقع پر یونانیوں کا ذکر کرنا بھی ضروری ہو کیونکہ وہ ایک ایسی قوم ہو، جس نے تمدن کے مختلف عناصر کو نہایت ترقی دی تھی، ہومر کے زمانے میں یونانی فن ادب نے اسقدر قبول عام حاصل کیا تھا کہ اوسکی نظمیں صدیوں تک یورپ کی یونیورسٹیوں کے تعلیم یافتہ نوجوانوں کے لئے آب حیات کا کام دیتی رہیں، لیکن آثار قدیمہ کی تحقیقات سے اوس زمانے کی جو عمارتیں ظاہر ہوئی ہیں وہ بالکل وحشیوں کی عمارتوں سے مشابہ معلوم ہوتی ہیں، اور اونسے ثابت ہوتا ہو کہ یونانی طرز عمارت مصری اور اشوری طرز عمارت کا بگڑا ہوا خاکہ ہے،

تمدنی عناصر کی نشو و نما کا یہ اختلاف سب سے زیادہ ہندو قوم کے اندر نظر آتا ہو، ہندوؤں نے فن تعمیر کو اس درجہ تک پہونچا دیا تھا کہ دنیا کی کسی قوم میں اوسکی نظیر بہت کم ملسکتی ہو، اوس نے فلسفہ کو اسقدر ترقی دی تھی کہ یورپ کہیں آج جا کر اوسکے درجہ کو پہونچا ہو، فن ادب میں اگرچہ اونھوں نے یونانیوں اور رومیوں کا درجہ حاصل نہیں کیا تھا، تاہم اونکا لٹریچر اس قسم کے قطعات و قصائد کا کافی سرمایہ رکھتا تھا، جن پر بڑے بڑے انشاپرداز ناز کرسکتے ہیں، لیکن بالکل اسکے برعکس وہ مصوری میں یونانیوں سے بہت پیچھے تھے، بلکہ تحقیق و تنقید اونمیں کلیتہً معدوم تھا، اونکو تاریخ اور دوسرے علوم میں بالکل دسترس نہ تھی، اونکے علوم کی وقعت طفلانہ خیالات سے زیادہ نہ تھی تاریخ میں چند سخیفانہ قصوں کے سوا اونکے پاس کچھ نہیں تھا، اسلئے اگر نگاہ کو صرف انہی چیزوں تک محدود رکھا جائے تو ہندو قوم کی تمدنی ترقی کا صحیح اندازہ نہیں ہوسکتا،

اِن مثالوں کے علاوہ اس مسئلہ کی وضاحت کے لئے اور مثالیں بھی پیش کی جاسکتی ہیں، دنیا میں بہت سی قومیں ایسی گذری ہیں جنھوں نے اگرچہ اعلیٰ درجہ کی تمدنی ترقی نہیں کی

تھی، تاہم اونھون نے فنون لطیفہ مین اسقدر امتیاز حاصل کیا تھا کہ گذشتہ قومون کو اس حیثیت سے اون کے ساتھ کوئی نسبت نہ تھی، چنانچہ اہل عرب نے جب یونانی اور رومن قوم کو پامال کر دیا تو اونھون نے چند ہی دنون مین بیزنٹائن عمارتون کی صورت اسقدر بدلدی کہ اگر قدیم عمارتین موجود نہ ہوتین تو یہ معلوم ہی نہین ہو سکتا کہ عرب کے فن تعمیر کا اصلی ماخذ درحقیقت یہی عمارتین تھین،

بعض قومین ایسی بھی گذری ہین، جنکو فنون لطیفہ اور فن ادب مین معمولی درجہ کی مہارت بھی نہ تھی، لیکن باانیہمہ تمدنی حیثیت سے اونکا پایہ نہایت بلند تھا چنانچہ فنیقی قوم اسی قسم کی متمدن قوم تھی، اوس نے تمدن کی تمام شاخون مین سے صرف تجارت کو ترقی دی تھی۔ اور اوس کے ذریعہ سے دنیائے قدیم کے ایک سرے کو دوسرے سے باہم ملا دیا تھا، لیکن خود اوس نے کوئی چیز ایجاد نہین کی تھی، اوسکی تمام تاریخ تجارتی گرم بازاری کے کارنامون سے لبریز ہے اسکے بالکل برعکس بعض قومین ایسی بھی ہین جنکے یہان تمدن کے تمام عناصر نہایت پست حالت مین تھے، لیکن اوس نے فنون لطیفہ مین اعلی درجہ کی ترقی کی تھی، اسکی بہترین مثال مغلون کے کارنامہائے زرین سے ملسکتی ہے، چنانچہ وہ ہندوستان مین جو عمارتین اپنی یادگار مین چھوڑ گئے، اون مین ہندوستانی فن تعمیر کا شائبہ بھی نہین پایا جاتا، بلکہ اونمین ایک ایسی تازگی اور جدت طرازی پائی جاتی ہے کہ ماہرین فن تعمیر نے اونکو صنائع انسانی کی بہترین مثال تسلیم کیا ہے، لیکن باانیہمہ مغل قوم کو اعلی درجہ کی متمدن قومون مین شمار نہین کیا جاسکتا،

اس سلسلہ مین ہم کو ایک عجیب بات یہ نظر آتی ہے کہ اعلیٰ درجہ کی متمدن قومونمین عین تمدنی ترقی کے زمانے مین فنون لطیفہ نے اسقدر برگ و بار نہین پیدا کئے تھے، بلکہ وہ زیادہ تر دور وحشت کی یاد کو تازہ کرتے ہین، مصریون اور ہندوؤن نے جو عظیم الشان عمارتین تعمیر کی تھین وہ اون کے دور قدیم کی یادگارین تھین، یورپ مین گاتھک طرز تعمیر قرون وسطی مین ایجاد ہوا تھا جبکہ

تمام یورپین قومین وحشیانہ حالت مین تھین، حالانکہ اس طرز کے نمونے آج تک بے مثل خیال کیے جاتے ہین، ان اسباب کی بنا پر کسی قوم کی تمدنی ترقی کا اندازہ صرف فنون لطیفہ کی ترقی سے نہین کیا جاسکتا، کیونکہ اوپر گذر چکا ہو کہ وہ تمدن کا صرف ایک عنصر ہے اور اوسکی نسبت بھی یہ ثابت نہین کیا جاسکتا کہ وہ تمدن کا کوئی اعلیٰ ترین جزو ہے، بلکہ اکثر اعلیٰ درجہ کی تمدن قومون کے تمدنی عناصر مین وہ سب سے کم درجہ کا عنصر نظر آتا ہے، چنانچہ گذشتہ قومون مین رومن اور موجودہ قومون مین امریکن قوم کو اسکے ثبوت مین پیش کیا جاسکتا ہے، ہمارا خیال تو یہ ہے کہ فنون لطیفہ اور علم ادب کے شباب کا زمانہ ہر قوم کے بچپن یا آغاز شباب کے زمانے مین آتا ہے، کسی قوم کی پختگی اور کمال نشو و نما کی حالت مین ان چیزون کو اس قدر ترقی نہین ہوتی،

اصل یہ ہے کہ بہت سے ایسے موانع و عوائق پیدا ہوجاتے ہین جنکی وجہ سے دوسرے تمدنی عناصر کی ترقی کے ساتھ ساتھ فنون لطیفہ کی ترقی دائمی طور پر لازمی نہین ہوتی، اس بنا پر وہ کسی تمدن کی ترقی کی دلیل نہین قرار دیئے جاسکتے، ہم کو یہ علانیہ نظر آتا ہے کہ جب فنون لطیفہ ترقی کے ایک خاص درجہ تک پہنچ جاتے ہین، یعنے جب ان مین عجوبگی اور جدت طرازی پیدا ہوجاتی ہے، تو دفعۃً اون مین انحطاط شروع ہوجاتا ہے اور یہ انحطاط تمدن کی دوسری شاخون کی رفتار کا تابع نہین ہوتا، یہ کلیہ کسی قوم کے ساتھ مخصوص نہین ہے، مصر، یونان اور یورپ کی مختلف قومون مین اسکا عالمگیر اثر نظر آتا ہے، اور جب تک کوئی سیاسی شورش نہ پیدا ہو، یا قوم کسی جدید مذہب کو قبول نہ کرلے، یا کوئی ایسا اہم واقعہ نہ پیدا ہوجائے جسکے اثر سے فنون لطیفہ متاثر ہوجائین، اوسوقت تک یہ عمل انحطاط مستمر طور پر جاری رہتا ہے چنانچہ قرون وسطیٰ مین جب صلیبی لڑائیون سے یورپ کو جدید علوم و فنون، اور جدید افکار و خیالات سے آشنا کیا، تو اونکی جدت طرازیاں فنون لطیفہ مین بھی نظر آئین، اور رومانی طرز سنگتراشی کا تجنبات

قالب مین ظہور کیا، اسکے چند صدیون کے بعد علم ادب کا وہ دور گذر گیا، جو یونانی اور رومن نشاپردازی کے مجموعی اثر کا نتیجہ تھا، اور اسکے ساتھ فنون لطیفہ نے گاتھک وضع کو چھوڑ کر موجودہ روش اختیار کی، اسی طرح جب عرب ہندوستان مین آئے تو اونکے اثر سے ہندوستانی فنون لطیفہ مین بھی انقلاب پیدا ہو گیا،

فنون لطیفہ چونکہ بعض خاص جذبات، اور بعض خاص تمدنی ضروریات کا نتیجہ ہوتے ہین، اسلیئے ان جذبات اور ضروریات کے ساتھ لازمی طور پر اُن مین تجدد اور تغیر ہوتا رہتا ہی، بلکہ کبھی کبھی ان جذبات اور ان ضروریات کے تغیر و زوال سے وہ کُلیتہً معدوم بھی ہو جاتے ہین، لیکن اس سے نفس تمدن پر زوال نہین آتا بلکہ وہ اپنے اصلی آب و رنگ کے ساتھ قائم رہتا ہی، اس سے ثابت ہوتا ہی کہ فنون لطیفہ کو تمدن کی دوسری شاخون کے ساتھ کسی قسم کی وابستگی، مناسبت اور توازن نہین ہی، تمدن نے اس زمانہ سے زیادہ کبھی ترقی نہین کی تھی، لیکن باینہمہ اس زمانے سے زیادہ فنون لطیفہ کبھی عام اور مبتذل نہین ہوئے، اسکی وجہ صرف یہ ہی کہ وہ مذہبی خوش اعتقادیان، وہ مذہبی ضرورتین اور وہ مذہبی احساسات اب بالکل بدل گئے ہین، جنھون نے قدیم زمانے مین فنون لطیفہ کو تمدن کا دیباچہ زرین بنا دیا تھا، اوس زمانے مین فنون لطیفہ کی جلوہ طرازیان صرف مذہبی عبادت گاہون مین نظر آتی تھین، لیکن اب فنون لطیفہ صرف زیب و زینت کا ذریعہ خیال کیئے جاتے ہین، جس مین بہت زیادہ وقت اور بہت زیادہ روپیہ صرف کرنا جائز نہین، چونکہ اس فن کا اب تمدنی ضروریات مین شمار نہین کیا جاتا، اسلیئے وہ ایک مصنوعی زینت بلکہ زیادہ تر ایک تقلیدی چیز بن گیا ہی، اسی بنا پر آج فنون لطیفہ کو کسی قوم کا مخصوص قومی فن نہین قرار دیا جا سکتا، بلکہ ہر قوم دوسری قوم کے طرز عمل کی نقل اور تقلید کر رہی ہے، اگرچہ اس نقل سے بھی نقل کرنے والون کی ضرورتون اور خواہشون کا پتہ چل سکتا ہی، لیکن یہ بالکل

یقینی ہے کہ یہ نقل خیالات اور جذبات پر کسی قسم کی دلالت نہین کرتی، قرون وسطیٰ کی تصویرین باوجود اپنی سادگی کے ہمکو بتاتی ہین کہ اس زمانے کے خوش اعتقاد مصور، حوارئین مسیح جنت اور دوزخ کی جو تصویرین کھینچتے تھے، اونکا اوس زمانے مین خاص اثر تھا، اور وہ اوس وقت حاصل زندگی خیال کیجاتی تھین، لیکن اس زمانے کے غیر مذہبی مصور عملداروں کی دیوار و نپر نوع انسان کے عہد طفولیت کی جو قدیم تصویرین صرف اس غرض سے بناتے ہین کہ عہد گذشتہ کی یاد تازہ ہوجائے" اونکے دیکھنے سے صاف معلوم ہوجاتا ہے کہ یہ محض نقالی ہے،

فنون لطیفہ کا کمال یہ ہے کہ وہ اپنے زمانے کی مخصوص کیفیت کو پیش نظر کردے اور ہمکو خود تصویرون کے اندر مصور کے اصلی محسوسات اور حقیقی مشاہدات کی تصویر نظر آجائے. لیکن اگر صرف ایسی تصویرین بنائی جائین جو اون عقائد و خیالات کی ترجمانی کرین جنکا ہم خود اعتقاد نہین رکھتے، تو یہ حقیقی فن نہین بلکہ نقالی اور تقلید ہے، ہمارے زمانے مین من حیث الفن صرف اون چیزون کی تصویرون کو اصلی تصویر کہہ سکتے ہین جو ہمارے گرد و پیش موجود ہین، ہمارے زمانہ کا اصلی فن تعمیر وہ ہے جو ہمارے سامنے بمنزلہ عمارتون، پانی کی نہرون، بڑے بڑے پلون، اور ریلوے لائنون کا ڈھانچہ کھڑا کردیتا ہے، فن تعمیر کا مقصد انسان کو فائدہ پہونچانا ہے، اسلئے فن تعمیر کے یہی نمونے ہمارے خیالات، اور جذبات کے موافق ہین جسطرح گاتھک طرز کے گرجے اور عہد امرا[1] کے محل ایک مخصوص دور کو ہمارے پیش نظر کردیتے ہین، اسی طرح اس زمانے کا فن تعمیر موجودہ دور کی صحیح تصویر کھینچدیتا ہے، لیکن دور جدید کے مکانات اور عہد قدیم کے گرجے دونون زمانہ آیندہ کے انجنیر کو یکسان نظر آئین گے، کیونکہ اونکی وقعت اوسکے نزدیک اون پتھر کی کتابون کے دو صفحون سے زیادہ نہ ہوگی، جنکو ہر زمانہ، آنے والے زمانہ کیلئے چھوڑ جاتا ہے، ہر طرز اور ہر روش اپنے

[1] فائنٹ،

زمانہ کے خیالات کا آئینہ ہوتی ہی، اور چونکہ زمانہ اور زمانہ کے ساتھ تمام قومین بدلتی رہتی ہین، اسلئے ان خیالات مین بھی تغیر و تبدل ہوتا رہتا ہی، لیکن یہ تمام خیالات فلسفیانہ حیثیت سے ایک ہی درجہ رکھتے ہین، کیونکہ اُنکی وقعت اس سے زیادہ نہین کہ "وہ وقتی علامتین ہین" اس لحاظ سے تمام قومی مظاہر کی طرح فنون لطیفہ بھی ایک قومی مظہر ہے، اور اس حیثیت سے اسمین اور تمدن کی دوسری شاخون مین کوئی فرق نہین ہی لیکن باانہمہ وہ ٹھیک ٹھیک تمام قومون کے خیالات کی ترجمانی نہین کرتا،

ہمارے موضوع کے لحاظ سے یہ بحث درحقیقت نہایت ضروری بحث ہی، کیونکہ ہر تمدنی شاخ کی اہمیت کا صحیح معیار صرف اُسوقت قائم کیا جاسکتا ہی جب اس کلیہ کو پیش نظر رکھا جائے کہ "جب کوئی قوم اوسکو دوسری قوم سے منتقل کرکے اپنے یہان لاتی ہی تو اوسمین تغیر و تبدل پیدا کرنے کی کسقدر صلاحیت رکھتی ہی؟" اگر اس قوم کو فنون لطیفہ مین کامل دسترس ہوتی ہی، تو وہ جنس مستعار کو اپنے خاص سانچے مین ڈھال لیتی ہی، لیکن تمدن کی جو شاخین خاص اس قوم کے اصلی جذبات کو نمایان نہین کرتین، اونپر اوس کا بہت کم اثر پڑتا ہی، چنانچہ جب رومن قوم نے یونانی طرز عمارت کی تقلید کی تو اسمین کوئی نمایان تغیر نہین پیدا کیا، کیونکہ رومن قوم کی روح کا مظہر فنون لطیفہ نہ تھے، بلکہ اوس کا میلان تمدن کی دوسری شاخون کی طرف تھا لیکن باانہمہ چند دنون کے بعد آب وہوا اور جغرافیانہ خصوصیات کے اثر سے فنون لطیفہ بھی متاثر ہوتے ہین، اور اضطراراً قومی روح پر دلالت کرتے ہین، یہانتک کہ رومن قوم جیسی تہیدست قوم بھی اون پر اپنا ملکی اثر ڈال سکتی ہے، چنانچہ روما کی وہ قدیم عبادت گاہین، وہ قدیم محل، وہ قدیم محرابین، وہ قدیم نقش ونگار بھی جو اگرچہ یونانیون یا یونانیون کے شاگردون کی صناعیون کی عکسی تصویرین ہین، تاہم اون کا آب ورنگ، اونکا ساز وسامان، اونکا طول وعرض اور اونکی

تعمیر کا مقصد، اپنے ہنر کے ذریعہ سے حیثیت خیالات کی ترجمانی نہین کرتا، بلکہ اوس جنگی قوت، اور فوجی شان و شوکت کا اظہار کرتا ہے، جس نے روما مین ہلچل ڈالدی تھی، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ قوم جس چیز کو اپنے استعمال مین لاتی ہی گو وہ اصل مین اوسکی قومی شخصیت سے خارج ہو تاہم وہ اوسپر اپنا ذاتی اثر ڈال ہی لیتی ہی، اور وہ ہمکو اوسکے مزاج عقلی، اور خیالات نفسانی کا پتہ دیتا ہی،

اصل یہ ہی کہ معمار، ادیب، شاعر، غرض ہر وہ شخص جو صناع ہوتا ہی، اپنے اندر ایک ساحرانہ طاقت رکھتا ہی جس کے ذریعہ سے اپنی صناعیون کو اپنی قوم اور اپنے زمانہ کی روح کا حقیقی مظہر بنا دیتا ہی، یہی وجہ ہے کہ ہر صناع فطرۃً شدید الانفعال ہوتا ہی، اوسکے احساسات الہامی اور فطری ہوتے ہین، وہ صرف ظاہری صورتونکا ادراک کرتا ہی اور انکی لم وحقیقت سے بحث نہین کرتا اور اس بنا پر وہ اوس جماعت کے خیالات کا آئینہ ہوتا ہی جس مین وہ زندگی بسر کرتا ہے، اوسکی صناعیون کے ذریعہ سے اوسکے قومی تمدن کے متعلق نہایت سچی شہادت حاصل کیجاسکتی ہے، وہ جو کچھ دیکھتا ہی طوطے کی طرح اوسکی نقل کردیتا ہی، اسلیئے وہ جو کچھ زبان حال سے کہتا ہی، اوسمین غلطی کا احتمال نہین ہوتا، اوسپر گرد وپیش کے محسوسات کا شدت کے ساتھ اثر پڑتا ہی، اسلیئے وہ تمدنی احساسات، تمدنی خیالات، تمدنی ضروریات، اور تمدنی میلان کی تعبیر مین جادۂ اعتدال سے ذرہ برابر بھی نہین ہٹتا، آزادیٔ خیال سے وہ بالکل ناآشنا ہوتا ہی، وہ اپنے عقیدہ کو تقلید اور اون موروثی عقائد، خیالات، اور جذبات کے تنگ دائرہ مین محدود کردیتا ہے، جن سے قومی روح پیدا ہوتی ہی، اور اسلیئے ان تمام چیزون کا اوس پر شدت کے ساتھ اثر پڑتا ہی، کیونکہ وہ غیر شاعرانہ افعال جہان اوسکی صناعیون کا خمیر اور قوام طیار ہوتا ہی، انہی جذبات واحساسات کے چشم وابرو کا اشارہ ہوتے ہین، آج اگر ہم اون تمام صنعتی یادگارون کو کھو دین، اور زمانہ گذشتہ کے واقعات کے معلوم کرنے کا ذریعہ صرف اون اختراعی قصص وحکایات مین محدود ہوجائے جو تاریخ

کی کتابون مین درج ہین، تو دو رماضی ہماری نگاہون سے بالکل اوجھل ہو جائیگا،

غرض فنون لطیفہ کا اصلی جوہر یہ ہی کہ وہ جس زمانے مین پیدا ہوئے ہین اوسکی ضروریات کی ٹھیک ٹھیک تعبیر کرین، اگرچہ فنون لطیفہ کی ہر شاخ نہایت فصاحت کے ساتھ ان ضروریات کی ترجمانی کرتی ہی، لیکن اون مین عمارتون کو خاص طور پر خصوصیت حاصل ہی، وہ کتابون سے زیادہ حق گو ہین، اور مذہب زبان کی بہ نسبت انمین بہت کم تصنع پایا جاتا ہی، کیونکہ احساس اور ضرورت دونون نے اون کو پیدا کیا ہی، معمار انسان اور خدا دونون کا گھر بناتا ہی، اور عبادت گاہون و خاندانون ہی کے اندر اون اسباب کا خمیر طیار ہوا ہی، جنھون نے تاریخ انسانی کو پیدا کیا ہی،

ان تمام بیانات سے یہ نتیجہ نکلتا ہی کہ تمام تمدنی عناصر اوس قوم کی روح کا مظہر ہین جس نے اونکو پیدا کیا ہی، اور اون مین بعض اجزا جو مختلف قومون اور مختلف زمانون یا ایک ہی قوم کے تغیرات سے بدلتے رہتے ہین، وہ اس روح پر بہ نسبت دوسرے اجزا کے نہایت صحت کے ساتھ دلالت کرتے ہین،

چونکہ یہ تمام تمدنی عناصر مختلف قومون، اور مختلف زمانون کے لحاظ سے بدلتے رہتے ہین، اسلئے نہ اون مین کسی کو تمام قومون کے تمدن کا عام معیار قرار دیا جا سکتا، نہ ان مین کوئی ترتیب قائم کی جا سکتی، کیونکہ زمانہ کے تغیرات سے اونکی اہمیّت بدل جاتی ہی، اور اونکے ساتھ اس ترتیب مین بھی تغیر پیدا ہو جاتا ہی، اگر صرف مادی فوائد کے لحاظ سے تمدنی عناصر پر بحث کیجائے تو تمدن کا سب سے اہم عنصر نظام فوج کو قرار دیا جا سکتا ہی، جسکے ذریعہ سے انسان دوسرون کو اپنا غلام بناتا ہی، اور اس حیثیت سے یونان کے اُدبا، فلاسفہ، اور ماہرین فنون لطیفہ کو روما کے ادباشون کے مقابل مین، مصر کے حکماء کو نیم وحشی ایران کی صف مین، ہندؤن کو غیر متمدن مغلون کے پہلو مین پست درجہ ماننا پڑے گا، لیکن تاریخ اس دقیق تقسیم کو ہاتھ نہین لگاتی، اور اوسکے نزدیک سب سے بڑی چیز جنگی فوقیت و امتیاز سے مگر فوجی تفوق کے ساتھ دوسرے تمدنی عناصر بہت کم ترقی کرتے ہین، فوجی تفوق دوسرے تمدنی

عناصر کے ساتھ بہت کم جمع ہوسکتا ہی کیونکہ فوجی غلبہ مین اوسوقت انحطاط پیدا ہوجاتا ہی جب خود کوئی قوم زوال پذیر ہوتی ہی چنانچہ تمام متمدن سلطنتین تمدن کے معراج کمال پر پہونچکر فنا ہوگئین، اور اپنی جگہ اون وحشی قومون کیلئے خالی کردی، جو اگرچہ عقل مین اونسے بدرجہا پست رتبہ تھین لیکن اون مین اخلاقی اور فوجی طاقت پائی جاتی تھی، اور یہ دونون اخلاقی جوہر ہمیشہ تمدنی سامان عیش کے ڈھیر مین گم ہوجاتے ہین، اور اس بنا پر ہم کو افسوس کے ساتھ تسلیم کرنا پڑتا ہی، کہ تمدن کے جو عناصر (مثلاً نظام فوج) حکما کی نگاہ مین نہایت کم درجہ رکھتے ہین، اجتماعی حیثیت سے اونکی قدر و قیمت سب سے زیادہ ہوتی ہی، اگر گذشتہ زمانہ کا قانون طبعی آنے والے زمانہ پر بھی منطبق ہوسکتا ہی تو اعلیٰ درجہ کی تمدنی ترقیان، قوم کے لیے سب سے زیادہ خطرناک ہین، جب کسی قوم کا شیرازۂ اخلاق درہم برہم ہوجاتا ہی، تو وہ مرجاتی ہی، اور اخلاقی اوصاف مین اوسیقدر تنزل پیدا ہوتا ہی جس قدر قوم عقل اور تمدن مین ترقی کرتی ہی،

دوسری فصل

مذاہب، سیاسیات، اور زبان مین کیونکر تغیرات پیدا ہوتے ہین؟

کوئی قوم متمدن ہو یا غیر متمدن، اپنے تمدنی عناصر مین دفعۃً تغیر نہین پیدا کر سکتی، جن قومون نے اپنا مذہب، اپنی زبان، اور اپنے فنون لطیفہ کو بدل دیا ہی، اونکی حالت سے اسکا مقابلہ، جاپان کی مثال، یہ تغیر ظاہری ہے، بودھ، اسلام، عیسائیت، اور براہمہ کے مذہب مین اون قومونکے لحاظ سے کلی تغیرات جنھون نے ان مذاہب کو قبول کیا ہی، سیاست اور زبان جب کسی قوم مین منتقل ہوتی ہے، تو اوس قوم کی وجہ سے اونمین تغیرات، مختلف زبانون کے مترادف الفاظ مختلف معانی و احساسات پر دلالت کرتے ہین، اور اسی وجہ سے کسی زبان کا دوسری زبان مین ترجمہ نہین ہو سکتا، بعض قومون کا تمدن جو تاریخی کتابون مین بہت زیادہ تغیر پذیر نظر آتا ہی۔ اوس کا سبب، تمدن و مذہب کا باہم جو اثر پڑتا ہی، اوسکے حدود کیا ہین؟

ہم کسی دوسری جگہ بیان کر آئے ہین کہ متمدن قومین غیر متمدن قومون کو اپنے تمدنی حلقۂ اثر مین نہین لا سکتین، اور یورپ نے اِس تمدنی انقلاب مین تعلیم تربیت، اور نظام سیاست وغیرہ کے ذریعہ سے جو فائدہ اوٹھانا چاہا ہی، وہ بالکل ناکافی ہی، اس سلسلہ مین ہم نے اس مسئلہ کو نہایت واضح کر دیا ہی کہ تمام تمدنی شاخون کا مبدء اصلی قوم کا وہ مزاج عقلی ہوتا ہے جو مدتون کے موروثی اثر سے پیدا ہو جاتا ہی، اور جب تک یہ مزاج نہ بدل جائے، تمدنی شاخون مین کسی قسم کا تغیر نہین پیدا کیا جا سکتا، لیکن مزاج عقلی کو صرف زمانہ ہی بدل سکتا ہی، خود قومین

اوس مین کوئی تغیر نہین پیدا کرسکتین، ہر پست درجہ قوم کو تمدنی مدارج کے طے کرنے مین مختلف مراحل سے گذرنا پڑتا ہی، چنانچہ جن وحشی قومون نے یونانی تمدن کو پامال کردیا اون کے حالات سے اسکی تصدیق ہوسکتی ہی، اس بنا پر جو لوگ تعلیم و تربیت کے ذریعہ سے ان مراحل کو پھاندجانا چاہتے ہین، وہ اس قوم کے اخلاق کو پراگندہ اور اوسکے دماغ کو پریشان کرتے ہین، اور اوسکو ایک ایسی سطح کی طرف لیجانا چاہتے ہین، جو پہلے سے بھی زیادہ پست ہی،

ہم نے اس مسئلہ مین غیر متمدن قومون کے متعلق جو دلیل پیش کی ہے، وہ متمدن قومون پر بھی صادق آتی ہی اسلئے اگر وہ صحیح ہی، تو یہ بھی ایک ناقابل انکار حقیقت ہی کہ متمدن قومین اپنے تمدن مین دفعۃً کوئی تبدیلی نہین پیدا کرسکتین بلکہ اونکو اس تمدنی انقلاب مین بتدریج مختلف مرحلون اور مختلف دورون سے ہوکر گذرنا پڑیگا، بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ متمدن قومون نے ایک مذہب کو چھوڑکر دوسرا مذہب اختیار کیا ہی، ایک نظام سیاست کو دوسرے سیاسی نظام کے قالب مین بدل دیا ہی، ایک زبان کا دوسری زبان کے بجائے انتخاب کیا ہی، قدیم آبائی فنون لطیفہ کو چھوڑکر جدید فنون لطیفہ کی پیکر آرائی کی ہی، لیکن حقیقت مین یہ انقلاب اوسوقت ہوا ہی جبکہ قوم نے ان تمام چیزون کو ایک مدت مین جلا دیکر اپنے مزاج عقلی کے موافق بنالیا ہی،

بظاہر تاریخ کا ہر صفحہ اس نظریہ کی مخالفت پر آمادہ نظر آتا ہی، ہم علانیہ دیکھ رہے ہین کہ بہت سی قومون نے اپنے تمدنی عناصر بدل دیئے ہین، اور اپنے قدیم مذہب، قدیم سیاست، اور قدیم زبان کے بجائے، جدید مذہب، جدید سیاست، اور جدید زبان کو اختیار کرلیا ہے، بعض قومین اپنے آبا و اجداد کے مذہب کو چھوڑکر عیسائی مذہب، بدھ مذہب، یا مذہب اسلام کے دائرہ مین داخل ہوگئی ہین، بعض قومون نے اپنی زبان بالکل بدل دی ہی، اور بعض قومون نے اپنے نظام سیاست اور فنون لطیفہ کو بالکل دوسرے قالب مین ڈھال لیا ہے، بظاہر

اس قسم کے تمدنی انقلاب کے لیئے ایک فاتح، ایک مشنری یا بعض قومی ہوسٹیون کا وجود کافی ہے
لیکن درحقیقت تاریخ نے ان انقلابات کی روایت مین اپنی قدیم فطری غلطی کی تائید کی ہے، ورنہ
اگر ہم ان انقلابات و تغیرات کو دقیق نگاہ سے دیکھین، تو ہمکو نظر آئیگا، کہ صرف ان تمام چیزون کے
نام بدل گئے ہین، حقیقت نہین بدلی ہے، الفاظ کے تہ مین جو معنے تھے، وہ اب تک زندہ ہین، اور
اون مین بہت زمانون کے بعد تغیر پیدا ہوگا،

اس مسئلہ کی تشریح کے لیئے ہم کو مختلف قومون کے تمدنی عناصر کو ایک جگہ جمع کرنا پڑیگا، یعنی
اونکی ایک جدید تاریخ مرتب کرنا ہوگی، لیکن ہم نے اپنی مختلف کتابون مین اس فرض کو ادا کر دیا ہے،
اور یہ اوسکے اعادہ کا موقع نہین، اس جگہ تمام تمدنی عناصر کے بجائے صرف ایک عنصر یعنی
فنون لطیفہ کا ذکر کافی ہوگا، لیکن فنون لطیفہ کے تغیرات کا ذکر ایک مستقل فصل مین آگے آئے گا،
اوس سے پہلے اون تغیرات کا ذکر مناسب ہوگا جو تمدن کے دوسرے عناصر پر طاری ہوتے ہین،
تاکہ یہ ثابت ہو جائے کہ جو نظریہ تمدن کے ایک عنصر پر صادق آتا ہے، وہ اوسکے دوسرے عناصر
پر بھی صادق آسکتا ہے، اور جس طرح ہر قوم کے فنون لطیفہ اوسکے مزاج عقلی کے ساتھ مناسبت رکھتے
ہین، اوسی طرح یہ مناسبت زبان، نظام سیاست، اور مذہبی عقائد مین بھی پائی جاتی ہے، اور اس
لحاظ سے نہ اون مین دفعتہً کوئی تغیر پیدا ہو سکتا ہے، نہ اون کو کسی دوسری قوم مین منتقل کیا جا سکتا ہے،

عام خیال یہ ہے کہ مذہبی انقلابات کی تاریخ اس نظریہ کے بالکل مخالف ہے، لیکن واقعہ
یہ ہے کہ صرف مذہبی تاریخ ہی مین اس نظریہ کی صحت کی یقینی مثالین ملتی ہین، اور اوسمین
اس قسم کے دلائل پائے جاتے ہین جن سے ثابت ہوتا ہے، کہ جس طرح انسان اپنے قد و قامت،
خط و خال، اور رنگ روپ کے بدلنے کی قدرت نہین رکھتا، اوسی طرح کوئی قوم اپنے تمدنی
عناصر مین تغیر نہین پیدا کر سکتی،

اس سے کسی کو انکار نہین ہوسکتا کہ تمام بڑے بڑے مذاہب مثلاً بودھ مذہب، ہندومت
عیسائیت اور اسلام کے حلقۂ اثر مین دفعتہً بڑی بڑی قومین داخل ہوگئین ہین، اوران مذاہب نے
اونکے اصل مذہب کو دفعتہً بدل دیا ہی، لیکن غور وفکر کے بعد معلوم ہوتا ہی کہ ان قومون نے اپنے
قدیم مذہب کی حقیقت کو نہین بہولا ہی، بلکہ صرف اوس کے نام کو بدل دیا ہی، اوران مذاہب
جدیدہ نے اون کے قدیم مذہب مین کوئی تغیر نہین پیدا کیا ہی، بلکہ وہ خود اونکے قدیم عقائد کے
قالب مین ڈھل گئے ہین، اس بنا پر اس جدید مذہب کی حقیقت اس قدیم مذہب کے پھیلاؤ اور وسعت سے
زیادہ نہین، بلکہ اون مذاہب مین جو ایک قوم سے منتقل ہوکر دوسری قوم مین آتے ہین، اسقدر
تغیر پیدا ہوجاتا ہی کہ صرف اونکا نام ہی نام باقی رہجاتا ہے، بودھ مذہب اسکی ایک نمایان
مثال ہی، چنانچہ جب وہ چین مین داخل ہوا تو اوسکی تمام خصوصیات اسطرح مٹ گئین کہ اول اول
علمانے اوسکو ایک مستقل مذہب خیال کیا اور اون کو ایک مدت کے بعد معلوم ہوا کہ یہ بودھ مذہب ہے
جس مین چینیون نے اسقدر تغیرات پیدا کر دیئے ہین، یہ مذہب ہندوستان چین، نیپال اور سیلون
مین بھی قائم ہے، لیکن اوسکی حقیقت ہر جگہ ایک دوسرے سے مختلف ہی، وہ ہندوستان مین قدیم
برہمنی یا ہندو مذہب کی ایک شاخ ہی، اوران دونون مین بہت کم فرق پایا جاتا ہی، لیکن چین
مین وہ اوس مذہب سے گہرا تعلق رکھتا ہی، جو اسکے پہلے وہان عام طور پر موجود تھا، خود قدیم ہندو
مذہب کی بھی یہی حالت ہی، ہندوستان مختلف ذاتون کا مرکز ہی، اور اگرچہ ان سب کا مذہب
ایک ہی تاہم ان مختلف گروہون کے عقائد مین ناگزیر طور پر اختلاف پایا جاتا ہے، ان مین
جو لوگ قدیم برہمنی مذہب کے پابند ہین، اون سب کا اعتقاد یہ ہی کہ اونکے سب سے بڑے معبود وشنو،
اور شیو ہین، اور اونکی مذہبی کتاب وید ہی، لیکن درحقیقت ان دونون معبودونکا نام ہی نام باقی رہ گیا ہے
اور وید کی حقیقت چند الفاظ بے معنی سے زیادہ نہین ہی، ان تمام لوگون کے مقابل

ہین اور بے شمار مذاہب، اور مختلف ذاتون اور مختلف فرقون کی طرح مختلف عقائد پیدا ہوگئے،
ہندوستان ہین مذہبی حیثیت سے توحید بھی پائی جاتی ہی، بہت سے معبود بھی پوجے جاتے ہین،
حیوانات، جمادات، آبار واجداد، بھوت پریت، غرض تمام دنیا کی پرستش بھی کی جاتی ہی، لیکن
اگر ہم ویدمین ہندوستان کے حقیقی مذہب کی تحقیقات کرنا چاہین تو ہم کو اون تمام معبودون مین سے
جو یہان پوجے جاتے ہین، اور اون تمام عقائد مین سے جو یہان کے طول وعرض مین پھیلے ہوئے
ہین صرف معدودے چند کا پتہ چلے گا، اس لحاظ سے اگرچہ ہر برہمنی مت اس کتاب مقدس کی
عزت کرتا ہی، لیکن اس کتاب نے جس مذہب کی تلقین کی ہی، اوسکا کوئی جزو محفوظ نہین ہی، اسلام
بھی باوجود اپنے عقیدۂ توحید کی سادگی کے اس کلیہ سے مستثنیٰ نہین ہی، چنانچہ، ایران، عرب، اور
ہندوستان کے اسلام مین عظیم الشان فرق ہی، ہندوستان مین چونکہ تعدد خدا یعنی شرک کا
عقیدہ نہایت پختہ طور پر قائم ہوگیا تھا، اسلئے ہندوستانیون نے سخت سے سخت موحدانہ مذہب
مین بھی نہایت آسانی کے ساتھ بہت سے خدا پیدا کرلیے، پانچ کرور ہندوستانیون کا اعتقاد ہے
کہ محمد صلعم اور دوسرے اولیا خدا ہین، اور اونھون نے اپنے ہزارون معبودون کے ساتھ انکا بھی
اضافہ کرلیا ہی، عملی حیثیت سے اسلام ہندوستان کے مسلمانون مین مساوات بھی پیدا نہ کرسکا حالانکہ
مساوات ہی اوسکی اشاعت کا ایک قوی ترین ذریعہ تھی، ہندؤن کی طرح ہندوستان کے
مسلمانون مین بھی مختلف ذاتین موجود ہین، دکن اور دوسرے قبائل مین اسلام کی صورت اسقدر
مسخ ہوگئی ہی کہ اس مین اور ہندوپن مین صرف اسقدر فرق ہی کہ مسلمان محمد صلعم کا نام لیتے ہین، اور
جمعہ جماعت قائم کرتے ہین، لیکن اونھون نے اپنے پیغمبر کو بھی خدا کی حیثیت دیدی ہے، اور

---

[1] نہین معلوم مصنف نے ہندوستان کیجہ کس فرقۂ غیر معلوم کی طرف اشارہ کیا ہی، شاید اوسکا مقصود خوجہ جماعت سے ہی،
مگر اوس کی اسقدر تعداد نہین، یا عوام قبر پرست مسلمانون سے ہو،

اُسکی اسیطرح عظمت بھی کرتے ہین،

اسلام کے ان تغیرات کے مشاہدہ کے لیے، ہم کو ہندوستان کے سفر کی ضرورت نہین، مسلمانان **الجزائر** (الجیریا) کی حالت کا مطالعہ کر لینا کافی ہے **الجزائر** مین دو مختلف قبیلے ہین، یعنی عرب، اور بربر، اور دونون کے دونون مسلمان ہین لیکن دونون کے اسلام مین بڑا فرق ہی، بربر لوگ تعداد ازدواج کے قائل نہین، اُنکا ایمان صرف ایک بی بی پر ہی اونکے اسلام مین دس بت پرستی کی بھی آمیزش پائی جاتی ہی جسکے وہ کار تھیج [illegible] حکومت سے خوگر ہوگئے تھے،

یورپ مین بھی عیسائی مذہب اختلاف اقوام کی بنا پر ان تغیرات سے محفوظ نہین بہت سے لوگ ہین، جو مذہبی کتابون کے اُصول و قواعد کو بلفظہا محفوظ رکھنا چاہتے ہین، لیکن پھر بھی وہ الفاظ ہین، اور ان الفاظ کی تشریح و تفسیر مین ہر قوم نے مختلف مذاہب اختیار کیے ہین، عیسائیون مین بعض قومین خالص بت پرست ہین چنانچہ نیشبی برطانیہ کے باشندے بتون کی پرستش کرتے ہین، اسپین کے عیسائی مخلوقات کو خدا قرار دیتے ہین، اٹلی کے دہقانی عیسائی مریم عذرا کے مجسمہ کو خدا مانتے ہین، اگر ہم زیادہ غور و فکر سے کام لین تو ہم کو معلوم ہوگا کہ پروٹسٹنٹ مذہب بھی دو مختلف قومون یعنی یورپ کی شمالی و جنوبی اقوام کے اسی تفسیری اختلاف کا نتیجہ ہی، اول الذکر نے اپنے عقائد خود اجتہادی طور پر قائم کیے، اور معاملات زندگی کو خود اپنے فہم اور فیصلہ کے مطابق طے کر لیا' لیکن جنوبی قوم اپنے قدیم جمود و تقشف اور عقلی و اجتہادی پستی پر قائم رہ گئی،

ان مشاہدات کی تشریح و توضیح مین طوالت پیدا ہوتی جاتی ہی، اس بنا پر ہم صرف تمدن کے دو عنصر یعنی نظام سیاست اور زبان کا ذکر اور کرنا چاہتے ہین،

یہ نظریہ مذہب اور سیاست دونون پر یکسان صادق آتا ہی یعنی مذہب کی طرح سیاست بھی جب ایک قوم سے دوسری قوم مین منتقل ہوتی ہی، تو اُسکی صورت بالکل بدل جاتی ہے، زیادہ طول

بیانی کی ضرورت نہین، ہر شخص خود اپنے زمانہ مین دیکھ سکتا ہی کہ قومون کے اختلاف کی بنا پر ایک ہی سیاسی نظام مین کسقدر تبدیلی پیدا ہو جاتی ہی، چنانچہ جب ہم ممالک متحدہ امریکہ پر بحث کرینگے تو ہم ایک مستقل فصل مین اُسکی تشریح کر دین گے،

ہر سیاسی نظام درحقیقت ضرورت کا نتیجہ ہوتا ہے، اور صرف ایک نسل کا ارادہ اُس پر کوئی اثر نہین ڈال سکتا، بلکہ قومی انقلاب کے ہر دور مین خاص احساسات، خاص خیالات خاص موروثی آثار پیدا ہو جاتے ہین اور ان تمام حالات مین ایک مخصوص نظام سیاست کی ضرورت ہوتی ہی، جو دوسری حالتون کے لیے موزون نہین ہوتا، نظام سیاست مین حکومت کو کوئی دخل نہین ہی، اور دنیا مین کوئی قوم ایسی نہین ہی جس نے محض اپنی خواہش کے موافق اپنے نظام سیاست کو قائم کیا ہو اور اگر شاذ و نادر کسی قوم نے ایسا کیا بھی تو وہ اُسکو قائم نہین رکھ سکی، ہمارے یہان ایک مدت سے جو سیاسی انقلابات پیدا ہوتے رہتے ہین، اُنھون نے مدبرین سیاست کو اس حقیقت کا یقین دلا دیا ہوگا، بلکہ میرا گمان تو یہ ہی کہ بجز کج فہم، عامی اور متعصب لوگون کے کسی کا یہ خیال نہین ہی کہ عظیم الشان اجتماعی تغیرات، صرف فرمان شاہی کے ذریعہ سے پیدا کیئے جا سکتے ہین، ہر نظام سیاست صرف اسلیئے مفید خیال کیا جاتا ہے کہ وہ اُن تغیرات کو مستحکم کر دیتا ہی جو اخلاق اور خیالات مین پیدا ہو جاتے ہین، اس لحاظ سے وہ اخلاق و افکار کا تابع ہے اُن پر مقدم نہین ہی، درحقیقت کوئی سیاسی یا اجتماعی نظام انسان کے اخلاق و افکار مین نہ تغیر پیدا کرتا نہ کسی قوم کو کافر یا پابند مذہب بناتا نہ لوگون کو آزادی و استقلال کی تعلیم دیتا، نہ اُنکے گلے مین طوق و زنجیر ڈالکر اُنکو حکومت کا غلام بناتا،

نظام سیاست کی طرح ایک زبان بھی جب کسی قوم سے دوسری قوم مین منتقل ہوتی ہے تو اُس مین تغیر و تبدل ہو جاتا ہی، اس بنا پر تمام دنیا کے لیے ایک مشترکہ زبان کے ایجاد کرنے کا

خیال ایک طفلانہ ہوس پرستی ہو، یہ سچ ہو کہ گال قوم نے رومن فتوحات کی دو صدی بعد لاطینی زبان کو اختیار کر لیا تھا، لیکن اونھون نے اپنی ضروریات کے مطابق بہت جلد اُس مین تغیرات بھی پیدا کر دیئے، اور اُسکو اپنے خیالات کے رنگ مین رنگ لیا چنانچہ اُسی کا نام آج فرنچ زبان ہو، مختلف قومین بہت دنون تک ایک ہی زبان کا استعمال نہین کر سکتین بلکہ تجارتی ضروریات اور ملکی فتوحات کے اثر سے اُنکو اپنی اصلی زبان کے علاوہ دوسری زبان سے بھی کام لینا پڑتا ہے، اس طرح چند نسلون کے بعد اس جدید زبان مین عظیم الشان تغیر پیدا ہو جاتا ہی، اور جسقدر پشتون کی تعداد زیادہ ہوتی جاتی ہے، اُسیقدر یہ تغیرات بڑھتے جاتے ہین،

اس سے کسی کو انکار نہین ہو سکتا کہ مختلف قومون کی مختلف زبانین ہوتی ہین، چنانچہ ہندوستان اسکی سب سے زیادہ بدیہی مثال ہو، یہان مختلف قومین آباد ہین، اور اس بنا پر اگر علمائے یہان کی زبانون کی تعداد دو سو چالیس بتائی ہو، تو یہ کوئی تعجب انگیز بات نہین، یونانی اور فرنچ زبان مین جس قدر فرق ہو، ہندوستان کی بعض بانون مین اس سے بہت زیادہ باہمی فرق موجود ہے، ہندوستان مین تین سو بولیان بھی ہین لیکن اُن مین سب سے زیادہ مہتم بالشان وہ زبان ہو، جو ان سب مین سب سے زیادہ نئی ہے، یعنی **اُردو** جس کی عمر تین سو برس سے زیادہ نہین یہ زبان فارسی، اور عربی سے جو فاتحین ہندوستان کی زبان تھی، اور ہندی سے جو اس ملک کی زبانون مین سب سے زیادہ عام اور متداول تھی مرکب ہو لیکن تھوڑے ہی دنون کے بعد فاتح اور مفتوح دونون نے اپنی اصلی زبان بھلا دی، اور ان دونون فرقون کے اختلاط سے جو جدید نسل پیدا ہوئی اُس نے اپنی ضرورت کے مطابق اُردو کو اپنی عام زبان بنا لیا،

زبان کے متعلق سب سے بڑا اشاسی مسئلہ یہ ہو کہ قومون کے اختلاف سے الفاظ کے معانی تک مین بھی اسقدر اختلاف پیدا ہو جاتا ہے، کہ دو ہم معنی الفاظ مین بھی اسقدر فرق محسوس

ہوتا ہے کہ گویا وہ مرادف الفاظ نہ تھے اور اس لئے ایک زبان کا ترجمہ دوسری زبان مین
نہین ہو سکتا خود ایک ہی قوم کی زبان مین اسکی مثالین مل سکتی ہین، مثلاً ایک زمانے مین ایک
لفظ کسی خاص معنے مین مستعمل ہوتا ہے پھر چند سال کے بعد اُسکے معنی بدل جاتے ہین، پرانے
لوگون کے دلون مین صرف اسی قدیم معنے کا تصور پیدا ہوتا تھا، بعد کو اخلاق و عادات، اور خیالات کے
تغیرات سے الفاظ کے معانی مین بھی تغیرات پیدا ہو گئے، لیکن اُن قدیم الفاظ کا بدلنا چونکہ ناممکن
تھا، اسلیئے بول چال مین اُنہی کا استعمال ہوتا رہا، تاہم ان قدیم و جدید معانی مین ایک خاص قسم
کی مناسبت ضرور قائم رہتی ہی، اگر ہم کو قدیم قومون کے تاریخی مطالعہ سے یہ نظر آ ئے کہ ہمارے
اور اُن کے تمدن مین کوئی مناسبت نہین ہی، تو ہم کو صاف طور پر معلوم ہو جائیگا، کہ اگر ہماری
زبان مین اُن کی زبان کا ترجمہ کیا جائے، تو اسکا صرف یہ نتیجہ نکلے گا، کہ ہماری زبان مین چند
الفاظ کا اضافہ ہو جائیگا جنکا قالب قدیم معانی سے خالی ہوگا، یعنی ان الفاظ کے ذریعہ سے
جو تصور ان قدیم قومون کے دلون مین پیدا ہوتا تھا، وہی ہمارے دلون مین بالکل اُسکے مخالف
خیال پیدا کرین گے، ہندوستان مین یہ نظریہ سب سے زیادہ واضح ہو جاتا ہے، سیاسی انقلابات سے
چونکہ ہندوستانی خیالات مین ہمیشہ انقلاب ہوتا رہا، اِس لیئے یورپ کی طرح وہان کے الفاظ
معانی مین بھی استحکام و ثبات نہین پیدا ہوا، اسکے علاوہ یورپین اور ہندوستانی خیالات مین
کسی قسم کا تعلق بھی نہین ہی، اس بنا پر بہت سی سنسکرت کتابون کا ترجمہ یورپین زبانون
مین نہین ہو سکتا، مثلاً وید کے ترجمہ کے لئے یورپ مین جو کوششین ہوئین سب کی سب ناکامیاب
ثابت ہوئین،

حقیقت یہ ہی کہ جو قومین عمر مین، قومیت مین، تربیت مین ہم سے مختلف ہین، اُنکے
ان [illegible] کی تہ تک پہنچنا نہایت مشکل، اور قدیم قومون کے خیالات کا دریافت کرنا تو اس سے

بھی زیادہ مشکل ہے، ہم کتنے ہی علمی ترقی کر جائیں، یہ مرحلہ طے نہین ہو سکتا، بلکہ جس قدر علم کو ترقی ہوگی اوسی قدر ہم پر واضح ہوتا جائے گا کہ اِس سفر سے کوئی فائدہ حاصل نہین ہو سکتا،

ان چند مثالون سے اُن تغیرات کی حقیقت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے جن کو قومین اُن تمدنی عناصر مین کر لیتی ہین، جو دوسری قومون سے اخذ کئے جاتے ہین، بعض اوقات یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ تغیرات نہایت وسیع پیمانے پر پیدا ہوتے ہین، کیونکہ ان تمام تمدنی عناصر کے نام فوراً بدل جاتے ہین، لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ نہایت کم کم رونما ہوتے ہین لیکن جب بہت سی نسلین گذر جاتی ہین، اور وراثت کا اثر پے درپے پڑتا رہتا ہے تب اچھی طرح معلوم ہوتا ہے کہ جو تمدنی عنصر کسی غیر قوم سے لیا گیا تھا وہ اُس عنصر سے مخالف تھا جس کا وہ قائم مقام ہوا ہے لیکن تاریخ کے ذریعہ سے ان تغیرات کا پتہ نہین چل سکتا، کیونکہ تاریخ مین صرف ظاہری چیزون سے بحث کیجاتی ہے مثلاً جب ہم تاریخون مین پڑھتے ہین کہ فلان قوم نے اپنے اصلی مذہب کو چھوڑ کر دوسرا مذہب اختیار کر لیا ہے، تو ہم سمجھتے ہین کہ درحقیقت اُس نے اس اصلی مذہب کو قبول کر لیا ہے، اور اُن خود ساختہ عقائد کو نظر انداز کر دیتے ہین، جن کو اس قوم نے اس مذہب مین شامل کر دیا ہے اس بنا پر جو لوگ حقیقت کو الفاظ سے الگ کر کے دیکھنا چاہتے ہین، اُن کو نہایت غور سے ان تغیرات کا مطالعہ کرنا چاہیئے، تاکہ انکی تدریجی رفتار او نشو ونما کی کمیت و کیفیت سے انکو کامل واقفیت ہو جائے،

تمدن کی تاریخ درحقیقت انھی تدریجی تغیرات سے مرتب ہوتی ہے اور اگر ہم کو یہ نظر آتا ہے کہ یہ دفعتہً نہایت وسیع پیمانہ پر پیدا ہو گئے ہین، تو اُس کی وجہ یہ ہے کہ ہم اوّل اور آخری کڑیون کو پیش نظر رکھتے ہین، اور بیچ کے انقلابات کو نظر انداز کر دیتے ہین، یا صرف آخری

تغیر کو دیکھتے ہین،

اصل یہ ہو کہ قومون کی قوت عقلیہ جس قدر ترقی یافتہ ہوگی، اور اُنکا ملکہ جسقدر بلند ہوگا، اُسی نسبت سے وہ تمدنی عناصر کو اپنے قالب مین ڈھال سکین گی، جو چیز ابھی تک پیدا نہین ہوئی ہو، یا جو چیز ہمارے اخلاق اور احساس کے لئے موزون نہین ہے، ہمارا دماغ اوس پر ایک دن مین اپنا عمل نہین کر سکتا، اس قسم کی موروثی چیزون کی نقل اوسی وقت ہوسکتی ہو جب رفتہ رفتہ اون کے ساتھ دوسری موروثی چیزون کی آمیزش کی جائے،

قدیم زمانے مین یونانیون جیسی ذہین اور طباع قوم نے ایک طویل زمانے کے بعد اشوری اور مصری قومون کے فنون لطیفہ کی نقل کے دائرہ سے آگے قدم بڑھایا، اور نہایت تدریجی ترقی کے ساتھ اُن تمام مدارج کو طے کیا، جن کی بنا پر اسکی صناعیان اعجوبہ روزگار خیال کیجاتی ہین،

مصری اور کلدانی قومون کے سوا تمام قدیم قومون نے گذشتہ تمدنی عناصر کی نقل کی ہے، اور اُس مین اپنے مزاج عقلی کے موافق تصرفات کرلئے ہین، اگر ہر قوم گذشتہ قومون سے استفادہ نہ کرتی تو تمدنی ترقی کی رفتار نہایت سست ہوتی، اور ہر قوم کی تاریخ کا آغاز بالکل مستقل طور پر ہوتا، ہم کو صاف نظر آتا ہو کہ آج سے سات آٹھ ہزار برس پیشتر مصریون اور کلدانیون نے جس تمدن کو پیدا کیا تھا، اُس سے تمام آنے والی قومون نے فائدہ اُٹھایا، یونانی فنون لطیفہ نے دجلہ اور نیل ہی کے کنارے شاخ و برگ نکالے، اور رومی صنعت طرازیون کی داغ بیل یونانی فنون لطیفہ کی سطح پر ڈالی گئی، رومی طرز مشرقی موثرات سے متاثر ہوا، اور اس ذریعہ سے پے در پے بیزنٹائن (مشرقی رومی)، اور گاتھک طرز پیدا ہوئے، ان سب کا مبدا اگرچہ ایک ہی ہے لیکن ہر قوم کی روح نے ان مین اختلافات پیدا کردیے ہین،

بعینہ یہی نظریہ تمدن کے دوسرے عناصر یعنی نظام سیاست، زبان، اور عقائد مذہبیہ

بھی منطبق ہوتا ہی، چنانچہ یورپ کی تمام زبانین، اُس زبان سے نکلی ہین، جو قدیم زمانہ مین ایشیا کے ایک حصہ مین بولی جاتی تھی، ہمارا علم قانون رومن لا کا فرزند ہے اور رومن لا بھی اُن قوانین سے ماخوذ ہی، جو اس کے پہلے موجود تھے، موسوی مذہب پہلے کلدانیون کے مذہب کے اختلاط سے پیدا ہوا، اس کے بعد اُس مین آرین قومون کے عقائد شامل ہوگئے، اور اس ترکیب و امتزاج سے وہ مذہب وجود مین آیا، جس کا یورپ تقریبًا دو ہزار برس سے حلقہ بگوش ہی، اسیطرح اگر موجودہ علوم و فنون دور گذشتہ سے متاثر نہ ہوتے، تو آج وہ ترقی کے اِس درجہ تک نہ پہونچتے جدید علم ہیئت کے اساطین یعنی کوپرنیک، کیپلر، نیوٹن، سب کے سب بطلیموس کے خوشہ چین ہین، جن کی تصنیفات پندرھوین صدی تک اِس فن کی نہایت متداول کتابین تھین خود بطلیموس مصر کے مدرسۂ اسکندریہ کا شاگرد ہی، جو مصریون اور کلدانیون کے معلومات کا مخزن تھا، ہمکو قومون کی تمدنی تاریخ مین جو کمی محسوس ہوتی ہی، اوس مین ہم کو اپنے علوم و فنون کی تدریجی رفتار کی جھلک نظر آتی ہی، چنانچہ اگر ہم اِس کو پیش نظر رکھکر گذشتہ دور کی طرف بڑھین، تو گذشتہ تمدنون کا مطلع بھی صاف روشن ہوجائے گا، اور آج تو علماء ان تغیرات کو سامنے رکھکر ہی اُس زمانہ کے حالات دریافت کرنا چاہتے ہین جس مین انسانی تاریخ کا وجود نہ تھا، حالانکہ ان سب کا ماخذ ایک ہی، ہر قوم نے اپنے دور ترقی و تنزل مین اپنے مزاج عقلی کے موافق اس مین تغیرات پیدا کر لیے ہین، اور تمدن کی تاریخ درحقیقت انھی تغیرات کی تاریخ کا مجموعہ ہے،

اِس تمام تفصیل سے ثابت ہوتا ہی کہ وہ اجزائے اولین جن کے ذریعہ سے کسی قوم کا تمدن پیدا ہوا ہی، اُس قوم کے ساتھ مخصوص اور اوس کے عقل و دماغ کا خلاصہ ہین، اور جب تک اون مین عظیم الشان تغیر نہ پیدا کر لیا جائے، وہ کسی دوسری قوم کی طرف منتقل نہین

ہو سکتے، یہ تغیر نہایت نمایان چیز ہے، لیکن کبھی تو اُن پر لغوی ضرورتین پردہ ڈالدیتی ہین، جن کی وجہ سے ہم مختلف معانی کو ایک ہی قسم کے الفاظ سے ادا کرتے ہین، اور کبھی تاریخی ضرورتین اون کو چھپادیتی ہین، جن کی وجہ سے تمدن کا دور ابتدائی اور دور انتہائی تو ہمارے پیش نظر ہو جاتا ہے، لیکن بیچ کی وہ کڑیان جو اُن دونون کو باہم ملاتی تھین گم ہو جاتی ہین، لیکن ہم آیندہ فصل مین جس مین فنون لطیفہ کے تغیرات کا ذکر ہے، تفصیل کے ساتھ بتائینگے کہ تمام تمدنی عناصر ایک قوم سے دوسری قوم کے یہان جا کر کیونکر اپنا قالب بدل لیتے ہین،

تیسری فصل

فنون لطیفہ مین کیونکر تغیر پیدا ہوتا ہی؟

مشرقی قومون کے فنون لطیفہ پر نظریات سابقہ کی تطبیق، مصر، وہ مذہبی خیالات جو فنون لطیفہ کا مرجع ہوتے ہین، مصریون سے منتقل ہوکر جب فنون لطیفہ ایران اور یونان وغیرہ مین آئے تو اُنکا کیا حال ہوا؟ ابتدائی زمانہ مین یونانی فنون لطیفہ کا انحطاط، اُنکا سست رفتار تغیر یونانی، اشوری اور مصری فنون لطیفہ کا ایران مین آکر رنگ بدلنا، فنون لطیفہ کے تغیرات کا سبب خود قوم ہوتی ہی، نہ کہ مذہبی عقائد، جو مختلف قومین اسلام لائین، اور اون کے ذریعہ سے عربی فنون لطیفہ مین جو کلی تغیرات پیدا ہوئے اُنکے ذریعہ سے اسکی مثالین، ہندوستانی فنون لطیفہ کے ماخذ اور اُنکے تغیرات پر ان نظریات کا انطباق، یونان اور ہندوستان دونون کے فنون لطیفہ کا ماخذ ایک ہی، صرف ان دونون قومون کے اختلاف نے ہر ایک کے فنون لطیفہ کو دوسرے سے ممتاز اور الگ کردیا ہی، ہندوستان مین جو مختلف قومین آباد ہین اُن کے لحاظ سے علی رغم مذہب فنون لطیفہ میں تغیرات،

ہم نے اِس نظریہ[1] کو نہایت اختصار کے ساتھ بیان کردیا ہے، کہ ہر قوم کے مزاج عقلی اور اُسکے عقائد، زبان، اور نظام سیاست مین ایک خاص مناسبت ہوتی ہی، اگرچہ اس مسئلہ کی کامل تشریح کے لیے متعدد تصنیفات کی ضرورت ہی، تاہم فنون لطیفہ کی بحث کے

---

[1] افسوس ہی کہ اس فصل مین عمارتون اور شہرون کے نام آتے ہین، ہم اُن مین اکثر کی تصحیح نہ کرسکے اور اُنکے اجمالی حالات نہ دیسکے،

ذیل مین اِس کی کافی توضیح کی جاسکتی ہی، مذہب اور سیاست ایسی چیزین ہین جو تمام قومون پر یکسان صادق نہین آتین، اُن مین دقیق تاویلین کی جاسکتی ہین، اور مختلف زمانون کے اُن مختلف واقعات کو ڈھونڈھنا پڑتا ہے، جو قدیم فرسودہ بلکہ مردہ کتابون کے تہ مین چھپے ہوئے ہین، اور باوجود اِس نقد و بحث کے اُن سے کوئی متفقہ نتیجہ نہین نکلتا، لیکن فنون لطیفہ، بالخصوص فنِ عمارت کی حالت ان دونون سے بالکل مختلف ہے، انکی ایک خاص حد معین ہی اسلیئے نہایت آسانی کے ساتھ اُن کی تفسیر کی جاسکتی ہے، غرض یہ پتھر کی کتابین تمام دنیا کی کتابون سے زیادہ صاف، واضح، اور آسان ہین، اور اُنکی زبان کبھی دروغ بیانی سے آلودہ نہین ہوتی یہی وجہ ہی کہ مین نے مشرقی تمدن پر جو کچھ لکھا ہے، اُس مین فنون لطیفہ کو خاص طور پر اہمیت دی ہی، مین لٹریری کتابون سے شدت کے ساتھ احتراز کرتا ہون، کیونکہ وہ فائدہ کم پہونچاتی ہین، اور گمراہ زیادہ کرتی ہین، لیکن آثار قدیمہ بہت کم بھٹکنے دیتے ہین، اور ہمیشہ فائدہ پہونچاتے ہین، اور قدیم برباد شدہ قومون کے خیالات کا اُن سے زیادہ امین اور محافظ کوئی نہین ہوسکتا، یہی وجہ ہے کہ مجھے اُن نادانون کی عقل پر جو اپنی تمام تر توجہ صرف اِن عمارتون کے نقش ونگار پر مبذول کرتے ہین رونا آتا ہی، اس فصل مین مین یہ دکھانا چاہتا ہون کہ فنون لطیفہ ہر قوم کے مزاج عقلی کا دیباچہ ہوتے ہین، اور جب وہ ایک تمدن سے منتقل ہوکر دوسرے تمدن کے ساتھ ملتے ہین تو اُن مین کیونکر تغیرات پیدا ہوتے ہین، مین اپنی بحث کو مشرقی قومون کے فنون لطیفہ تک محدود رکھون گا، کیونکہ یورپ کے فنون لطیفہ پر بھی اگرچہ یہ تمام نظریات صادق آتے ہین، لیکن یہ مختصر کتاب اُن تمام تغیرات کی گنجائش نہین رکھتی، جو یورپ کی مختلف قومون کے یہان فنون لطیفہ پر طاری ہوئے ہین،

سب سے پہلے مین مصر کے فنون لطیفہ کا ذکر کرتا ہون، تاکہ یہ معلوم ہوجائے کہ نے ریت مین

قوموں یعنی افریقیوں، ایرانیوں، اور یونانیوں کے یہاں جاکر اُس نے کیا کیا رنگ لے؟

تمام دنیا کے تمدنی سرمایہ میں مصری تمدن سے زیادہ کامل طور پر کوئی تمدن فنون لطیفہ کے متعلق رہنمائی نہیں کرسکتا، مصری فنون لطیفہ کو دریائے نیل کے کناروں سے ایک ایسی خصوصیت اور وابستگی ہے کہ جب تک اُن کی صورت بدل نہ دی جائے وہ کسی دوسری قوم میں منتقل نہیں ہوسکتے؛

مصری فنون لطیفہ بالخصوص فن عمارت کی ابتدا ایک خاص خیال سے ہوئی ہے اور پورے پچاس صدی تک تمام قوم نے اُس خیال کو پیش نظر رکھا، مصر یہ چاہتا تھا کہ اس فانی زندگی کے بجائے انسان کے لیئے ایک ابدی دارالقرار بنائے اس بنا پر اس نے مومیات کے ساتھ شدت کے ساتھ اعتنا کیا، جو اب تک وہاں کے مقابر میں دست بردزمانہ سے محفوظ ہیں اس لحاظ سے مصری عمارتوں میں ساتھ ساتھ مذہبی احساسات اور جذبات دونوں کی جھلک پائی جاتی ہے، وہ مومیات کے لیئے تعمیر کی گئی ہیں، بتوں کے لیئے انکا سنگ بنیاد رکھا گیا ہے، اسی غرض سے تہ خانے کھودے گئے ہیں، چٹانیں بلند کی گئی ہیں ستون کھڑے کئے گئے ہیں، منارے بنائے گئے ہیں، اور اسی مقصد کے لیئے، ابوالہول کے شاندار مجسمے کو چٹانوں کے تخت پر نمایاں کیا گیا ہے

چونکہ یہ عمارتیں صرف اِس غرض سے تعمیر کی جاتی تھیں کہ ابدالاباد تک قائم رہیں، اسلیئے اون کا ہر جزو نہایت مضبوط، اور عظیم الشان ہے، ان عمارتوں سے مصر کے جذبات اسقدر نمایاں ہوتے ہیں کہ اگر صرف مصری قوم دنیا کی قدیم ترین قوم ہوتی، تو ہمکو اسکے کہنے میں کچھ بھی تامل نہ ہوتا کہ فنون لطیفہ اس قوم کی روح کا اصلی قالب ہیں جس نے انکو ایجاد کیا ہے،

مصریوں کے بعد مختلف قوموں کا دور آیا، اُن میں بعض غیر متمدن تھیں، مثلاً ایتھوپیا کے حبشی، بعض متمدن تھیں جیسے ایرانی اور یونانی، اِن تمام قوموں نے یا تو صرف مصریوں

فنون لطیفہ کی زلہ ربائی کی، یا اون کے ساتھ اشوری قوم کی صناعیون سے بھی فائدہ اوٹھایا، بہرحال ان قومون مین فنون لطیفہ نے جو جو صورتین بدلین اونکی تفصیل کے لیے ہکو سب سے پہلے اہل ایتھوپیا کے فنون لطیفہ کی حالت بیان کرنی چاہیئے، جو ان تمام قومون مین نہایت غیر متمدن تھے،

مصر کے چوبیسوین خاندان شاہی کے طویل زمانے کے بعد جو اوسکی تہذیب و ترقی کا عہد زرین تھا، جب وہان طوائف الملوکی اور انحطاط کا دور شروع ہوا، تو دفعتہً سوڈانی قومون نے اس موقع سے فائدہ اوٹھایا، اور اس متمدن ملک کے بعض صوبون پر قابض ہوگئین اونھون نے سب سے پہلے اپنا دارالسلطنت شہر نباتہ کو بنایا، اسکے بعد وہ شہر مروی مین منتقل ہوگیا، اور کئی صدی تک اپنی اصلی حالت پر قائم رہا، اِن وحشی قومون کو مفتوح قوم کے تمدن نے مبہوت کردیا اسلیے اونھون نے اوسکے آثار اور فنون لطیفہ کی نقل شروع کی، اس نقل و تقلید نے جو نتائج پیدا کیے وہ ہمارے سامنے ہین لیکن اون سے صاف ثابت ہوتا ہی کہ یہ بالکل طفلانہ تقلید اور فنون لطیفہ کی ایک مسخ شدہ صورت ہی، کیونکہ حبشی قومین اپنے عقلی تنزل کی بنا پر ہمیشہ وحشت ہی کی حالت مین رہین، اور اگرچہ ایک مدت تک مصری تمدن نے اون پر اثر ڈالا، تاہم وہ اپنے اصل دائرہ سے نہ نکل سکین، قدیم و جدید تاریخ کی کسی مثال سے یہ نہین ثابت ہوسکتا کہ حبشیونکی کسی قوم مین بھی کبھی تمدن آیا ہی، اور اگر بخت و اتفاق سے کسی قوم کے ہاتھ مین تمدنی شیرازہ آ بھی گیا، تو وہ بہت جلد درہم برہم ہوگیا، اور انحطاط کی سب سے آخری صورت اختیار کرلی، زمانہ قدیم مین اہل ایتھوپیا (حبشہ) کے یہان تمدن کا یہی حال رہا، اور موجودہ زمانے مین ہائیٹی[ف] قوم کا بھی یہی حال ہی،

اس کے بعد یونانیون کا دور شروع ہوا، اور اونھون نے اول اول مصری اور اشوری

ف HAYTI امریکہ کا ایک جزیرہ جہان کے باشندے حبشی ہین،

قوم کے فنون لطیفہ کی نقل کی یونانیون نے ان قومون کی صناعی کے جو نمونے پیش نظر رہتے
تھے، وہ ان کو ایک تو فینشین قوم کے ذریعہ سے ہاتھ آئے تھے جس نے بحری راستون کے
ذریعہ سے تمام سواحل مین سلسلہ اتصال قائم کر دیا تھا، دوسرے ایشیائے کوچک کی اون
قومون کے توسط سے جنھون نے نینوی اور بابل کے درمیان تمام خشکی کے راستون پر قبضہ
کر لیا تھا،

اگرچہ اس سے کسی کو انکار نہین ہوسکتا کہ اخیر مین یونانی اپنے اوستادون سے بھی
بڑھ گئے تاہم اس زمانے کے محققین آثار قدیمہ کی تحقیقات سے ثابت ہوتا ہی کہ اس معاملہ مین
اون کی ابتدائی کوششین سخت ناکامیاب ورنا مکمل تھین، اور ایک طویل زمانے کے گذرنے
کے بعد اونھون نے فنون لطیفہ کے اون عجائبات کو دنیا کے سامنے پیش کیا جو اونکی
ابدی یادگار ہین، چنانچہ وہ سات سو برس کے بعد اس درجہ کو پہونچے، کہ اونھون نے فنون لطیفہ کو
خاص اپنا فن بنایا، زمانہ سابق کی بہ نسبت زیادہ تر اخیر زمانے مین اونکی ترقیون کا ظہور ہوا جسکی
وجہ یہ ہی کہ تمدنی ترقی مین قوم کو جن دورون سے گذرنا پڑتا ہی، اون مین دور اخیر کی بہ نسبت
دور اول نہایت طویل ہوتا ہی، یونانی فنون لطیفہ کی سب سے زیادہ قدیم مثال سینیا کے خزانے
ہین جو بارھوین صدی قبل مسیح کی یادگار ہین، لیکن اُن سے ثابت ہوتا ہی کہ مشرقی مصنوعات
کی نقل مین اول اول یونانی بالکل وحشی تھے، اسلیئے اونکے فنون لطیفہ کے چہرے سے چھ صدیون تک
مشرقی آب و رنگ زائل نہین ہوا، چنانچہ اینتیا اور اوُرخومینا مین اپالو کا جو مجسمہ نصب ہی وہ
مشرقی مجسمون سے کامل مشابہت رکھتا ہی، لیکن اسی زمانے سے اونھون نے ترقی کی طرف
قدم بڑھایا اور ایک ہی صدی کے بعد پیڈیاس اور پارتھینون کے مجسمے منظر عام پر آ گئے،

سلہ ہومر کی اصطلاح مین رب الارباب عقل وفہم، شاعری وموسیقی کا سب سے بڑا دیوتا، جسکا اپالو و بند راسی کی طرف منسوب ہی،

جو اپنے ماخذ یعنی مشرقی آب و رنگ سے بالکل خالی ہین، اور ادن پر فوقیت رکھتے ہین،

یہی حال فن عمارت کا بھی تھا، اگرچہ ادن تمام دورون کی تفصیل جن سے اس فن کو گذرنا پڑا ہی، آسان نہین ہے، کیونکہ نوین صدی قبل مسیح مین ہومر نے جن محلون کا ذکر کیا ہے؛ ہم کو اونکی حالت معلوم نہین ہی، تاہم ودس نے ادن کی پیتل کی دیوارون، چمکتے ہوئے رنگین کنگرون، اور سونے چاندی کے ادن جانورون کا جو اندر بطور پہرہ دار کے کھڑے کیے گئے ہین جو حال لکھا ہے، اوس کو پڑھ کر ہمین اشوریون کے محل یاد آتے ہین، جو پیتل کے تختون اور ملمع اینٹون سے ڈھکے ہوئے رہتے تھے، اور بیلون کے مجسمے ادن کی حفاظت کرتے تھے، اسکے ساتھ ہمکو یہ بھی معلوم ہے کہ یونان مین سب سے قدیم ستون جو ساتوین صدی قبل مسیح کی یادگار ہے اوسکی مثال کرنک، اور تیی حسن واقع ملک مصر مین موجود ہی، اور یونیتہ نامی ستون کے اکثر اجزا اشوری ستونون سے ماخوذ ہین، ہم کو یہ بھی معلوم ہی کہ یہ تمام مستعار چیزین پہلے ایک خاص قوم کی طرف منسوب تھین پھر ترکیب و تبدیل نے ادن کی صورت اسقدر بدل دی کہ ستونون کی ایک ایسی نوعیّت قائم ہوگئی جو اپنے اصل کے بالکل مخالف معلوم ہوتی ہی، یونانیون کے بعد ایرانیون کا ظہور ہوا، اگرچہ اوھون نے بھی یونانیون کی طرح فنون لطیفہ مین تغیرات پیدا کئے لیکن انقلاب کا یہ دور درجۂ کمال تک نہ پہونچ سکا، اس کی وجہ یہ ہی کہ دفعتہً ایک اجنبی دشمن اون پر حملہ کر بیٹھا، اسلیئے اونکے تمدن کی رفتار دفعتہً رُک گئی، یونانیون کو فنون لطیفہ کی ترقی و ایجاد کے لیئے سات صدیان ملی تھین، لیکن ایرانیون کو اسکے لیئے دو صدی سے زیادہ کا زمانہ نہ ملا اور اہل عرب کے سوا دنیا کی کسی قوم مین اس قسم کی مثال نہین مل سکتی کہ اوس نے ایک محدود زمانے مین فنون لطیفہ مین اس قدر ترقی کر لی کہ اوسکو اپنا خاص فن بنا لیا،

ایران کا تاریخی دور اوس زمانے سے شروع ہوتا ہی جب قورش اور اوس کے جانشینون

نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پانچ سو برس بیشتر بابل اور مصر پر قبضہ کر لیا تھا، اور اوسوقت یہی
دونون ملک مشرقی تمدن کا ماخذ تھے، لیکن یونان جس کی قسمت مین اسی قسم کی ایک فتح لکھی
ہوئی تھی، ابتک گوشۂ گمنامی مین پڑا ہوا تھا، اس بنا پر مسیح علیہ السلام سے تین صدی بیشتر
ایرانی سلطنت تمدن کا مرکز بن چکی تھی، لیکن اسکندر نے جب ایرانیون کو تخت سلطنت سے اوتار
دیا تو تمدن کا مرکز ثقل دنیا کے دوسرے گوشون کی طرف منتقل ہو گیا،

ایرانیون نے جس وقت مصر اور بابل پر قبضہ کیا تھا، اوسوقت اونکا کوئی خاص فن نہ تھا،
اسلیے اونھون نے انہی دونون ملکون کے نمونے پر فنون لطیفہ مین ترقی کرنا شروع کی، اور انھین
ملکون سے صناع مستعار لیے، لیکن چونکہ اونکی سلطنت نے دو صدی سے زیادہ کی عمر نہین پائی
اسلیے اون کو فنون لطیفہ مین حقیقی تغیرات پیدا کرنے کیلیے کافی وقت نہین ملا، البتہ اونھون نے
اپنے دور تنزل مین فنون لطیفہ مین بہت بڑا انقلاب پیدا کرنا چاہا، چنانچہ پرسوپولس (اصطخر)
کے بچے کھچے کھنڈرون سے اسکا اندازہ ہوسکتا ہے، ہم کو اون مین مصر، اشور، اور یونان تینون
کے فنون لطیفہ کی آمیزش معلوم ہوتی ہے، اور ہم کو یہان کچھ جدید آثار بھی نظر آتے ہین جن مین
اس شہرۂ ستون، اور اوس کے دوسرون والا تاج خاص طور پر قابل ذکر ہے، ان تمام واقعات
سے ثابت ہوتا ہے، کہ اگر زمانے نے اس متمدن قوم کو موقع دیا ہوتا تو گو وہ یونانیون کی طرح
فنون لطیفہ مین نظم و ترتیب نہین پیدا کرسکتی، تاہم ایک طرز خاص کی ایجاد مین وہ اوس سے
کسی طرح پیچھے نہین رہتی، چنانچہ اسکے دس صدی کے بعد اونھون نے جو صنعتی یادگارین قائم کین وہ
زبان حال سے اوس کی شہادت دے رہی ہین، ایران کا سب سے قدیم خاندان اخمیدیون کا خاندان ہے،
جس کو سکندر نے بے تاج و تخت کیا، اسکے بعد سلوقین (سلوکس یونانی) کا خاندان پیدا ہوا، پھر
راشدین کا زمانہ آیا، اور سب سے اخیر مین ساسانیون کا دور حکومت قائم ہوا جن کو ساتوین صدی

عیسوی مین عربون نے مغلوب کرلیا، انہی ساسانیون کے زمانے مین ایرانیون نے فن عمارت کی ایک جدید داغ بیل ڈالی چنانچہ اونھون نے اوس زمانے مین جو عمارتین تعمیر کین اون مین ایک خاص جدت طرازی پائی جاتی ہی جس سے یہ نہین معلوم ہوتا کہ وہ عرب، اخمیدی، اور ارشیدی کے فنون لطیفہ سے ماخوذ ہے، بلند دروازے جو عمارت کے کنگرون سے ملے ہوئے نظر آتے ہین، ملمع اینٹین، ساٹھ زینے کے پل اوسی زمانہ کی مخصوص یادگارین ہین اور مغل اپنے مذاق کے موافق کسی قدر تغیر پیدا کرکے اسی فن جدید کو ہندوستان مین لائے،

ان تمام مثالون سے تغیرات کے وہ مدارج معلوم ہوتے ہین۔ جو ایک قوم دوسری قوم کے فنون لطیفہ مین کرتی ہی، اور ان مدارج کے ساتھ یہ بھی معلوم ہوتا ہی، کہ قومون کے مذاق طبیعت، اور خصوصیات زمانہ کے اختلاف سے ان تغیرات مین بھی اختلاف پیدا ہوجاتا ہے، یہی وجہ ہی کہ ہمکو مختلف قومون مین تغیرات کی حیثیت مختلف نظر آتی ہی، اہل افریقہ چونکہ عقلی حیثیت سے کم پایہ تھے، اسلئے باوجود ایک زمانہ طویل کے یہان فنون لطیفہ نے کوئی ترقی نہین کی، بلکہ اپنے درجہ سے گرگیا، یونان جیسی متمدن قوم نے جب کافی زمانہ پایا تو قدیم فنون لطیفہ سے اونھون نے ایک جدید فنون لطیفہ کو ایجاد کیا، اور اوس کو پہلے سے بھی زیادہ چمکا دیا، اس سے کم درجہ کی متمدن قوم ایرانیون کی تھی جس نے ترقی کے لئے بہت کم زمانہ پایا تھا تاہم اوس نے غیر قومون کے فنون لطیفہ کو لیکر اوس مین اپنی صناعیون کے کمالات دکھائے اور اوس مین کمالات پیدا کیئے،

عہد قدیم کی ان مثالون کے علاوہ، ہمکو اپنے قریب تر زمانے مین بھی اسکی بہت سی مثالین ملتی ہین جن سے اوس عظیم الشان انقلاب کا پتہ چلتا ہی، جو غیر قومون کے فنون لطیفہ مین ہر قوم کو خواہمخواہ کرنا پڑتا ہے، ان مثالون کی شہادت تمام آثار قدیمہ کی شہادتون سے زیادہ موثق ہے، کیونکہ وہ اوس قوم سے ماخوذ ہین جنکی جنسیت اور قومیت مین اگرچہ اختلاف ہی

تاہم وہ صرف ایک مذہب (اسلام) کی پابند ہی جب اہل عرب نے ساتوین صدی عیسوی مین دنیائے قدیم یعنی روم و یونان پر قبضہ کر لیا، اور وہان اوس عظیم الشان سلطنت کی بنیاد ڈالی، جو نہایت سرعت کے ساتھ اندلس سے لیکر براعظم ایشیا اور شمالی افریقہ تک پھیل گئی، تو فنون لطیفہ مین سب سے پہلے، اونکی نگاہ فن بیزنطی (مشرقی رومی) پر پڑی، جو نمایان تشخص و امتیاز رکھتا تھا اس لیئے اونھون نے اوّل اوّل اندلس، مصر، اور شام کی مساجد مین اوسی کی نقل کی، چنانچہ دمشق مین جامع عمری اور قاہرہ مین جامع عمرو اوسکی زندہ مثالین ہین لیکن یہ طرز عمارت بہت دنون تک قایم نہ رہا، بلکہ اختلاف ممالک کی وجہ سے مسلمانون نے فن تعمیر مین نہایت سرعت کے ساتھ تبدیلیان شروع کر دین، اور ہر صدی مین یہ طرز بدلتا رہا چنانچہ ہم نے اپنی کتاب **تمدن عرب** مین ان تغیرات کی تفصیل کر دی ہی یہ ایک ایسا عام اور کلی تغیر تھا کہ عہد قدیم کے آثار مثلاً جامع عمرو واقع مصر ۷۴۲ء اور دور اخیر کی یادگار جامع قایدبای واقع مصر ۱۴۶۸ء مین کسی قسم کی مشابہت اور ہمرنگی نہین پائی جاتی،

ہم نے اس کتاب مین تصاویر کے ذریعہ سے دکھایا ہی کہ تمام ممالک اسلامیہ یعنی اسپین افریقہ، شام، ایران اور ہندوستان کے آثار قدیمہ مین اسقدر اختلاف پایا جاتا ہی کہ اون پر ایک نام کا اطلاق نہین ہو سکتا، یورپ کے گاتھک طرز مین بھی اگرچہ کسی قدر اختلاف موجود ہی، تاہم ان مین بعض حیثیتون سے مشابہت بھی پائی جاتی ہی اسلیئے اون کو ایک ہی چیز کہا جا سکتا ہی، لیکن ممالک اسلامیہ کے آثار قدیمہ مین اس قسم کی مشابہت بالکل مفقود ہی،

لیکن اس اختلاف کا سبب مذہب نہین ہو سکتا، کیونکہ تمام دنیائے اسلام صرف ایک ہی مذہب کی پابند ہی بلکہ اسکا اصلی سبب قومیت کا اختلاف ہے، اور وہ ایک ایسی موثر چیز ہی جو خود قومون کی طرح فنون لطیفہ مین بھی اہم تغیرات پیدا کر دیتا ہی،

پس اگر یہ نظریہ صحیح ہے تو ہم کو ایک ایسے ملک مین جسمین مختلف قومین بستی ہین، باوجود وتحاد مذہب اور اتحاد سلطنت کے بالکل مختلف قسم کے آثار و عمارات کی تلاش کرنی چاہیے چنانچہ اگر ہم اس جستجو مین نکلین گے تو ہندوستان کا گوشہ گوشہ ہمارے سامنے یہ بوقلمون منظر پیش کرے گا، ہندوستان مین اس نظریہ کی بکثرت مثالین مل سکتی ہین اور اس لیے مین بار بار اوسکی طرف رجوع کرون گا،

ہندوستان درحقیقت ایک تاریخی کتاب ہی، جسکے آگے حکمت وبیان کی تمام کتابین ہیچ ہین، دنیا مین صرف وہی ایک ایسا ملک ہی، جہان سیاح ایک طرف سے نکل کر دوسری طرف کو جاتا ہی، تو گویا ایک زمانے سے نکل کر دوسرے زمانے کے حدود مین قدم رکھتا ہی، اور انسانیت نے ابتدائے آفرینش سے لیکر آج تک وحشت اور تمدن کے جو مراحل طے کیے ہین وہ بیک نظر اوس کی نگاہ کے سامنے آجاتے ہین، تمام دنیا کے انقلابات کی تصویرین وہان موجود ہین بخار اور کہربائیت کا ترقی یافتہ دور بھی وہان اپنے مناظر دکھا سکتا ہی، اور اسکے ساتھ عصر حجری کی یادگارین بھی وہان موجود ہین، غرض تمدنی موثرات، اور اوسکے مسلسل تغیرات کا مرقع ہندوستان سے بہتر دنیا کے کسی حصہ مین نظر نہین آسکتا، مین مدت سے اس مسئلہ کو حل کرنا چاہتا تھا کہ ہندوستانی فنون لطیفہ کا ماخذ کیا ہی؟ لیکن ان نظریات کی تطبیق سے یہ عقدہ نہایت آسانی کے ساتھ حل ہوگیا،

ہندوستان مین تاریخی دور کے بہت بعد فنون لطیفہ کا رواج ہوا، چنانچہ ہندوستان کے قدیم ترین آثار کی عمر یورپ کے تاریخی دور کے دو صدیون سے زیادہ نہین ہی، مثلاً آشوکا[1] کے

[1] ہندوستان مین بدھ مذہب کا بہت مشہور بادشاہ مدت سلطنت ۲۷۳ تا ۲۳۲ ق، م اس نے متعدد ستون نصب کرائے تھے جن پر اخلاقی احکام و قوانین کندہ تھے،

ستون، کارلی، ہوتا، اور ستفش کی عبادتگاہین جن زمانے مین تعمیر کیگئی ہین، اوسوقت مصر، ایران، اور اشور کی قدیم قومون کا تمدن اپنا دور ختم کر چکا تھا، اور اوس پر تنزل و گمنامی کے پردے پڑ گئے تھے، اس وقت صرف ایک روما کا تمدن اپنے اوج شباب کے ساتھ تمام دنیا پر حکومت کر رہا تھا، اگرچہ ہندوستان اون تمام قدیمہ کو جن کے تمدن و تہذیب کا چراغ بجھ رہا تھا اپنے تمدن کے ایک بڑے حصہ کا ماخذ بنا سکتا تھا، لیکن چونکہ وہ تمام دنیا سے الگ تھلگ ایک گوشہ مین پڑا ہوا تھا، اور خود ہندوستانی عمارتون کی شخصیت کسی قوم کے آثار و عمارات سے میل نہین کھاتی تھی، اس لئے ایک مدت تک علمائے آثار قدیمہ کی یہ رائے تھی کہ ہندوستان نے اون قومون سے کچھ نہین لیا، اس خصوصیت کے ساتھ اگر ہندوستانی آثار قدیمہ کے، نظام و ترتیب اور جدت طرازیون کو پیش نظر رکھا جائے، تو معلوم ہوگا کہ یہ تمام آثار مسلسل اور دیرینہ تجارب کا نتیجہ ہین، لیکن علمائے آثار قدیمہ اب تک ان تجربات سے ناواقف ہین، اخیر زمانے مین ہندوستان کے ایک دور افتادہ حصے مین کچھ مجسمے بے شبہ نکلے تھے جن مین یونانی فنون لطیفہ کی جھلک پائی جاتی تھی، اور اسی بنا پر اُن علما نے جو ہندوستان مین آثار قدیمہ کی تحقیقات کرتے تھے یہ رائے قائم کی تھی کہ ہندوستان نے فنون لطیفہ کو یونان سے لیا ہی، لیکن ہم نے اون نظریات کی بنا پر جن کو ہم اس کتاب مین لکھ چکے ہین، اور خود اون آثار قدیمہ کے دقیق مطالعہ کے بعد جو نتیجہ مستنبط کیا ہی وہ اِن علما کی رائے سے بالکل مختلف ہی، ہمارا خیال ہی کہ ہندوستان نے فنون لطیفہ کو یونانیون سے اخذ نہین کیا، اور باوجود تمدنی اختلاط کے ایسا کر بھی نہین سکتا تھا، کیونکہ یہ دونون قومین قومیت، خیالات، اور فنون لطیفہ کی مہارت مین باہم اسقدر مختلف تھین کہ ان موانع کے ہوتے ہوئے ایک کا دوسرے سے متاثر ہونا بالکل ناممکن تھا، ہندوستان مین جو آثار قدیمہ پھیلے ہوئے ہین، اگر اونکی تحقیقات کی جائے تو معلوم ہوگا کہ دونون ملکون کے فنون لطیفہ مین

کسی قسم کی مناسبت نہین ہی، یورپ کے تمام آثار قدیمہ یونانی فنون لطیفہ کی جھلک کھاتے ہین لیکن ہندوستانی آثار مین ہم کو اونکا کوئی اثر نظر نہین آتا، سرسری طور پر بھی یہ معلوم ہوسکتا ہے کہ یونانیون اور ہندوستانیون سے زیادہ دنیا کی کسی قوم مین تنافر و اختلاف نہین ہی، چنانچہ ہندوستان کے آثار قدیمہ اور ہندوستانی قوم کی نفسی خصوصیات پر جس قدر بحث کیجاتی ہے، اوسیقدر یہ حقیقت واضح ہوتی جاتی ہی کہ "ہندوستانی قوم ایک مخصوص اور مستقل روح رکھتی ہی جو کسی خارجی اور اجنبی موثر سے متاثر نہین ہوسکتی" البتہ ایک اجنبی موثر جبراً اوسکو اپنے زیر اثر لاسکتا ہے، لیکن جس قدر زمانہ گذرتا جائیگا، یہ اثر زائل ہوکر محض سطحی اور عرضی رہ جائے گا، بالکل سچ تو یہ ہی کہ ہندوستان اور دنیا کے دوسرے ممالک کے درمیان جس قدر بعد و مسافت ہی، اوسی قدر ہندوستان کی مختلف قومین، دنیا کی دوسری قومون سے الگ ہین، ہندوستان کی قومی روح بالکل ایک مستقل چیز ہی اور اگر وہ کسی چیز کی تقلید بھی کرتی ہے تو اُس کو خود ہندوستانی قالب مین ڈھال لیتی ہی، یہی عجیب و غریب روح جو ہر چیز کی حقیقت کو بدل دیتی ہے علانیہ فن عمارت مین بھی نظر آتی ہی، ہندوستان کے ایک سنگ تراش کو یونانی وضع کے بُت بنوانے پر مجبور کیا جاسکتا ہی، لیکن وہ چند ہی دنون مین اوس مین اسقدر تغیر پیدا کردیگا کہ وہ ہندوستانی بت بنجائیگا، اگرچہ ہندوستان اس وقت یورپ کے زیر اثر ہے، تاہم وہان اس قسم کے تغیرات روز بروز بڑھتے جاتے ہین، اگر تم ایک ہندوستانی کاریگر کو کسی یورپین چیز کا نمونہ دیدو کہ وہ خود اسی وضع کی دوسری چیز تیار کردے تو گو وہ عام طور پر نمونہ کی ظاہری شکل وصورت کا لحاظ رکھے گا، لیکن وہ اوس کے نقش و نگار، اور بعض اجزا مین اس قدر تغیر و تبدل کردیگا، کہ دوسری یا تیسری باری مین اوس سے یورپین آب و رنگ بالکل اوتر جائیگا، اور وہ خالص ہندوستانی چیز بن جائیگی،

ہندوستانی فن تعمیر کا سب سے بڑا ما بہ الامتیاز وصف یہ ہو کہ اوس مین جزئیات کی نہایت کثرت ہوتی ہو اور اوسکی ترکیب مین پیچیدگی پائی جاتی ہو، اسکے بخلاف یونانی فن عمارت اپنی سادگی مین ممتاز نظر آتا ہو، یہی خصوصیت ہندوستانی فن ادب مین بھی موجود ہے اور اسی وجہ سے ان دونون فنون (فن تعمیرات و فن ادب) مین تقریباً اتحاد پیدا ہو گیا ہو، ہندوستانی فنون لطیفہ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہو کہ ہندوستانیون کے مزاج عقلی اور اینٹ پتھر کی ان صناعیون مین سخت مناسبت اور تعلق ہو، اور وہ زبان حال سے اسکی شہادت دے رہی ہین چنانچہ اگر اشوری قوم کی طرح ہندوستانی قوم بھی مٹ جائے تو اونکی عبادت گاہون کے نقش و نگار اون کے مصنوعی بت، اور اونکی قدیم عمارتین، اون کی گذشتہ تاریخ پر شہادت دینگی، اور اون سے ہمکو خاص طور پر یہ معلوم ہوگا کہ ہندوستانی قوم مین چونکہ ترتیب و نظام کا ملکہ نہ تھا، اور اون مین خیال کی قوت شدت کے ساتھ موجود تھی، اسلیئے وہ یونانیون کے فن تعمیر سے بالکل متاثر نہین ہوئی، یعنی ان عمارتون مین وہ حسن ترتیب، اور صفائی نہ پیدا کر سکی جس نے یونانیون کو تمام دنیا سے ممتاز کر دیا تھا، اور اس طرح ہم کو اس سبب کا علم ہو جائیگا جس کی بنا پر یونانیون کا اثر بالکل عارضی طور پر ہوا، اور جس قدر اوّل اوّل ہوا تھا اُس سے آگے نہ بڑھا، ان آثار پر غور و فکر کرنے سے اوس خیال کی صداقت کو بہ دلائل ثابت کیا جا سکتا ہو، جو اون لوگون کے دلون مین پیدا ہوتا ہو، جو ہندوستانی قوم کی عقلی خصوصیات سے اجمالی واقفیت رکھتے ہین، کیونکہ یہ ثابت ہو چکا ہو کہ سلاطین ہند اور شاہان ایران (ارخمندی) مین باہم تعلقات قائم تھے، اور ایرانی تمدن یونانی اثر سے خاص طور پر متاثر تھا، ہندوستان کے بادشاہون نے متعدد بار، بالخصوص سن عیسوی کی دو ابتدائی صدیون مین یونانی فنون لطیفہ کو ہندوستان مین منتقل کرنا چاہا لیکن وہ اوس کو قائم نہ رکھ سکے، بلکہ جن بادشاہون نے اس قسم کی کوشش کی تھی اونکی حکومت کے زوال کے

ساتھ وہ بھی مٹ گیا، اس کی وجہ صرف یہی ہو کہ یونانی فنون لطیفہ، اور ہندوستانی قوم کے مزاج عقلی مین اس قدر تنافر اور اجنبیّت تھی کہ وہ اونکو صرف سلطنت کی جبری قوت سے قبول کر سکتی تھی، بلکہ تنافر کا اثر اس درجہ نمایان تھا کہ خود ان بادشاہون کے زمانے مین بھی ہندوستان کا ملکی فنون لطیفہ یونانی فنون لطیفہ سے بالکل متاثر نہین ہوا، کیونکہ خود اسمتھ مانتے ہین، بلکہ اسکے بعد بھی ہندوستانیون نے جو عمارتین تعمیر کین ہم کو اون مین یونانی فن تعمیر کا اثر نظر نہین آتا، حالانکہ وہ اثر اس آسانی کے ساتھ نمایان ہو سکتا ہو، کہ ایک کامل ہندی وضع کی عمارت مین صرف بعض جزئیات بالخصوص فرش سے یہ معلوم ہو سکتا ہو کہ اسکو یونانی کاریگر نے تعمیر کیا ہو"

یونانی فنون لطیفہ، اور ہندوستانی قوم کے جذبات کے اختلاف و تباین کا یہ نتیجہ ہوا کہ جس طرح یونانی فنون لطیفہ دفعتًہ ہندوستان مین آیا تھا اسیطرح دفعتًہ فنا بھی ہو گیا، اس سے صاف ثابت ہوتا ہو کہ وہ ملک مین بزور حکومت آیا تھا، کیونکہ کسی قوم کا فنون لطیفہ اسطرح جلد فنا نہین ہوتا، بلکہ اوس مین تغیرات ہوتے ہین تبدیلیان ہوتی ہین، اور جدید فنون لطیفہ کا اثر قدیم فنون لطیفہ مین صاف نظر آتا ہے، لیکن یونانی فنون لطیفہ دفعتًہ ہندوستان مین آیا، اور دفعتًہ فنا ہو گیا، اور جس طرح آج ہندوستانی طرز تعمیر پر اون عمارتون کا کوئی اثر نمایان نہین ہوتا جن کو انگریز دو سو برس سے ہندوستان مین تعمیر کر رہے ہین، اُسی طرح ہندوستان مین یونانی فنون لطیفہ بھی بے اثر رہا،

یورپ اگرچہ ہندوستان پر ایک صدی سے حکومت کر رہا ہو، لیکن جس طرح آج سے دو ہزار برس بیشتر یونانی فنون لطیفہ بے اثر تھا اوسی طرح یورپین فنون لطیفہ کا بھی ہندوستان کی کوئی اثر نہین پڑا، صاف نظر آتا ہو کہ فنون لطیفہ کی ترتیب و نظام کے متعلق دونون قومون کے خیالات سخت مختلف ہین، اور اسی بنا پر اگرچہ ہندوستانیون کے نزدیک اہل عرب بھی یورپین

قومون کی طرح بیگانہ تھے، لیکن کل ہندوستان نے عرب کے فنون لطیفہ کی تقلید کی، چنانچہ ملک کے جن حصون پر اہل عرب کا اثر نہین پڑا، وہان کی عبادت گاہین عربی نقش ونگار سے خالی نظر آتی ہین، یہ سچ ہی کہ جس طرح زمانہ قدیم مین شاہ کنیشکا[1] نے اپنے دور حکومت مین یونانی فن تعمیر کو منتقل کیا تھا، اوسی طرح آج بھی چند راجہ مثلاً مہاراجہ گوالیار نے یورپین طاقت سے مبہوت ہوکر قدیم لیٹین، اور یونانی طرز پر یورپین وضع کے محل تعمیر کیئے ہین، لیکن کنیشکا کے زمانے کی طرح خود ملکی فن عمارت، اس سرکاری فن عمارت سے بالکل متاثر نہین ہوا، اس سے صاف ثابت ہوتا ہی کہ اگرچہ یونانی، اور ہندوستانی فن تعمیر نے گذشتہ زمانے مین بعینہ اسطرح دوش بدوش زندگی بسر کی جس طرح آج وہ یورپین فن عمارت کے ساتھ زندگی بسر کر رہا ہے، تاہم اون مین کسی نے اپنے ہمنشین کا اثر قبول نہین کیا، اور اس بنا پر یونانی اور ہندوستانی آثار قدیمہ مین کلاً وجزاً دور کی مناسبت بھی نہین معلوم ہوتی، یہ ایک ایسی چیز ہے جو ہندوستان کے آثار قدیمہ کے مطالعہ سے صاف نمایان ہوسکتی ہی، لیکن اسکا یہ سبب نہین ہی کہ ہندوستانیون مین فطرۃً دوسری قومون کے فنون لطیفہ کی نقل وتقلید کا مادہ نہین ہی، کیونکہ جن قومون کے فنون لطیفہ اونکے مذاق کے موافق تھے، اوس کی نقل اونھون نے کرلی ہے بلکہ اسکی اصل وجہ جیسا کہ ہم بیان کر آئے ہین یہ ہی کہ دونون کی روح مین سخت تنافر واختلاف ہے،

عمارتون کے مشاہدات سے ثابت ہوتا ہی کہ ہندوستانی قومون نے ابتدا مین ایرانیون سے فنون لطیفہ کو لیا، لیکن یہ سلاطین ارخیدئین کے زمانے کے ایرانی نہ تھے، بلکہ یہ وہ لوگ تھے جنھون نے اشوری اور مصری قومون سے تمدنی سبق سیکھا تھا، یہ مسلم ہی کہ سنہ ۳۳۰ قبل مسیح مین جب سکندر نے سلاطین ہخمیدئین کے نظام سلطنت کو درہم برہم کردیا، اوس کے دو برس پہلے سے ایران ایک

[1] اسکی حکومت کابل وکشمیر سے لیکر دریائے نربدا تک تھی، پشاور دار السلطنت تھا، سال تخت نشینی بہ اختلاف روایات سنہ ۷۸ء یا سنہ ۱۲۰ء

شاندار تمدن کا مالک تھا، یہ سچ ہی کہ اوس وقت اونھون نے فنون لطیفہ مین کوئی خاص جدت نہین پیدا کی تھی، تاہم مصری اور اشوری فنون لطیفہ کی آمیزش نے اون کی صناعیون کو ایک نئے قالب مین نمایان کیا تھا، چنانچہ پرسوپولس (اصطخر) کے بچے کھچے آثار سے اسکا اندازہ ہوسکتا ہے، جن مین مصر کے عظیم الشان [illegible] اور اشور کے پردار بیل نظر آتے ہین، اور کہین کہین یونانی فنون لطیفہ کی جھلک بھی نظر آتی ہی، ان تمام واقعات کی بنا پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ دنیا کی تمام عظیم الشان قومون کے فنون لطیفہ ایشیا کوچک مین سمٹ کر آگئے تھے،

بہرحال ہندوستانیون نے اگرچہ براہ راست ایرانیون سے فنون لطیفہ کو حاصل کیا، لیکن درحقیقت یہ وہی کلدان اور مصر کے فنون لطیفہ تھے، کیونکہ خود ایرانیون نے اونھی قومون سے فنون لطیفہ کی تعلیم پائی تھی، اور اون مین کسی قسم کا تغیر نہین پیدا کیا تھا، ہندوستانی آثار قدیمہ کی تحقیقات سے اوس ماخذ کا پتہ چلتا ہی، جس سے ابتدا مین اونھون نے فائدہ اوٹھایا تھا، اس لحاظ سے جو لوگ اس حقیقت کا سراغ لگانا چاہتے ہین، اونکو اپنا مطمح نظر صرف ہندوستانی قدیم ترین آثار کو بنانا چاہیئے، کیونکہ ہندوستانی روح کی یہ خصوصیت ہی کہ وہ جس جدید روش کو اختیار کرتی ہی، اوس مین چند ہی دنون کے بعد اس قدر تغیرات پیدا کر دیتی ہے، کہ نقل و اصل مین کلیتہً اختلاف پیدا ہوجاتا ہی، ہندوستانیون نے یونانیون کو چھوڑ کر صرف اسی بنا پر ایرانیون سے فنون لطیفہ کی تعلیم حاصل کی کہ ایرانی فنون لطیفہ کو ہندوستانی مزاج عقلی سے جو مناسبت تھی وہ یونانی فنون لطیفہ کو نہ تھی، کیونکہ یونانی عمارتین بالکل سادہ اور نقش و نگار سے خالی ہوتی ہین، اس لئے ہندوستانی قومون کو اون سے کوئی دلاویزی نہین پیدا ہوتی تھی اسکے بخلاف ایرانی آثار مین نقش و نگار، زیب و زینت، اور سامان آرایش کی اسقدر کثرت ہوتی ہی جو ہندوستانیون کے دلون کو فریفتہ کرلیتی ہے، اور یہ ایک ایسی فطری مناسبت تھی، کہ ایرانی

فنون لطیفہ نے نصرف زمانہ قدیم ہی مین جبکہ ایران مصر اور اشور کے تمدن کا مالک تھا ہندوستان پر اثر نہین ڈالا، بلکہ اسکے کئی صدیون کے بعد جب مسلمانون نے ہندوستان کو فتح کیا تب یہ اثر نمایان ہوا جس کی وجہ یہ تھی کہ ہندوستان مین آنے سے پہلے ایرانی ممالک مین مسلمانون کا گذر ہو چکا تھا، اور اونکا تمدن قدیم قومون کے تمدن سے بہت کچھ سرمایہ حاصل کر چکا تھا اس لیے مسلمان ایرانی فنون لطیفہ کو خاص طور پر ہندوستان مین لائے، لیکن اون مین اشوری قوم کے آثار قدیمہ کی جھلک بھی نظر آتی ہے، عظیم الشان مسجدون کے دروازے اور ملمع اینٹین صرف اشوری اور کلدانی قومون کی یادگارین ہین، چونکہ یہ تمام فنون لطیفہ ہندوستانیون کے جذبات کے موافق تھے، اسلیئے اونھون نے اوسکی نقل کی، لیکن قدیم یونانی، اور موجودہ یورپین فنون لطیفہ چونکہ ہندوستانیون کے مذاق کے بالکل مخالف ہے، اِس لئے ہندوستان پر اونکا کوئی اثر نہین پڑا،

اس تفصیل سے ثابت ہو گیا کہ ہندوستانی اور یونانی فنون لطیفہ مین جیسا کہ علمائے فن عمارت کا خیال ہے، کوئی تعلق نہین ہے، بلکہ ایرانیون کے ذریعہ سے اونھون نے مصر اور اشور سے راہ و رسم پیدا کی ہے، اِس لحاظ سے اگرچہ ہندوستان نے براہ راست یونان سے کچھ نہین لیا، لیکن درحقیقت اون دونون کا ماخذ تمدن کا وہ عام سرچشمہ اور تہذیب کا وہ عام خزانہ ہے جسکو ایک مدت مین مصر اور اشور نے جمع کیا تھا، ہندوستان اور یونان دونون کا راس المال صرف وہی ہے، البتہ اتنا فرق ہے کہ یونانیون نے فینیقی (فینشین) قوم اور ایشیائے کوچک کے رہنے والون کے ذریعہ سے اوس سے فائدہ اوٹھایا، اور ہندوستانیون نے ایرانیون کے توسط سے اس سرمایہ کو اپنے یہان منتقل کیا، اِس بنا پر اصل مین یونانی اور ہندوستانی تمدن کا مبدء ایک ہے، البتہ چونکہ اِن دونون قومون کی روح مین اختلاف تھا، اس لیئے تمدن کی اِن دونون شاخون مین بھی

الگ الگ خصوصیتین قائم ہو گئین،

چونکہ فنون لطیفہ کو ہر قوم کے مزاج عقلی کے ساتھ خاص تعلق ہے، اور اسی بنا پر قومونکے اختلاف سے اون مین بھی اختلاف پیدا ہوتا رہتا ہے، اس لیئے باوجود مذہبی اتحاد کے قومیت کے اختلاف سے ہندوستانی فنون لطیفہ مین جن اختلافات کا پیدا ہونا لازمی تھا وہ پیدا ہوئے چنانچہ ہندوستان کے مختلف حصون مین جو آثار موجود ہین وہ اسکی شہادت دیتے ہین، اُنکے طرز تعمیر مین باہم اسقدر اختلاف ہو کہ مذہبی عقائد کو چھوڑ کر ہمکو اوسکی ترتیب و تقسیم مین ملکی یعنی قومی حیثیت کا بھی لحاظ رکھنا پڑے گا، شمالی ہند اور جنوبی ہند کی عماتین اگرچہ ایک ہی زمانے مین تعمیر کی گئین اور ان تعمیر کرنے والون کا مذہب بھی ایک تھا تاہم اون مین باہم کسی قسم کی مشابہت نہین پائی جاتی، مسلمانون کے زمانے مین بھی جبکہ تمام ہندوستان ایک طاقتور سلطنت کے زیر اثر تھا، یہ اختلاف قائم رہا، اور ملکی اختلافات کے لحاظ سے خود اسلامی آثار مین بھی اسکی جھلک نظر آتی ہو، چنانچہ احمد آباد، آگرہ اور بیجاپور کی مسجدین اگرچہ صرف ایک خدا کی پرستش کے لئے تعمیر کیگئین، لیکن ان مین بہت کم مشابہت پائی جاتی ہو اور یورپ کے دور ترقی کے آثار اور گاتھک آثار مین جو معمولی درجہ کی مشابہت ہو، وہ ان مساجد مین اس سے بھی کم پائی جاتی ہو،

یہ اختلاف صرف عمارتون تک محدود نہین، بلکہ وہ مجسمون کی ہیئت اور صنعت و نقوش سے نمایان ہوتا ہے، چنانچہ سانچی کے اوبھرے ہوئے نقش و نگار، اور بر ہات کے مجسمون کے موازنہ سے اسکی تصدیق ہوتی ہو، حالانکہ یہ سب ایک ہی زمانے مین بنائے گئے ہین، اور بوندیلکھنڈ، میسور اور جنوبی ہند کے آثار مین یہ اختلاف اور بھی نمایان طور پر نظر آتا ہو، یہان تک کہ معمولی درجہ کی مصنوعی چیز بھی اسکے اثر سے خالی نہین نظر آتی، میسور، اور گجرات کے بنے ہوئے لکڑی کے کام

اور اوڑیسہ اور ساحل بمبئی کے بنے ہوئے زیور مین ایک معمولی سمجھ کا آدمی بھی امتیاز کر سکتا ہے

اِس مین شبہہ نہین کہ دیگر مشرقی عمارتون کی طرح ہندوستان مین بھی سب سے پہلے مذہبی عمارتین وجود مین آئین، لیکن مشرق مین جسقدر مذہب کا اثر ہی، اوس سے زیادہ خود قوم کا ہے،

یہ روح جو ہر قوم کو اوسکی منزل مقصود تک پہونچاتی ہی، وہ جس طرح نظام سیاست اور فنون لطیفہ پر اپنا اثر ڈالتی ہی، اوسیطرح مذہب کو بھی ایک خاص روش کی طرف لی جاتی ہی، وہ تمام تمدنی عناصر کی بحث مین ہمارے آگے آگے ہوتی ہے، اور وہ ایک ایسی طاقت ہی جس سے بالاتر کوئی طاقت نہین، اوس مین اون ہزارون پشتون کی قوت موجود ہی، جس نے اوسکو پیدا کیا ہی، اور وہ اونکی نسلون کے افکار و خیالات کا خلاصہ ہے

تیسرا باب

قومون کی تاریخ پر اس حیثیت سے نظر کہ اُسکا ماخذ قومونکا اخلاق ہے

پہلی فصل

نظامات سیاسیہ کیونکر ہر قوم کی روح سے پیدا ہوتے ہین؟

ہر قوم کی تاریخ عموماً و اُسکا اور اسکے مزاج عقلی سے ماخوذ ہوتی ہی، اسکی مختلف مثالین، یہ بحث کہ فرانس کی سیاست کا منبع وہان کی قومی روح ہی، یہ بحث کہ ان نظامات مین اگرچہ بظاہر تغیر محسوس ہوتا ہی لیکن اُنکی حقیقت نہایت راسخ و پایدار ہوتی ہی، یہ بحث کہ ہمارے تمام سیاسی فرقون کا مقصد ایک ہی، ان فرقون کے رنگ اور اونکے نام، یہ بحث کہ تمام سیاسی فرقون کا مذہب یہ ہی کہ نفوذ و قوت کو محدود، اور ہر شخصی حرکت کو حکومت کے مصالح پر قربان کر دیا جائے، یہ بحث کہ شورش فرانس شخصی حکومت کے قایم ہونے سے پیدا ہوئی، یہ بحث کہ ہر قوم کے سیاسی نظام کا ماخذ ہمیشہ اوسکا قومی نظام اخلاق ہوتا ہی،

تاریخ اپنی حیثیت عمومی مین اون نتایج کی شرح ہی جن کو قومون کی روح نے پیدا کیا ہی، اس لیے جس طرح مچھلی کے آلات تنفس کی نشو و نما پانی مین ہوتی ہی، اوسی طرح تاریخ کا سرچشمہ بھی قومون کی یہی روح ہے، جو شخص کسی قوم کے مزاج عقلی سے ناواقف ہے، اوسکے نزدیک اوسکی تاریخ اون غیر مرتب واقعات کا مجموعہ ہوگی جن کو بخت و اتفاق نے پیدا کیا ہی، لیکن جو شخص اس روح کی حقیقت سے واقف ہی، اوسکو نظر آتا ہی کہ قومی زندگی ہر قوم کے نفسی اخلاق کا ایک قدرتی اور لازمی نتیجہ ہی، اگر تم کو مختلف قومون کے مظاہر زندگی مختلف نظر آئین، تو تمکو یقین کر لینا چاہیے کہ ان اختلافات کے تانے و پود قومی روح سے وابستہ ہین،

قومی روح کا روشن ترین مظہر نظام سیاست ہی، اور بعض مثالون کے ذریعہ سے نہایت آسانی کے ساتھ یہ حقیقت واضح ہو سکتی ہے،

فرانس اون ملکون مین ہی جن مین ایک عام انقلاب پیدا ہو چکا ہی، بظاہر چند سالون مین اوسکا نظام سیاست بالکل بدل گیا ہی، اور سیاسی فرقون مین سخت مغائرت پیدا ہوگئی ہی، لیکن اگر ہم اون خیالات کا جو بظاہر متناقض معلوم ہوتے ہین، غور سے مطالعہ کرین، اور اون سیاسی فرقون کے متعلق جنمین ہمیشہ جنگ قایم رہتی ہی، دقت نظری سے کام لین، تو معلوم ہوگا کہ ان سب کی حقیقت ایک ہے اور اوسکے اندر سے فرانس کی قومی روح علانیہ جھلک رہی ہی، انتہا پسند، شخصیت پرست، سوشلسٹ غرض تمام فرقے مختلف رنگ کی جھنڈیون کے نیچے، ایک ہی منزل مقصود کی طرف جارہے ہین اور سب کا نصب العین صرف یہ ہی کہ افراد کو حکومت کے اندر فنا ہو جانا چاہیئے، ہر فرقہ یہ چاہتا ہے کہ قوت و نفوذ سلطنت کے دامن مین اسطرح سمٹ کے آجائین، کہ ہر چیز کی باگ اوسکے ہاتھ مین آجائے، سلطنت ہی ہر چیز کی ترتیب دے، اوسی کی طرف تمام چیزین سمٹ آئین معمولی سے معمولی جزئیات کے متعلق بھی وہ افراد کی زندگی کو قانونی شکنجہ مین جکڑدے، اور اون کو تھوڑا بہت دنیا کے جھگڑے بکھیڑے سے نجات دلائے، بادشاہ، شاہزادہ (امبراطور) پریسیڈنٹ غرض عنان حکومت کسی کے ہاتھ مین بھی ہو، لیکن مقصد سب کا ایک ہی، اور یہی مقصد فرانس کی قومی روح کی ترجمانی کرسکتا ہی، اور فرنچ قوم اس کو چھوڑ کر کسی دوسری طرف نہین جا سکتی[1]،

پس ایک طرف تو ہمارے نظام عصبی کا تموج، اور ہمارا آسانی کے ساتھ بدلنے والا مذاق ہم سے کہتا ہی، کہ کاش اس حکومت کے بجائے جو ہر وقت اپنا نظام سیاسی بدلتی رہتی ہے۔

---

[1] ایک روشن خیال شخص موسیو (دیمون وائٹ) فرماتے ہین کہ فرنچ قوم کی روح کا مابہ الامتیاز وصف یہ ہے کہ جبتک سلطنت ترغیب و تحریص نہ لائے، وہ کسی تمدنی کام مین کامیابی نہین حاصل کر سکتی،

کوئی دوسری حکومت ہوتی تو ہماری حالت بہتر ہو جاتی" دوسری طرف سے مردون کی آوازین آتی ہین کہ "ہم صرف الفاظ اور ظاہری قالب مین تبدیلی پیدا کرتے ہین" لیکن قوم کی غیر شاعرانہ روح کا اثر ہم پر اس شدت کے ساتھ پڑگیا ہی کہ اوسکے ہوتے ہوئے ہم کو یہ محسوس نہین ہوتا کہ ہمارا موجودہ خیال بالکل غلط ہے۔

شورش فرانس کے بعد جو نظام حکومت قایم ہوا اوس کو اگرچہ ہمارے قدیم نظام سے بظاہر کوئی مشابہت نہین ہی لیکن درحقیقت اوس نے غیر محسوس طور پر شخصی حکومت کا قالب اختیار کرلیا، اسلیئے اوس نے قدیم نفوذ و قوت کو اور بھی محدود کردیا، اگر لوئس سیزدہم اور لوئس چہاردہم اپنی قبر سے اوٹھکر اس انقلاب کے نتائج کو دیکھتے، تو اپنے شخصی اغراض کے لیئے ادنھون نے جو بیرحمیان کی تھین اونپر اگرچہ فطرۃً ملامت کرتے لیکن باانیہمہ اونکو نظر آتا کہ یہ جو کچھ ہوا ٹھیک اونکی قدیم روش کے مطابق ہی، وہ اعتراف کرتے کہ اگر اونھون نے کسی وزیر کو اس طرز حکومت کی وصیت کی ہوتی، تو اوسکو بہت زیادہ کامیابی نہ ہوتی، وہ کہتے کہ شورش سے پہلے فرانس مین جو حکومتین قایم ہوئین، اون مین سب سے زیادہ قدیم خود وہ نظام حکومت ہی، جو شورش کے بعد قائم ہوا اون کو اس امر کا یقین ہوجاتا کہ اگرچہ تقریبًا ایک صدی سے مختلف طرز کی مختلف حکومتین قایم ہوتی رہین، لیکن ان مین کوئی بھی قدیم نظام کو نہ بدل سکی، کیونکہ جو انقلاب قانون طبعی کے مطابق ہوتا ہی، اوسکا قدرتی نتیجہ یہی ہی، اور سلاطین کی شخصی تقلید جس نے قوم کی روح کو غلام بنالیا ہے۔ ہمیشہ اسی طرح قایم رہے گی، تاہم اونکو یہ فرق ضرور نظر آتا کہ جب سے حکام و شرفاء کے طبقہ کو ملازمت پیشہ لوگون کے گروہ سے بدل دیا گیا ہی، ایک ایسا جمہوری نظام قایم ہوگیا ہی، جو قدیم نظام سے زیادہ خطرناک ہی، کیونکہ اوس مین کوئی سیاسی انقلاب نہین پیدا ہوسکتا، اس سے پہلے دوسرے نظام قایم ہوچکے ہین، وہ قوم کا قدرتی نتیجہ ہین، اوسکے نتائج کی ذمہ داری کسی خاص شخص پر عائد نہین

ہوتی، اور اوسکی مستمر زندگی سے روز بروز اوسکا بول بالا ہوتا جاتا ہے، اور یہی وہ خصوصیات ہین جو ایک شخصی حکومت کا خاصہ لازمی خیال کی جاتی ہین لیکن بااینہمہ وہ اس پر بہت زیادہ ملامت نہین کرین گے، کیونکہ اون کو معلوم ہو کہ لیٹن قومین آزادی سے زیادہ مساوات پر جان دیتی ہین، اسلیئے وہ تمام استبدادی طریقون کو اس شرط پر قبول کر سکتی ہین، کہ اونکا سر رشتہ ایک فرد کے ہاتھ مین نہ ہو، یا وہ اشتون کی کثرت، اور قواعد کی بہتات نے افراد کو جس طرح جکڑ کر استبداد کی قوت مین غیر معمولی اضافہ کر دیا ہو وہ اون سے مخفی نہین رہ سکتا، ان نتایج پر نگاہ ڈالنے سے اونکو یہ بھی معلوم ہو جائیگا، کہ جب اس دور حکومت کا نظام مکمل ہو جائیگا، تو وہ ہر چیز کو اپنے دامن مین سمیٹ لیگا، اور پھر تمدنی فوائد کے لیئے کسی قسم کے قانون کی ضرورت نہ ہوگی، افراد کی ہر شخصی حرکت فنا ہو جائیگی، اور بغیر کسی دوسری شورش کے سوشیالزم تمام ملک مین لنگر انداز ہو جائیگا، لیکن اسکے ساتھ اونکو [illegible] دماغ کی روشنی مین یہ بھی نظر آئیگا کہ سوشیالزم درحقیقت شخصی نظام حکومت کا ایک اعلیٰ ترین مظہر ہے، اور شورش فرانس نے اِس بلند منارہ تک ملک کو نہایت سرعت کے ساتھ پہونچا دیا ہو، اِس مثال کے مقابل مین انگریزی قوم ہو جس کا مزاج عقلی فرنچ قوم سے بالکل مختلف ہو اور اسی وجہ سے دونون کے نظام حکومت مین کسی قسم کا ارتباط و اتصال نہین پایا جاتا، انگریزی حکومت کے تخت پر بادشاہ یا پریسیڈنٹ کوئی بھی متمکن ہو، جیسا کہ برطانیہ اور ولایات متحدہ امریکہ مین یہ دونون مختلف حالتین نظر آتی ہین، لیکن انگریزی قوم کے طرز حکومت مین کسی قسم کا اختلاف نہین پیدا ہوتا ان دونون حالتون مین سلطنت کا اثر سمٹ کر محدود، اور افراد کا اثر پھیل کر غیر محدود ہو جاتا ہے، اِس نظام حکومت مین بندرگاہ، محکمۂ انہار، ریلوے، اسکول و کالج، غرض رفاہ عام کے تمام کام اشخاص کے ساتھ تعلق رکھتے ہین، خود حکومت انکا انتظام نہین کرتی، اور یہ روش لیٹن قومون کی روش کے بالکل مخالف ہو، اس وقت افراد کی ذاتی حرکت کی نشو و نما کا سب سے زیادہ روشن مظہر امریکہ ہے،

کیونکہ انگلستان مین ۲۵ سال سے سلطنت آہستہ آہستہ اسکو روک رہی ہی اسلئے اِس مین بہت کچھ ضعف آگیا ہے،

جن اخلاق کا اثر قوم کے نظام حکومت پر پڑتا ہی اون کو شورش جمہوری نظام سلطنت استبداد وپسند حکومت غرض کوئی چیز نہ پیدا کر سکتی، نہ اون کے ذریعہ سے وہ فنا ہو سکتے، یہ بار بار کہا جاچکا ہی کہ ہر قوم کے لئے ایک خاص طرز حکومت موزون ہوتا ہی، اوسکے سوا عقل کسی دوسرے نظام حکومت کو جائز نہین رکھتی، ہم عنقریب بیان کرین گے کہ کسی قوم کو اوسکے مزاج عقلی کے نتائج سے مفر نہین ہوسکتا، ہوا جب ریگ کے ذرون کو اوڑاتی ہی تو بظاہر معلوم ہوتا ہی کہ قدرت نے قانون جذب وکشش کی خلاف ورزی کی ہی، حالانکہ بحقیقت ایسا نہین ہوسکتا، اسیطرح دو ایک دن سے زیادہ کوئی قوم اپنے مزاج عقلی کی مخالفت نہین کر سکتی، یہ ایک لغو خیال ہی کہ "قومونکا انجام کار حکومت اور نظام حکومت کے ہاتھ مین ہی" اوس کے عواقب ونتائج کا مرکز اوسکے باہر نہین بلکہ اوسکے اندر ہی، اگر حکومت کسی قوم کو اوسکے جذبات وخیالات کے مخالف تکلیف مالایطاق دینا چاہتی ہے، تو وہ اوسکا جوا اپنے کندھے سے اوتار کر پھینکدیتی ہی، ہر حکومت کا وجود قوم کے جذبات و خیالات کا آئینہ ہوتا ہے،، اور اسلئے کسی نظام حکومت کو کلیتہً اچھا یا برا نہین کہا جا سکتا، شاہ داھومی جس قوم پر حکومت کرتا تھا اوس کے لحاظ سے اوسکا طرز جہانبانی نہایت موزون تھا، لیکن آج یورپ کا اعلیٰ سے اعلیٰ نظام حکومت بھی اوس ملک کے لئے موزون نہین ہوسکتا، یہ ایک صداقت آمیز حقیقت ہی، لیکن بدقسمتی سے آج مدبران سیاست اس سے بالکل ناواقف ہین، اور اسلئے اونکا خیال ہی کہ حکومت ایک تجارتی مال ہی جسکو ایک قوم سے دوسری قوم کی طرف منتقل کیا جاسکتا ہی، اور جو نظام حکومت دارالسلطنت کا ہی، اسی اصول پر نوآبادیون مین بھی حکومت

لہ افریقہ کی ایک قدیم سلطنت کا نام جو اب فرانس کے قبضہ مین ہی،

کی جاسکتی ہی، لیکن یہ خیال اوسی قدر غلط ہی جس قدر ایک شخص مچھلی کو اس غلط دلیل کی بنا پر ہوا مین زندہ رکھنا چاہتا ہی کہ " دنیا کے تمام جانور ہوا مین سانس لیتے ہین "

قومون کے مزاج عقلی کا یہ اختلاف اونکو مدت تک ایک نظام حکومت کے زیر اثر نہین رہنے دیتا، یہی وجہ ہی کہ انگریز، آئرش، سلافی، ہنگرین، عرب، اور فرنچ قومون نے سخت دشوار یون اور متصل شورشون کے بعد ایک قانون کے آگے سر جھکایا اور اسی بنا پر جو سلطنتین مختلف قومون پر حکومت کرتی ہین، وہ نہایت سرعت کے ساتھ فنا ہوجاتی ہین، ہندوستان مین مغلون اور انگریزون نے بے شبہہ ایک طویل زمانے تک اس اصول کے خلاف حکومت کی ہی، لیکن اولاً تو اسکا سبب یہ ہی کہ خود یہان کی مختلف قومون مین اس شدت کے ساتھ منازعت و مخاصمت رہتی ہے کہ اجنبیون کے خلاف ان مین قومی اتحاد نہین پیدا ہوسکتا، دوسری وجہ یہ ہے کہ خود ان اجنبی سلطنتون نے اپنی سیاسی روشن ضمیری سے ان قومون کے اخلاق و عادات کا ادب و احترام کیا ہی، اور اونکو اپنے مذہب و قانون کے ماتحت زندگی بسر کرنے کی آزادی دی ہی،

قومون کے مزاج عقلی اور اوسکے نتائج کے متعلق معلومات کا اسقدر کافی ذخیرہ ہے کہ اگر اونکا استقصا کیا جائے تو متعدد جلدون کی ضرورت ہوگی، اور آج تک تاریخ نگاری کی جو روش چلی آتی ہی، وہ دفعتہً بدل جائیگی، میرے نزدیک ان معلومات کو سیاست اور تربیت کا اصول زرین قرار دینا چاہیئے، جن کی وجہ سے متعدد غلطیون سے نجات ملیگی اور بہت سے انقلابات کا خاتمہ ہوجائیگا،

دوسری فصل

نظریات سابقہ کا انطباق، انقلابات ولایات متحدہ امریکہ

اور

امریکہ کی اسپینی جمہوریت پر

انگریزی قوم کے اخلاق، امریکن روح کیونکر پیدا ہوئی؟ حالات معاش کی وجہ سے جو انقلاب پیدا ہوا ہے اوس کی مشکلات، پست درجہ کی قومون کے فنا کرنے کا قطعی فیصلہ، حبشی اور چینی، باوجودیکہ دونون کا نظام ایک ہی، لیکن اس کا کیا سبب ہے کہ ولایات متحدہ ترقی پذیر اور جمہوریت اسپینہ روبہ تنزل ہے؟ اسپینی جمہوریت امریکہ مین جو خود مختاری پھیل گئی وہ قوم کے انحطاط کا لازمی نتیجہ تھا،

اوپر کے اجمالی اشارات سے ثابت ہوگیا ہوگا کہ ہر قوم کے نظام حکومت کا مبدر اوسکی قومی روح ہی، اور وہ اوس مین اگرچہ سطحی اور عارضی تغیرات پیدا کر سکتی ہی، مگر اوس کی حقیقت کو نہین بدل سکتی، اب ہم اس فصل مین واضح مثالون سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہین، کہ یہ روح قوم کے مستقبل اور اوسکے نتائج عمل پر کس قدر قابو رکھتی ہی؟ اور نظام حکومت اوسکے مقابل مین کس قدر بے اثر چیز ہے؟ اس وقت مین مثال کے طور پر ایک ایسے ملک (یعنی امریکہ) کو پیش کرتا ہون جس مین ایک ہی قسم کی آب و ہوا اور ایک ہی قسم کے ماحول مین، یورپ کی دو متمدن ۱؎ وضعین، اور طباع قومین پہلو بہ پہلو آباد ہین، اور اون مین نظام اخلاق کے سوا کوئی چیز مابہ الامتیاز نہین،

۱؎ افسوس ہی کہ اس فصل مین بہت سے نامانوس الفاظ کی تصحیح ہم نہ کر سکے،

برابر ہی، اور دونون کی سرزمین مین بھی کوئی فرق نہین، ایک کو انگریزون نے فتح کیا ہی اور اوسمین اپنی نوآبادی قائم کی ہی، اور دوسرے حصہ مین اسپینی قوم آباد ہی، دونون کا نظام حکومت جمہوری ہے، اور چونکہ جنوبی حصہ کی جمہوریت نے ولایات متحدہ کے جمہوری نظام کو اپنی طرف منتقل کر لیا ہے، اسلئے دونون کی جمہوریت مین ہمرنگی پائی جاتی ہی، غرض قومیت کے سوا کسی حیثیت سے ان دونون قومون مین اختلاف وتباین نہین ہو سکتا، اس لحاظ سے ہم کو دیکھنا چاہیے کہ اس اختلاف قومی کا کیا اثر ہے؟

سب سے پہلے اجمالی طور پر اون سکسن انگریزون کی اخلاقی حالت کا تذکرہ کرنا ضروری ہی جو ولایات متحدہ مین آباد ہین، کیونکہ تمام دنیا کی قومون مین صرف یہی ایک ایسی قوم ہی جس کے اخلاق وعادات مین اتحاد، ہمرنگی، اور ہمواری پائی جاتی ہی، اسلئے اوسکے مزاج عقلی کی تحدید نہایت آسان ہے،

اخلاقی حیثیت سے انگریزی قوم کے مزاج عقلی کا امتیازی وصف قوت ارادی ہی، غالباً قدیم زمانہ مین رومن قوم کے سوا ایسا بے نظیر عزم، ایسی بلند ہمت، اسقدر ضبط نفس، اسقدر استقلال اسقدر نشاط، اسقدر شدید مذہبی احساس، اسقدر قومی احترام اور اس قدر احساس فرائض (سنس آف ڈیوٹی) دنیا کی کسی قوم مین نہین پایا جاتا، لیکن عقلی حیثیت سے اس قوم کے اون امتیازی اوصاف کو جو اسی قوم کے ساتھ مخصوص ہین اور دوسری متمدن قومون مین نہین پائے جاتے آسانی کیساتھ نہین بیان کیا جا سکتا زیادہ سے زیادہ اسقدر کہا جا سکتا ہی کہ عملی حیثیت سے اوسکے تصورات وخیالات نہایت پختہ اور صحیح ہین، اور وہ محض وہمی باتون مین پڑکر گمراہ نہین ہوتی، اس کو دوسری عبارت مین یون ادا کیا جا سکتا ہی کہ اوسکا ذوق عقلی حقائق واقعیہ کو شدت کے ساتھ محسوس کرتا ہے، اور نظریات کلیہ یعنی خیالی تصویرون کا اوسپر بہت کم اثر پڑتا ہی، عقلی دائرہ کی عدم وسعت اوسکو

کم درجہ نکے مذہبی عقائد کی طرف متوجہ نہین ہونے دیتی، ان عام اوصاف کے ساتھ انگریزون کا
مستقبل اس قدر روشن ہی کہ گویا اونھون نے اپنی زندگی کی تمام منزلین متعین کرلی ہین، اور اب
وہ اسکو دوسری بہتر زندگی سے بدلنا نہین چاہتے، ہر انگریز اپنے وطن، اپنے خاندان، اور اپنے
آقا کا حق شناس ہوتا ہے، اور مستقبل کی غیر متبدل توقعات نے اجنبی قومون کو اونکی نگاہ مین سبک
کردیا ہے، قدیم رومن قومین اپنے زمانۂ عروج مین بربرہ کو جس نگاہ سے ساتھ دیکھتی تھین، اب
انگریز غیر قومون کو، اور غیر قومون کے اخلاق وعادات کو اوسی نگاہ سے دیکھتے ہین، اس
بنا پر وہ اجنبیون کا قومی احترام نہین کرتے، ہر انگریز مدبر غیر قومون کے معاملے مین اون چیزون کو
بے تکلف استعمال کرسکتا ہی جن کو اگر وہ اپنے ملک مین رائج کرتا تو ہر طرف سے اوس پر اعتراضات
کیے جاتے اگرچہ فلسفیانہ حیثیت سے یہ ایک اخلاقی کمزوری ہے، لیکن قومی ترقی کے لیے اس سے
زیادہ کوئی چیز مفید نہین اسلیئے انگریزون کی یہ سب سے بڑی طاقت ہی، اور خود انگریزی
سپہ سالار ولسلی نے اوس کی طرف اشارہ کیا ہی جب بحر مانش[1] مین ایک ایسے راستے کے بنانے کی
تجویز پیش ہوئی جو براعظم یورپ مین سلسلۂ اتصال قایم کردے تو انگریزون نے اس کو منظور
نہین کیا، اس موقع پر لوگون نے کس قدر سچ کہا کہ "چینیون کی طرح انگریز بھی غیر قوم کے
اثرات کو اپنے ملک مین پھیلانا پسند نہین کرتے اوصاف مذکورہ بالا انگریزی قوم کے ہر طبقے
مین پائے جاتے ہین، اس لیئے اونکا اثر انگریزی تمدن کی ہر شاخ پر پڑا ہی، جو شخص چند دنون کے
لیئے بھی انگریزی ممالک کا سفر کریگا اوسپر یہ حقیقت واضح ہوجائیگی، اُسکو ایک معمولی سے
معمولی مزدور کے گھر مین بھی ایک مستقل طرز معاشرت اور بے نیازانہ زندگی نظر آئیگی، اونکا
گھر بے شبہہ نہایت تنگ ہوگا، لیکن وہ ہمسایون کی کشمکش سے بالکل الگ تھلگ نظر آئے گا،

---

[1] بلجیم کا ایک تجارتی شہر

وہ دیکھے گا کہ ایک انگریز ریلوے اسٹیشن پر جہان لوگ دوڑ دوڑ کر بھیڑ بکری کی طرح ایک دوسرے پر گرتے پڑتے ہین، ایک دیوار کی آڑ مین جس پر اس لئے پہرہ پڑتا ہی کہ لوگون کو گاڑیون کی ٹکر سے بچایا جائے چپ چاپ کھڑا رہتا ہی، اوسکے سامنے انگریزی قوم کا عزم و استقلال ایک آزاد اور خود مختار زندگی رکھنے والے طالب العلم کی طرح ، ایک محنتی مزدور کے کامون مین بھی نمایان ہوگا، اوس کو محسوس ہوگا کہ ہر انگریز پروفیسر تعلیم سے زیادہ تربیت اخلاق پر زور دیتا ہی، کیونکہ وہ سمجھتا ہی کہ دنیا کی کل اخلاق ہی کے ذریعہ سے چلائی جاسکتی ہی، مختصر یہ کہ اگر وہ انگریزون کی عام زندگی پر نظر ڈالے گا تو اوس کو معلوم ہو جائیگا کہ دیہاتی اسپتالون کی اصلاح، بندرگاہون کی تعمیر، ریلوے کا قیام، غرض انگریزون کے اکثر کام افراد کی قوت سے چلتے ہین، ان مین حکومت کا کوئی حصہ شامل نہین ہوتا، اس بنا پر اگر وہ ان حالات کا بغور مطالعہ کرے گا، تو اوس کو تسلیم کرنا پڑیگا، کہ انگریزی قوم کو اگرچہ دوسری اجنبی قومین، نہایت خشک، روکھی، اور اکھڑ قوم سمجھتی ہین، لیکن دنیا مین صرف وہی ایک ایسی قوم ہی جسکو آزادی کے حقیقی معنون مین آزاد کہا جاسکتا ہی، کیونکہ اوس نے اپنے اوپر حکومت کرنے کا طریقہ معلوم کرلیا ہی، اس لئے اوس نے حکومت کے دائرہ کو نہایت تنگ کردیا ہی، اگر انگریزی قوم کی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ وہ دنیا کی سب سے پہلی قوم ہی جس نے اپنے آپ کو کلیسیا اور بادشاہ دونون کی حکومت سے آزاد کرلیا ہی، پندرھوین صدی سے مقنن دارسٹیکو انگریزی قانون اور رومن لا کا جو مقابلہ کر رہا تھا، اوسکا نتیجہ یہ نکلا کہ ان دونون مین رومن لا کو خود مختار بادشاہون نے وضع کیا ہی، اور اسکا مقصد افراد کی زندگی کو اپنے اوپر قربان کرلینا ہی، لیکن انگریزی قانون قوم کی مجموعی کوششونکا نتیجہ ہی، اسلئے وہ قوم ہی کی حمایت کرتا ہی،

ایسی خوش اخلاق قوم جس جگہ ڈیرا ڈالدیگی، اوسکا بول بالا ہو جائیگا، اور عظیم الشان

حکومت قائم کرلے گی، لیکن اگر اوس کی زیر اثر قوم بجائے خود ضعیف ہوگی تو وہ اس قوم سے اچھی طرح فائدہ نہ اٹھا سکیگی، چنانچہ شمالی امریکہ کے سُرخ رنگ کے باشندے اس قوم کے فیض تربیت سے فائدہ نہ اوٹھا سکے بلکہ فنا ہو گئے، لیکن اگر اوس قوم کی تعداد زیادہ ہوئی، اور اوس مین مفید کام کرنے کا مادہ بھی ہوا جیسا کہ ہندوستانیون کا حال ہی، تو وہ انگریزون کی سخت فرمانبردار ہو جائیگی، اور زیادہ تر اونہی کے فوائد کے لیئے کام کریگی،

انگریزی قوم نے اپنے مزاج عقلی کے ذریعہ سے جو ترقیان کی ہین اگرچہ اوس کے آثار ہر جگہ نظر آتے ہین، تاہم وہ جدید ممالک مین خصوصیت کے ساتھ نمایان ہوتے ہین، مثلاً امریکہ ایک نیا ملک تھا جس کے باشندے صرف چند وحشی تھے، وہان زراعت کا نام ونشان تک نہ تھا، اس بنا پر اگر کوئی شخص وہان آباد ہونے کی غرض سے جاتا تو اوس کو اپنی ذات کے سوا کسی اور سے اعانت کی توقع نہین ہوسکتی تھی، لیکن انگریزی قوم وہان جا کر آباد ہوئی اور اس قدر ترقیان کین کہ دنیا کا کوئی فرد اوس سے ناواقف نہین، ابھی اوس کی ترقی کا زمانہ ایک صدی سے زیادہ ممتد نہین ہوا لیکن وہ ترقی کے میدان مین دنیا کی عظیم الشان سلطنتون کے دوش بدوش کھڑی ہوسکتی ہی، اور بہت کم قومین اوسکا مقابلہ کرسکتی ہین، چنانچہ جو لوگ جمہوریت امریکہ کے باشندون کی رفتار ترقی کا صحیح اندازہ کرنا چاہتے ہین، انکو موسیو روزیہ اور موسیو بورجیہ کی کتابون کا مطالعہ کرنا چاہیئے جن سے معلوم ہوگا کہ انگریزی قوم مین اپنے اوپر حکومت کرنے، اعمال مہمہ کے لیئے کمپنیان بنانے شہرون کے بسانے، مدرسون اور عبادت گاہون کے قائم کرنے، اور ریلوے لائینون کے جال پھیلانے کا مادہ کس شدت کے ساتھ موجود ہے؟ امریکہ مین پولیس، اور پالیٹکس کے سوا سلطنت کا اثر تمام چیزون مین اس قدر کم پایا جاتا ہی کہ ایک مختصر کچھ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہان سر سے سے کوئی

سلطنت ہی قائم نہین ہوئی لیکن جو لوگ انگریزی قوم کے اخلاق سے متاثر نہین ہوتے وہ امریکہ مین نہین

ترقی کر سکتے ہین، اور یہی وجہ ہے کہ جو لوگ وہان جا کر آباد ہو جاتے ہین، وہ امریکہ کی
قومیت پر کوئی اثر نہین ڈالتے بلکہ سچ تو یہ ہی کہ امریکہ کی آب و ہوا مین انگریزون کے سوا
کوئی شخص زندگی بسر ہی نہین کر سکتا اور جو لوگ انگریزون کے اخلاقی اوصاف کے ساتھ متصف
نہین اونکو وہ سرزمین آہستہ آہستہ مٹا دیگی کیونکہ وہان کے جغرافیانہ طبعی حدود، دریا اور پہاڑ کے
بجائے عزم و استقلال ہین، اس بنا پر نازک مزاج اٹالین تو وہان بھوکون مر جائیگا، اور
آئرش اور حبشی ذلیل نوکرون کی زندگی بسر کرینگے،

امریکہ کی عظیم الشان جمہوریت کو اگرچہ یقینی طور پر حرّیت زار کہا جا سکتا ہے، لیکن اُسمین
مساوات و مواخات کا وجود نہین پایا جاتا مساوات و مواخات صرف لیٹن نژاد الفاظ ہین قانون
ارتقا ران کو اپنی کسی دفعہ کا جزو بنانا گوارا نہین کرتا امریکہ مین نسل و خاندان کا اثر اسقدر شدید
اور عالمگیر ہے کہ اس سے کسی فرد کو مستثنیٰ نہین کیا جا سکتا یہی وجہ ہی کہ وہان کی قومیت اپنی
اصلی حالت مین محفوظ ہے، جو لوگ ضعیف، متوسط الحال، اور ذاتی قابلیت سے محروم ہین، امریکہ
مین اونکا گذر نہین ہو سکتا، اور اس کمزوری سے اس قسم کے افراد اور اس قسم کی قومون کو
یقیناً فنا ہونا پڑے گا، چنانچہ اپو روج کو جب وہان کی جغرافیانہ خصوصیات نے غیر مفید ثابت
کیا تو ان مین کچھ لوگ بھوک سے مر گئے، اور کچھ لوگون کو بندوق کی گولیون نے اوڑا دیا، اور جو
چینی مزدور امریکہ کے خاص باشندون کے کامون مین خلل انداز ہو رہے ہین، عنقریب اونکا
بھی یہی حشر ہوگا امریکہ سے انکی جلا وطنی کا قانون پاس ہو چکا ہی لیکن چونکہ اسکے لیے عظیم الشان

لہ امریکہ مین ایک قانون جاری تھا جسکے رو سے قوم اگرسکسن کے آدمی کو مجرم سمجھتی تھی تو خواہ وہ عدالت مین پیش کیا جاتا یا نہ کیا جاتا، عدالت اوسکو
سزا دیتی یا نہ دیتی لیکن وہ خود اوسکو پھانسی تک کی سزا دے سکتی تھی یہ قانون اگرچہ اب منسوخ ہو گیا ہی لیکن تاہم بعض صوبون مین جہان انگریزی نسل آباد ہے اوسکا عمل اب تک جاری ہی

مالی مصارف کی ضرورت تھی اسلئے اب تک نفذ نہ ہوسکا حالانکہ اسکے لئے مفاوضہ عاجلانہ کی ضرورت ہی، تاہم مغربی صوبون مین اسکی ابتدا ہو چکی ہی، اسی طرح قانوناً غیر ملک کے غریب جلاوطن لوگون کا سدباب کر دیا گیا ہے، لیکن وہ حبشی جو امریکہ کی خانہ جنگی کا اصلی سبب ہوئے تھے، اونکا اب تک کوئی قطعی فیصلہ نہین ہوا ہے، کیونکہ یہ لوگ اس قدر معمولی درجہ کے کام کرتے ہین کہ خود ہر امریکن اسکو اپنے لئے ننگ و عار خیال کرتا ہی قانونی حیثیت سے اگرچہ یہ لوگ بھی امریکہ کے باشندون کے ساتھ مساویانہ حقوق رکھتے ہین، لیکن عملی طور پر اون کے ساتھ جانورون کی طرح برتاؤ کیا جاتا ہی اور جب ان سے کوئی جرم سرزد ہوتا ہی تو تمام قوم فوراً اون کو سوسائٹی سے الگ کر دیتی ہی، اس مسئلہ مین تمام امریکن قوم انھین قدیم اصول کی پابند ہی جو لنش کے قانون نے قایم کئے تھے، ان مین پہلا اصول یہ ہی کہ جو لوگ جرائم کا ارتکاب کرتے ہین اون کو لوگ گولی مار دیتے ہین، یا پھانسی پر لٹکا دیتے ہین، چنانچہ گذشتہ سال مین جن لوگون پر اس قانون کا نفاذ کیا گیا اون کی تعداد ایک ہزار سے زیادہ تھی، اس متمدن ملک کے دامن پر بے شبہہ یہ ایک نہایت سیاہ داغ ہے، لیکن اس کی جگمگاہٹ اس سیاہی کی متحمل ہوسکتی ہی، یورپ اور ولایات متحدہ مین جو فرق ہی، اوسکی تشریح صرف اس مختصر فقرہ مین کی جاسکتی ہی، کہ "یورپ اوس قوم کے نتائج اعمال کا مظہر ہے جسمین افراد کی جگہ حکومت نے لے لی ہی، اور ولایات متحدہ اون افراد کی ہمت کا مرقع ہین جو ہر سرکاری کشمکش سے آزاد ہین، لیکن اس ترقی مراتب کا منشاء اخلاق کے سوا اور کچھ نہین ہوسکتا، یہ بالکل یقینی ہے کہ امریکن ممالک مین اشتراکیت کو کوئی جگہ نہین ملسکتی، کیونکہ اشتراکیت استبدادی حکومت کے رفتار ترقی کی آخری منزل ہی، اس بنا پر وہ صرف اونھی فرسودہ سال قومون مین نشو و نما پاسکتی ہے جنھون نے صدیون تک ایک ایسے نظام حکومت مین زندگی بسر کی ہے، جس نے اپنے اوپر حکومت کرنے کا ملکہ اون سے سلب کر لیا ہی،

اب امریکہ کے اِس حصے کو چھوڑ کر ہم کو اسکے دوسرے حصے کی طرف متوجہ ہونا چاہئے جسمین ایک ایسی قوم آبادی جسکی ذہانت وطباعی مین اگرچہ کوئی شبہہ نہین کیا جاسکتا تاہم وہ اون اخلاقی اوصاف سے معرّا ہے، جن کے نتائج کی تفصیل اوپر گذر چکی ہی، قدرتی پیداوار کے لحاظ سے جنوبی امریکہ دنیا کا سب سے بڑا زرخیز ملک ہی، اوسکا رقبہ یورپ کے رقبہ سے دوگنا ہی، اور اوسکی آبادی یورپ کے دسوین حصہ کے برابر ہی، وہان زمین کا مالک وہ شخص ہوتا ہی جو اوسکی کاشت کرتا ہو اسلیے وہ ہر شخص کے لئے وقف عام ہے، باشندون مین اسپینیون کی تعداد غالب ہی، اوس مین متعدد جمہوری ریاستین مثلاً ارجنٹائن، براغویلی، چلی، سپیرو وغیرہ قایم ہین، اور اون مین ہر ایک ریاست نے ولایات متحدہ کے نظام و اختیار کیا ہے، اِس لحاظ سے یہ تمام ریاستین ایک ہی قانون کے زیر اثر ہین، لیکن باانیہمہ اون مین ہمیشہ ایک قومی طوائف الملوکی قائم رہتی ہی جسکا اصلی سبب قومیت کا اختلاف اور اون اساسی اخلاق کا نقدان ہی، جو ولایات متحدہ کے باشندون مین پائے جاتے ہین اوسکی زمین جس قدر سرسبز ہے، اوسیقدر اوسکو ہر قسم کے نقصانات برداشت کرنے پڑتے ہین، افلاس اوس پر چھا جاتا ہی، اور استبداد اوس کو مار ڈالتا ہی،

"جو لوگ امریکہ کی اسپینی جمہوریت کے حالات تنزل سے پوری طور پر واقف ہونا چاہتے ہین اونکو موسیو ٹی شیلا کی کتاب پڑھنی چاہیئے جسمین بتایا گیا ہے کہ اس انحطاط کا سبب صرف اس قوم کا مزاج عقلی ہے، کیونکہ وہ عزم و ارادہ اور تمام ملکات فاضلہ سے معرّا ہی، اور اسی اخیر شرف و مزیت سے بے بہرہ رہنے کا یہ نتیجہ ہے کہ اسکا تنزل تمام یورپ مین ضرب المثل ہے، مصنف موصوف نے وہان کے ایک اہم شہر یعنی بونیوس ایریس[1] کا ذکر ان الفاظ مین کیا ہی" جس شخص مین رائی کے برابر زندہ احساس، اور ذرہ کے برابر بھی اخلاق موجود ہی، یہ شہر اوسکی اقامت کے قابل نہین"

[1] ریاست ارجنٹائن کا دار الحکومت ۱۲،

اور جمہوریت ارجنٹائن کے متعلق جو تنزل مین اس سے بہت کم ہی لکھا ہی،

"جو شخص اِس جمہوریت کے تجارتی معاملات پر نگاہ ڈالے گا، اوس کے چہرے پر اوس
بد عہدی اور بے اعتباری کو دیکھکر شرم کی ایک تہہ چڑھ جائیگی جو ہر جگہ آفتاب کی طرح نظر آتی ہے"

اگر یہ دعوی کیا جائے کہ "ہر نظام حکومت کا مبدء قومیت ہے، اور ایک نظام حکومت
دوسری قوم مین منتقل نہین کیا جاسکتا"، تو اسکی دلیل مین صرف امریکہ ہی کو پیش کیا جاسکتا ہی، ولایات
متحدہ کے آزادانہ طرز حکومت نے پست درجہ کی قومون مین منتقل ہوکر جو قالب اختیار کرلیا اس سے
واقف ہونے کا دل مین شوق پیدا ہوتا ہے، موسیو پیلا امریکہ کی اسپینی جمہوریت کے متعلق فرماتے ہین
"وہ اون اُمرا کے ہاتھ مین ہی، جو زار روس بلکہ اُن سے بھی زیادہ مطلق العنانی کے ساتھ حکومت
کرتے ہین، کیونکہ یورپ کی طرح انکا محاسبہ و مراقبہ نہین کیا جاتا، تمام عہدہ دار اونکے دست پروردہ ہین
رعایا جس کو چاہتی ہی آزادی کے ساتھ انتخاب کرتی ہی، لیکن اوسکے انتخاب کا کوئی اعتبار نہین
کیا جاتا، جمہوریت ارجنٹائن صرف نام ہی کی جمہوریت ہی ورنہ درحقیقت وہ شخصی حکومت ہے،
جس کو چند لوگون نے سیاست کی منڈی بنا لیا ہی"

برازیل اگرچہ اس تنزل سے محفوظ ہی، لیکن یہ شاہی حکومت کا احسان ہی، جس نے
اسکو مطلق العنانی کی خواہشون کے جنگل مین جانے نہین دیا، لیکن چونکہ یہ نظام حکومت ایسی
ضعیف الارادہ اور کم ہمت قوم کی حالت کے لحاظ سے کسی قدر زیادہ آزاد تھا، اسلیے دوسری مرتبہ اسکا ڈہانچہ
بگڑ گیا، اور اوسکے ساتھ تمام قوم مین بھی طوائف الملوکی پھیل گئی اور مدبران سلطنت نے چند سال مین رعایا کی
تمام دولت تقسیم کرلی، پھر اس کے بعد فی صدی ساٹھ روپیہ کے حساب سے ٹیکس مین اضافہ کردیا،

لیٹن قومون کا یہ انحطاط صرف امریکہ کی سیاسی حالت ہی سے نمایان نہین ہوتا بلکہ تمدن کے
کل عناصر مین یہی آثار پائے جاتے ہین، یقیناً ایک دن اِس بدبخت اور کس مپرس جمہوریت کا

خاتمہ وحشت پر ہوگا، کیونکہ اوسکی صنعت اور تجارت دونون غیر قومون یعنی انگریزون جرمنون، اور امریکنون کے ہاتھ مین چلی گئی ہین، یہانتک کہ فالیا ریز وایک انگریزی شہر ہوگیا ہی، اگر غیر ملک کے باشندے نہ ہوتے تو چلی مین کیا دھرا تھا؟ اگر اس مین اون اجنبیون کی آبادی نہ ہوتی تو اوسمین تمدن کا دہیہ بھی رنگ نظر نہ آتا، جسکے لیئے تمام یورپ اسکی طرف آمادہ سفر ہے، جمہوریت ارجنٹائن مین ۴۰ لاکھ سفید رنگ کے باشندے ہین جنکی اصل اسپینون سے ملتی ہی، لیکن ان مین ایک کے ہاتھ مین بھی کوئی اہم صنعت نہین، بلکہ کل کی کل اجنبیون کے دست تصرف مین ہی،

لیٹن قوم کا یہ حیرت انگیز انحطاط، ایک ایسے ملک کے پہلو بہ پہلو جہان انگریزی ترقی کے آثار نمایان ہین، رنج وغم کے جذبات کو قدرتی طور پر ابھار دیتا ہے، لیکن یہ ایک مشاہدہ ہے، اور ایسا مشاہدہ جس سے زیادہ صحیح طور پر کسی دوسرے طریقے سے نوامیس نفسیہ پر استدلال نہین کیا جا سکتا،

تیسری فصل

قومی روح کے تغیر و تبدل سے قوم کے اطوار زندگی بھی بدل جاتے ہیں

"اجنبی قومون کا اثر قوم کی روح اور قوم کے تمدن کو بدل دیتا ہے، روما کی مثال ہے، روما کا تمدن برابرہ کی فوجی غارتگری سے برباد نہین ہوا، بلکہ اون کے اختلاط و امتزاج سے اوسپر زوال آیا، سلطنت روم کے زوال کا خیال بھی برابرہ کے دل مین نہین آیا تھا، اونکی غارتگری نے فتح کی شکل اختیار نہین کی، فرنگ کے قدیم رؤسا نے ہمیشہ اپنے آپ کو سلطنت روم کا سرکاری ملازم سمجھا، اونھون نے روم کی عظمت کا ہمیشہ احترام کیا، اور اوسکے قایم رہنے کی فکر مین مصروف رہے، بربر کے رؤسا نے گال قوم کے ملک یعنی فرانس مین شاہ روم کی سیادت سے ساتوین صدی مین سرکشی کرنا شروع کی رومن تمدن کا انقلاب بھی اس بنا پر نہین ہوا کہ اُسکی بنیاد مین کسی قسم کا تزلزل واقع ہو گیا بلکہ اس بنا پر کہ ایک جدید قوم نے اس تمدن قدیم کی نقل و تقلید کی، ولایات متحدہ مین موجودہ دور کی غارتگریان، اِن غارت گریون کی وجہ سے بہت سے اندرونی جھگڑون کا مواد فراہم ہوتا ہے، اور الگ الگ مستقل حکومتون مین ملک کی تقسیم ہو جاتی ہے، فرانس مین اجنبیون کی غارتگری اور اوس کے نتائج،"

گذشتہ مثالون سے ثابت ہوا ہوگا کہ تمدن کا مبدءِ اصلی، نظام حکومت نہین بلکہ ہر قوم کا نظام اخلاق یعنی اوسکی فطرت ہے، اسی طرح جہان ہم نے تاریخی قومون کی پیدائش پر بحث کی ہے وہان بتایا ہے کہ جب اجنبی قومون کے ساتھ اونکا سلسلۂ توالد و تناسل قایم ہوتا ہے،

تو اون مین ضعف کے آثار ظاہر ہونے لگتے ہین اور جو قوم اجنبیون کے میل جول سے الگ تھلگ رہی ہی، صرف اوسی نے اپنے آپ کو اس اضمحلال طبعی سے بچایا ہے، اور اپنی اجتماعی قوت کو محفوظ رکھا ہی چنانچہ ہندوستان مین قدیم آرین قوم اور آج تمام نوآبادیون مین انگریزون نے اسی اصول پر عمل کرکے اپنی قومی خصوصیات کی محافظت کی ہی، صرف اجنبی قوم کے چند افراد کا وجود قومی روح کے بدلنے کے لیے کافی ہی، کیونکہ قوم اگرچہ خود اون افراد کے ذاتی اثر سے بچ سکتی ہے لیکن وہ اون کی آیندہ نسل، اونکے تاریخی آثار، اور اونکے آبا و اجداد کے کارنامون کے اثر سے کیونکر محفوظ رہ سکتی ہی؛

یہ ہمارے گذشتہ بیانات کا نتیجہ ہے، لیکن جب یہ ثابت ہوچکا ہے کہ تمام تمدنی شاخین صرف قومی روح سے نکلی ہین، تو اس روح کے تغیر سے تمدن و تہذیب مین بھی تغیر کا پیدا ہونا لازمی ہے، زمانہ گذشتہ مین اسکی متعدد مثالین موجود ہین اور آیندہ زمانے مین مستقبل بھی اسی قسم کی مثالون کو پیش کرے گا، چنانچہ اس کلیہ کی سب سے بہتر مثال روما کے تمدنی انقلاب مین ملتی ہی؛ مورخین کا خیال ہی کہ یہ انقلاب بربر کی غارتگری کا نتیجہ تھا، لیکن غور و فکر کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ سلطنت روم کا زوال جنگی لوٹ مار کا نتیجہ نہین، بلکہ مصالحت آمیز غارتگری کا نتیجہ ہے، صرف یہی نہین کہ بربر نے تمدن روم کی بنیاد کو متزلزل کرنا نہین چاہا، بلکہ اونھون نے اوسکا احترام کیا، اور اپنے آپ کو اوسکے قالب مین ڈھالنے کی کوشش کی، چنانچہ اونھون نے رومیون کی زبان کو سیکھنا چاہا، اور اون کے نظام حکومت اور فنون لطیفہ کی محافظت کی اور اپنی سلطنت کے آخری زمانہ یعنی شاہ المیرونجئین کے عہد تک اس موروثی تمدن کو محفوظ رکھا چنانچہ شاہ شارلمان اعظم کے تمام کارنامون پر اسی تمدن کا رنگ چڑھا ہوا ہے، لیکن ہم کو بداہتہً معلوم ہے کہ یہ ایک محال کام تھا جسکو بربر انجام دینا چاہتے تھے، اسی بنا پر جب صدیون کے بعد بربر کی

ایک نئی نسل پیدا ہوگئی تو طرز معاشرت کے اتحاد نے اونکی ایک جدید قوم پیدا کردی، اور اوسکا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ اوس قوم نے ایک جدید نظام حکومت اور جدید فنون لطیفہ بلکہ ایک جدید تمدن پیدا کردیا، یہ سچ ہی کہ یہ تمدن قدیم رومن تہذیب کے اثر سے بالکل آزاد نہ تھا، تاہم اسمین بھی شبہہ نہین کہ رومن تمدن کے بقاو قیام کے لیے جو کوششین کی گئی تھین وہ بالکل ضائع گئین، اور شورش اور علمی ترقی دونون اسکے فنون لطیفہ اور نظام حکومت کا اعادہ کرسکین اس بنا پر سلطنت روم پر بربر غارتگری کا آغاز اگرچہ پہلی صدی عیسوی سے ہوچکا تھا، اور آخر کار وہ لوگ اسکو نگل بھی گئے تاہم درحقیقت اونھون نے رومن تمدن کو مردہ نہین کیا، بلکہ اسکے قائم رکھنے کی کوشش کی، اور اگر یہ فرض کرلیا جائے کہ بر ابرہ نے رومیون سے جنگ نہین کی، بلکہ صرف اونکے ساتھ آہستہ آہستہ میل جول پیدا کرنا شروع کیا، اور اسطرح رومیونکی تعداد روز بروز کم ہوتی گئی، تب بھی تاریخی روش مین کوئی تغیر نہ پیدا ہوگا، اور نتیجہ وہی ہوگا جو پیش گذر چکا ہی یعنی صرف یہ اختلاط اگر سلطنت روم کی بنیاد کو متزلزل نہ کردیتا تو کم از کم اوسکی روح کو تو ضرور فنا کردیتا، اِس لحاظ سے یہ کہنا بالکل صحیح ہی کہ رومن تمدن مین دفعۃً انقلاب نہین پیدا ہوا بلکہ صرف اجنبی قومون کے ہاتھ مین پڑنے سے رفتہ رفتہ اِس مین تغیر پیدا ہونے لگا چنانچہ بربر غارتگری کی تاریخ پر اجمالی نظر ڈالنے سے بھی اسکی تائید ہوتی ہی،

علمائے آثار قدیمہ خصوصًا فوسٹیل دی کولانج کی تحقیقات سے ثابت ہوتا ہے کہ صرف بربر کی اس مصالحت آمیز غارتگری نے سلطنت روم کی بنیاد متزلزل کردی اور اوس فوجی غارتگری نے جسکی مدافعت رومی خود بربر سپاہیون کے ذریعہ سے کرتے تھے، اوس کے تمدن کو خفیف سی ٹھیس بھی نہین لگائی، کیونکہ شاہان قدیم کے زمانے سے رومن فوج مین بربرون کی بھرتی ہونے لگی تھی، اور جس قدر روم کی دولت و ثروت مین اضافہ ہوتا جاتا تھا اور لوگ عیش پرستی کی وجہ سے

فوجی خدمت سے جان چراتے تھے، اوسی قدر یہ روش وسعت اختیار کرتی جاتی تھی، چنانچہ چند ہی
صدیون مین تمام فوجی مناصب و سرکاری عہدے اجنبی قومون سے بھر گئے، اور تمام فوجی نظام
وزغوط، برجوندی، اور فرنک سے مرکب ہوگیا اور چونکہ تمام فوجی اور ملکی عہدے بربر کے ہاتھ مین آگئے
تھے، اسلیے رفتہ رفتہ تمام صوبے خود مختار ہونے لگے یہ سب کچھ ہوا تاہم سلطنت کے نفوذ و قوت کا یہ اثر
تھا کہ بربر کسی قسم کے انقلاب پیدا کرنے کی جراءت نہ کرسکے، یہان تک کہ اونکا جو فرد خود روم کی
حکومت کر رہا تھا وہ بھی کسی قسم کا انقلاب نہ پیدا کرسکا چنانچہ ۴۷۶ء مین جب اوڈواکر شاہ ہیرول نے
روما پر تسلط حاصل کرلیا، تو اوس نے نہایت عجلت کے ساتھ شاہ قسطنطنیہ سے درخواست کی کہ اسکو پاٹریس
(سردار) کے خطاب کے ساتھ اٹلی کی حکومت کی اجازت دیجائے، اور اونکے تمام روسا مین سے
کسی نے اس روش کی مخالفت نہین کی بلکہ تمام صوبون پر روم کے نام سے حکومت کرتے رہے،
لیکن ملک مین کسی قسم کا تصرف کرنے یا نظام حکومت کے بدلنے کا خیال ایک دن بھی اونکے دل مین
نہین پیدا ہوا یہان تک کہ کلوویس اپنے آپ کو ہمیشہ ایک رومی عہدہ دار سمجھتا رہا، جب شاہ روم
نے اسکو قنصل کا خطاب دیا تو وہ فخر و غرور کے نشہ مین چور ہوگیا، چنانچہ ۳ سال تک اسکے جانشینون نے
رومن شاہنشاہی قوانین کے مطابق حکومت کی، اور تمام لوگون کو اوسکے ادب و احترام پر آمادہ
کیا، ساتوین صدی عیسوی تک یہی حالت قائم رہی، لیکن اونکے بعد بربر نے اسقدر جراءت کی کہ
گال مین سکے ڈھالے اور اس پر اپنی تصویر بنائی، حالانکہ اس زمانے مین سکون پر صرف سلاطین
روم کی تصویرین ہوتی تھین، اسی زمانے مین بربر نے سلطنت روم کی سیادت سے انکار کیا، اسبنا پر
جن مورخین نے اس سے دو سو برس پہلے سے فرانس کے تاریخی زمانے کی ابتدا کی ہے، اور
موجودہ پادشاہون مین دس بادشاہون کا اضافہ کردیا ہے، اونھون نے سخت غلطی کی ہے،
روم پر بربر غارت گری و فتوحات کی شکل مین ظاہر نہین ہوئی کیونکہ رعایا کو ان کی جائداد

زبان، اور قانون پر قایم رہنے دیا گیا، اسلیئے قیاس غالب یہ ہی کہ سلطنت روم کا زوال بہ تدریجی رفتار کے ساتھ ہوا کہ اس زمانے کے لوگون کو خبر بھی نہ ہونے پائی، ملک صدیون سے متعدد صوبون مین تقسیم ہوچکا تھا جس پر گورنر شاہی لقب کے ساتھ حکمران تھے، لیکن اون گورنرون نے یہ خودمختارانہ حکومت نہایت تدریجی ترقی کے ساتھ حاصل کی تھی، اس بنا پر سپروفنجین کے زمانہ تک یہ لوگ نظام حکومت مین کسی قسم کی تبدیلی نہ پیدا کرسکے، روم مین عام انقلاب کی ابتدا اُسوقت سے ہوئی جب ایک جدید تاریخی قوم عالم وجود مین آئی اور قوانین فطرت کے مطابق اوسکے ساتھ ساتھ لازمی طور پر ایک تمدن جدید کی نشو ونما بھی ہوئی،

قومون کی زندگی کا یہ ایک غیر متبدل قانون ہی جسکے نئے نئے نتائج ہمیشہ ظاہر ہوتے رہتے ہین، اس قانون کے پیش نظر رکھنے کے بعد ہم کو اس زمانے مین ایسی مصالحت آمیز غارتگریان نظر آتی ہین۔ جو اوس غارتگری سے بہت کچھ مشابہ ہین جس نے تمدن روم کو بالکل بدلدیا تھا، آج تمدنی وسعت کی بنا پر یہ عام خیال پیدا ہوگیا ہی کہ بربر کا زمانہ گذر گیا اور اونھون نے وسط ایشیا اور افریقہ مین اقامت اختیار کرلی اسلیئے اونکو کوئی قابل لحاظ قوم نہین قرار دیا جاسکتا ہمکو اُنکا ڈر جو کچھ ہے صرف اقتصادی حیثیت سے ہی کہ وہ اوسی کے لیئے ہم سے لڑتے بھڑتے رہتے ہین، بے شبہہ ہم بھی ان قدیم بربرون سے بحث نہین کرتے لیکن گفتگو اون بربرون کے متعلق ہی جنکو ہم اپنے آپ سے دور سمجھتے ہین، حالانکہ وہ رومن شاہنشاہی کے بربرون سے بھی زیادہ ہمسے قریب ہین، کیونکہ اُنکی آبادی تمام متمدن قومونکی نگاہ کے سامنے ہی، اس اجمال کی تفصیل یہ ہی کہ ایک طرف تو ہمارے تمدن نہایت کثیر الاجزاء، شاخ در شاخ، اور گرہ در گرہ ہوگیا ہی، اور جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہین، افراد کے درمیان بہت زیادہ فرق مراتب ہوگیا ہی، دوسری طرف ہر قوم مین اون غیر متمدن افراد کی کثرت ہوتی جاتی ہی جو اس ترقی یافتہ تمدن کے متحمل نہین ہوسکتے، یہ قومی ضعف روز بروز بڑھتا

جاتا ہی، اوس مین وسعت پیدا ہوتی جاتی ہی، اور عنقریب اس غارتگری کا دور شروع ہونیوالا ہی،
ان جدید برابرہ نے تارک الوطن ہوکر ولایات متحدہ امریکہ کو لوٹنا شروع کر دیا ہی اور اس عظیم الشان
قوم کا تمدن اون کی وجہ سے معرض خطر مین ہی، جب تارک الوطنی کا رواج کم تھا، اور تارک الوطن
لوگ صرف انگریز تھے تو امریکہ کی زمین نہایت آسانی کے ساتھ اون کو جذب کر لیتی تھی، اور
انگریزون ہی کی تارک الوطنی نے امریکہ کی عظمت کا سنگ بنیاد رکھا، لیکن آج امریکہ مین غیر متمدن
قومون کا ایک سیلاب آگیا ہے، اور اوسکی سرزمین نہ اون کو جذب کرنا چاہتی اور نہ جذب
کرسکتی ہے، ۱۸۸۱ء سے لیکر ۱۹۰۸ء تک تقریبًا ساٹھ ملین (ایک ملین دس لاکھ کا ہوتا ہی) تارک الوطن امریکہ
مین داخل ہوئے اور اونمین تقریبًا سب کے سب غیر متمدن قومون سے تعلق رکھتے تھے اور ان کی قومیت
بالکل مختلف تھی، چکاگو کی تمام آبادی مین اس وقت امریکن باشندون کا چوتھائی حصہ بھی نہین ہے وہان کی
کل آبادی کی تعداد (۱۰۱۰،۰۰۰) ہی جنمین (۴۰۰،۰۰۰) جرمن (۲۲۰،۰۰۰) آئرش (۵۰،۰۰۰) پول (پولوتی)
(۵۵،۰۰۰) تشیک وغیرہ ہین ان مہاجرین مین اور امریکہ کے خاص باشندون مین کسی قسم کا
میل جول نہین ہی، یہان تک کہ یہ لوگ اپنے جدید وطن امریکہ کی زبان بھی سیکھنا نہین پسند
کرتے، وہان بہت سے ایسے تارک الوطن بھی ہین جنکا پیشہ اسقدر قلیل النفع ہے کہ وہ اوس پر
قناعت نہین کرسکتے، اسلیئے ملک کے سب سے بڑے دشمن بنگئے ہین، ریلوے لائنون کے
مزدورون نے جب اسٹرائک کر دی تھی تو اون لوگون نے شہر مین آگ لگانے کا تہیہ کر لیا تھا،
یہان تک کہ حکومت کو مجبورًا توپ سے کام لینا پڑا، انہی لوگون مین سے اوس قبیح المنظر سوشیالزم
کے سادہ لوح ادہمک پیدا ہوتے ہین جس نے بڑے بڑے ایوانون کی دیوارین ہلا دی ہین اور
جو یورپ مین بھی طبعی ضعف کی وجہ سے اپنا قدم جماتی جاتی ہے، لیکن ایک امریکن اوس سے
سخت نفرت رکھتا ہی،

امریکہ کی عظیم الشان جمہوریت مین ان مذاہب مختلفہ کی بنا پر جو نزاع قایم ہوگئی ہی، وہ عنقریب مختلف طرز معاشرت رکھنے والی قومون کی عام جنگ بنجائیگی، یہ ایک کھلی ہوئی بات ہے کہ امریکہ کے اصلی باشندون، اور اجنبیون مین جو جنگ عنقریب ہونے والی ہی اسمین اجنبیون کو فتح و ظفر حاصل نہ ہوسکیگی، اور یہ معرکہ ایک ایسے مقبرہ کا سنگ بنیاد رکھے گا جو ماریوس کے ہاتھون سائمبری کی تباہی کا منظر دوبارہ دنیا کے پیش نظر کردیگا، لیکن اگر تارک الوطنی کا سلسلہ اسی وسعت کے ساتھ جاری رہا، اور جنگ مین تاخیر ہوئی تو ان اجنبیون کا کامل استیصال نہ ہوسکیگا اور ولایات متحدہ کا بھی وہی حال ہوگا جو سلطنت روم کا ہوا یعنی اسکی تقسیم الگ الگ سلطنتون مین ہوجائیگی، اور ان مین باہم متصل لڑائیان قایم ہوتی رہینگی جیسا کہ یورپ اور ہسپانی امریکہ مین ہوتا رہتا ہی،

• صرف امریکہ ہی کو ان غارت گرون کا خوف نہین ہی، بلکہ یورپین قومون مین فرنچ قوم کو بھی اسکا خطرہ ہی کیونکہ فرانس ایک زرخیز ملک ہی، اور اوسکی آبادی مین اضافہ نہین ہوتا، اسکے آس پاس کی قومین نہایت مفلس ہین، اور اون کی مردم شماری مین روز بروز اضافہ ہوتا جاتا ہی اس بنا پر فرانس کیطرف اونکی مہاجرت یقینی ہی، فرانس مین مزدوری کی شرح مین جو اضافہ ہوا ہی، وہ بھی اسکا موید ہے، کیونکہ فرانسیسی اسکے ذریعہ سے زرعی اور صنعتی کامون مین اجنبیون کے قبول کرنے پر تمام قوم کو مجبور کررہے ہین، فرانس کے تارک الوطنون کو جو فوائد حاصل ہوسکتے ہین، وہ بالکل بدیہی ہین، نہ اونکو فوجی خدمت پر مجبور کیا جاتا، اور نہ اون سے ٹکس لیا جاتا، اور اگر لیا بھی جاتا ہی، تو چونکہ وہ لوگ مستقل قیام نہین رکھتے، اور اون کے کام زیادہ محنت طلب نہین ہین، اور اونکو بہ نسبت اپنے ملکون کے زیادہ اجرت دینا پڑتی ہی، اسلیئے اونکو بہت کم ٹکس ادا کرنا ہوتا ہی، فرانس مین صرف دولت ہی اونکو کھینچ نہین لاتی، بلکہ اسکی بڑی وجہ یہ ہیکہ دوسرے ممالک ہمیشہ اس قسم کے قوانین وضع کرتے

ۛلہ بربری ایک فرقہ تھا جس نے دوسو برس قبل مسیح فرانس پر حملہ کیا تھا، اور اوسکے حاکم ماریوس نے اوسکو پامال کرڈالا تھا،

رہتے ہین، جن کی رو سے وہ ان ممالک کی طرف رخ نہین کرسکتے،

اجنبیون کی اس غارتگری کا خطرہ اسلیے [illegible] زیادہ ہوتا جاتا ہے کہ جو لوگ یہان آتے ہین وہ نہایت پست طبقہ سے تعلق رکھتے ہین اور صرف ذرائع معاش کی کمی سے اون کو اپنا وطن چھوڑنا پڑتا ہے، ہم انسانیت کے فطری اقتضائے محبت سے اونکا خیر مقدم کرتے ہین، اسلیے اون کی تعداد روز بروز بڑھتی جاتی ہے، آج سے چالیس سال پہلے اون کی تعداد (۴۰۰۰۰۰) سے کم تھی، لیکن اب یہ تعداد بڑھکر (۱۰۰۰۰۰۰ ۲) تک پہونچ گئی ہے، اونکی نوعیت مین بھی روز بروز اضافہ ہوتا جاتا ہے، اگر ہم صرف اٹالین قوم پر نظر ڈالین تو مرسیلیا اٹالین نو آبادی معلوم ہوتی ہے، بلکہ اٹلی کی نو آبادیون مین کوئی نو آبادی ایسی نہین ہے جس مین اٹالین باشندون کی تعداد مرسیلیا کے اٹالین تارک الوطنون کے برابر ہو اور اگر تارک الوطنی کی یہ رفتار اسی طرح جاری رہی تو عنقریب فرانس کی آبادی مین ایک ثلث جرمن اور ایک ثلث اٹالین عنصر نظر آئیگا، پھر ایسی حالت مین فرانس کے قومی اتحاد بلکہ خود فرنچ قوم کی ہستی کا کیا حال ہوگا؛ جنگ کی بڑی سے بڑی مصیبت کے نتائج اس سے زیادہ آسان ہین،[۱] گذشتہ قومون نے الہامی طور پر اجنبی قومون سے نفرت کرنا سیکھا تھا، کیونکہ وہ جانتی تھین کہ قومونکی عزت صرف ملکی باشندون کے وجود کے ساتھ وابستہ ہے، ملک کی آبادی کی کثرت سے اسکا کوئی [illegible] سے ثابت ہوتا ہے کہ تمام تاریخی اور تمدنی مسائل کا سنگ بنیاد، قومی عناصر کا اتحاد ہے جسکے آگے ہر قسم کے اتحاد ہیچ ہین،

[۱] لیکن کوئی قوم اجنبیونکی اس غارتگری کو روک نہین سکتی، کیونکہ وہ اقتصادی مسائل کا نتیجہ ہے، اسلیے کسی قوم کو اس سے مفر نہین ہوسکتا، البتہ بعض ذرائع سے اوسکی نشو ونما کو روکا جاسکتا ہے، مثلاً ہر ۲۵ سالہ اجنبی باشندے کو دو برس کے لیے جبرًا فوجی خدمت پر مجبور کرنا چاہیے، اور جو شخص اوس پر ایک سال کا اور اضافہ کرے، اوسکو مالی معاوضہ دینا چاہیے، اسی طرح ہر اوس شخص سے جو فرانس کی قومیت مین شامل ہو یا نہو لیکن دس سال سے کم کا باشندہ ہو آمدنی یا اجرت کا چوتھائی حصہ ٹکس مین لیا جاسکتا ہے؛ جو پریسیڈنٹ اس قسم کا قانون پاس کرے وہ ہر طرح اسکا مستحق ہے کہ وطنی یادگار کے طور پر اسکا مجسمہ قائم کیا جائے،

چوتھا باب

قومون کے اوصاف نفسیہ مین کیونکر تغیر پیدا ہوتا ہے

پہلی فصل

قومون کی زندگی پر اُصول تمدن کا اثر

جن اصول پر تمدن کا دارمدار ہی اونکی تعداد نہایت کم ہی، اِن اُصول پر وجود اور عدم دونون دیر مین طاری ہوتے ہین، یہ اُصول جب تک ملکہ راسخہ نہ بن جائین، قوم کے اخلاق پر اثر نہین کرتے اس حالت مین وہ اخلاق کا ایک جزو بن جاتے ہین، ان اصول کے بدیر انقلاب پذیر ہونے کی وجہ سے ایک کافی مدت تک تمدن قایم رہتا ہے، یہ اُصول کیونکر استحکام و ثبات حاصل کرتے ہین، اِس ثبات و استحکام مین عقل کو کچھ دخل نہین ہے، تاکید، اور مخفی قوت کا اثر، پیغمبرون اور مذہبی پیشواؤن کا اثر، مختلف جماعتون مین پھیل کر ان اُصول کی صورت منضبط ہوجاتی ہی، جس وقت کوئی اصول ثبات اور رسوخ حاصل کر لیتا ہے اوسیوقت تمدن کی تمام شاخون مین اوسکا اثر نمایان ہوجاتا ہی، ہر زمانے مین مطمح نظر کا متحد ہونا اور ایک ایسی متوسط اور متحد جماعت کا پیدا ہوجانا جس کے اعمال و عقائد مین یکجہتی ہو صرف اِن اُصول کے اتحاد کا نتیجہ ہوتا ہے، عادات اور رائے عام کا اثر، اس اثر کا وزن ابتلاء و امتحان کے زمانے مین جبکہ قدیم اصول کی قوت فنا ہوجاتی ہی، اور اوسکی جگہ جدید اصول کی طاقت سے پر نہین ہوتی ہلکا ہوجاتا ہی، صرف ایسے ہی تحادہی کے زمانے مین ہر رائے پر آسانی کے ساتھ بحث کی جاسکتی ہی، مذاہب کا دائمی وجود اوسی وقت تک قایم رہ سکتا ہی جب تک اون کے متعلق بحث و مناظرہ نہ کیا جائے، قومین جب اپنے

اصول اور مذاہب کو بدل دیتی ہین تو مجبوراً اُنکو اپنا تمدن بھی بدلنا پڑتا ہی،

اگرچہ ہر قوم کے نفسی اخلاق کی بنیاد نہایت مستحکم اور پایدار ہوتی ہی تاہم جس طرح مرور زمانہ اور قانون توارث کے تغیرات زمانی کے ساتھ خصائص جسمانی مین تغیر وتبدل ہو جاتا ہے، اسی طرح اُن اخلاق مین بھی تغیر وتبدل کی صلاحیت موجود ہی، اور نظام اخلاق کا یہی تغیر تمدنی انقلاب کا سب سے بڑا سبب ہی،

ان نفسی تغیرات کے متعدد اسباب ہین۔ مثلاً (۱) ضروریات زندگی (۲) آب و ہوا اور جغرافیانہ حالات کا اثر۔ (۳) علوم وفنون صنعت وحرفت تعلیم وتربیت اور عقائد ومذاہب وغیرہ کی ترقی، اس سے پہلے ہمنے ایک کتاب مین اِن تمام موثرات پر استقصار کے ساتھ بحث کی ہے۔ اسلیے اِس کتاب مین اون کی تفصیل کی ضرورت نہین۔ اس فصل اور اسکے مابعد کی فصل مین صرف چند مخصوص موثرات کے اثر اور اوسکے علل واسباب پر بحث کرنا کافی ہی،

قومون کی قدیم تاریخ کے مطالعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ تمدن کی ترقی کا تمامتر دارمدار صرف چند اُصول پر تھا، اور اگر ان قومون کی تاریخ مین صرف اِن اُصول سے بحث کی جاتی تو وہ اسقدر طویل نہ ہوتین، کیونکہ اِن اُصول کی وجہ سے جو تمدن صدیون مین پیدا ہوتا ہے، اور جس کے بہترین اجزا یعنی علوم۔ فنون لطیفہ، اخلاق وعادات اور فلسفہ کی بنیاد صرف ایک یا دو اساسی اُصول پر قایم ہوتی ہے، وہ اعلےٰ درجہ کا ترقی یافتہ تمدن خیال کیا جاتا ہے،

قومی روح پر ان اصول کا حقیقی اثر اوسوقت تک نہین ہوتا جب تک بتدریج اون کا خمیر پختہ نہ ہو جائے اور عالم عقل کی بلندی سے اوتر کر وہ انسان کے غیر شاعرانہ مرکز عمل مین نہ آجائے، کیونکہ اس وقت وہ نظام اخلاق کا ایک جزو بن جاتے ہین، اور قوم کی

زندگی پر اونکا اثر پڑتا ہے، اس طریقہ پر جب ان اصول کا خمیر تیار ہو جاتا ہی، تو چونکہ وہ عقل کی حکومت سے آزاد ہو جاتے ہین، اسلیئے شدت کے ساتھ اونکا اثر پڑتا ہی، ہم کو علانیہ نظر آتا ہی کہ جس دل پر کسی مذہبی یا غیر مذہبی اصول کے اثر کا استیلا ہو جاتا ہی، اوسکا یقین عقل سے بالکل متاثر نہین ہوتا، بلکہ وہ دوسرے اصول کو کسی نہ کسی طرح توڑ مروڑ کر اپنے مسلمہ اصول کے ساتھ ضم کر لیتا ہے،

اس مسئلہ کے ثابت ہو جانے کے بعد کہ جبتک اصول عالم شعور سے اوتر کر غیر شاعرانہ دنیا مین نہ آجائین قومی زندگی پر اونکا اثر نہین پڑتا، بہت سے عقدے حل ہو جاتے ہین، انکے بدیر تغیر پذیر ہونے کا سبب معلوم ہو جاتا ہی، یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ جن اصول پر تمدن کا دارمدار ہی اون کی تعداد نہایت کم ہوتی ہی، یہ حقیقت منکشف ہو جاتی ہی کہ ان مین ایک طویل زمانے کے بعد انقلاب پیدا ہو سکتا ہی، اور درحقیقت یہ نہایت مسرت کی بات ہی کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو تمدن ایک مدت تک زندہ نہ رہتا، اسی طرح یہ بھی نہایت خوش قسمتی کی بات ہی کہ نئے اصول مین ثبات و رسوخ کی قابلیت موجود ہوتی ہی کیونکہ اگر صرف قدیم اصول ہمیشہ قائم رہتے، تو دنیا مین تمدن کو کبھی ترقی نہ ہوتی، لیکن چونکہ یہ قدیم اصول بہت دنون کے بعد تغیرات کو قبول کرتے ہین اسلیئے جس طرح جدید اصول کئی نسلون مین جاکر فنا ہوتے ہین، اسیطرح کئی پشتون کے گذرنے پر اونکا اثر نمایان ہوتا ہے لیکن دنیا کی سب سے زیادہ متمدن قوم وہ ہے جس کے اساسی اصول کے فنا و بقا کی مدت مین اتحاد ہو، یعنی جتنے دنون تک وہ قائم رہے ہین، اوتنے ہی دنون مین وہ فنا بھی ہون، لیکن جن قومون کو خوش قسمتی کا یہ موقع نہین ملا وہ فنا ہو گئین اور تاریخ مین صرف اونکا نام ہی نام باقی ہے،

اس بنا پر قومون کی تاریخ مین صرف اصول کی کثرت، اور اونکے ظہور کی قلیل مدت کا

لحاظ نہین رکھنا چاہیئے، بلکہ اسکے برعکس ان اصول کی قلت، انکے بدیر تغیر پذیری، اور اونکے شدید اثر پر بھی نگاہ ڈالنی چاہیئے، بہرحال تمدن کو صرف چند اساسی اصول نے پیدا کیا ہے اُنھی کے بقار کے ساتھ وہ قایم رہتا ہے، اور اُنھی کے بدلنے سے بدل جاتا ہے، قرون وسطی کی زندگی صرف دو اصول پر قائم تھی، یعنی مذہب اور امرا کی سیادت، اُس زمانے کے فنون لطیفہ لٹریچر، غرض عام قومی زندگی کا وجود انھی دو ستونون پر قایم تھا، اسکے چند دنون کے بعد جب ایک نئے دور کا آغاز ہوا تو اون مین کسیقدر تغیر پیدا ہوا لیکن جب یورپ کے دماغ پر یونانی دور جدید نے اثر ڈالنا شروع کیا تو فنون لطیفہ، فلسفہ، انشاپردازی، اور لٹریچر، غرض عام قومی زندگی مین انقلاب پیدا ہونے لگا، اسکے بعد سنن قدیمہ کی قوت بالکل فنا ہوگئی، اور نقل کی جگہ عقل نے لے لی، اب تمدن نے ایک نیا قالب اختیار کیا، اور مذہب کے تمام ارکان متزلزل ہوگئے، اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ جس نظام اجتماعی کی بنیاد مذہبی اصول پر قایم تھی اوسکے منہدم ہونے کا بھی خوف پیدا ہونے لگا،

لیکن صرف یہی ایک مثال کافی نہین، ہم کو متعدد مثالون سے ثابت کرنا چاہیئے کہ خیالات وافکار کیونکر پیدا ہوتے ہین؟ کیونکر ثبات و رسوخ اختیار کرتے ہین؟ کیونکر اون مین تغیر وزوال آتا ہے؟ اگر ہمکو جزئیات کے استقصار کا موقع ملتا تو ہم بتاتے کہ تمدن کے تمام عناصر مثلاً فلسفہ، مذہب فنون لطیفہ اور لٹریچر وغیرہ کی بنیاد صرف چند اساسی اصول پر قایم ہے، جو بتدریج نشو ونما پاتی ہین، خود علوم بھی اِس کلیہ سے مستثنیٰ نہین ہین، چنانچہ علم طبعی صرف اس اصول پر قایم ہے کہ "قوت کبھی فنا نہین ہوتی"

یہ اُصول اگرچہ روشن دماغ لوگون کی تحقیقات کا نتیجہ ہوتے ہین، تاہم اونکی تاریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ اونھون نے نہایت مشکل اور نہایت تدریجی طور پر رسوخ و استحکام حاصل کیا ہے، اِس زمانے مین اگرچہ ہر چیز نہایت سرعت کے ساتھ ترقی کرتی ہے، اور اہل نظر کی تحقیقات

ذاتی منافع اور خواہشات نفسانی سے متاثر نہین ہوتی تاہم اب بھی ایک بنیادی علمی اُصول کے استحکام و وضاحت کے لیئے ۵۰ سال کی مدت درکار ہوتی ہے، دوران خون کا اُصول بذات خود نہایت واضح تھا اور اوسکے متعلق بہت کم اختلاف ہوا، لیکن اس سے کم مدت مین وہ بھی ثابت نہ ہو سکا،

تمام اصول کی تولید وظہور بالکل یکسان طور پر ہوتی ہے، اس مین علمی اُصول فلسفیانہ اصول، فنون لطیفہ کے اُصول، اور لٹریچر اور انشاپردازی کے اُصول مین باہم کسی قسم کا اختلاف نہین پایا جاتا، اول اول ایک مختصر گروہ جوان اصول کی منادی کرتا ہے، اونکا پابند ہوتا ہی، اسکے بعد ادن پر وہ لوگ عمل کرتے ہین، جو اپنی قوت یقین، اور اقتدار سے قوم پر اثر رکھتے ہین، ان لوگون کا اثر خطبہ و تقریر کی بہ نسبت تعلیم و تلقین کے ذریعہ سے زیادہ ہوتا ہے، کیونکہ قوت بیانیہ مین حقیقی تشفی کا عنصر نہین ہوتا، مخاطب متکلم کی اطاعت یا تو اس بنا پر کرتا ہی، کہ متکلم کے نفوذ و قوت کا اوسکو اعتراف ہی، یا خود متکلم مخاطب کے مذاق کے مطابق خطاب کرتا ہے، لیکن اگر وہ صرف عقل کو اپنا مخاطب بنائے تو اوسکا کچھ بھی اثر نہین پڑ سکتا، بالخصوص جماعت تو صرف متواتر تاکیدون ہی سے متاثر ہوتی ہی، اور تاکید کی قوت تاکید کرنے والے کے ذاتی اثر پر موقوف ہے،

ان اُصول کی منادی کرنے والے جب اپنے قرب وجوار کے لوگون کو متاثر کر لیتے ہین تو انھین مین سے اور لوگ ان اُصول کے اعلان کرنے کے لیئے کھڑے ہو جاتے ہین، اب ان جدید اُصول پر بحث مباحثہ شروع ہو جاتا ہی، بالخصوص ابتدائی حالت مین چونکہ یہ اصول معتقدو قائم ثابت چیزون سے ٹکراتے ہین، اسلئے اُنکا عام طور پر معارضہ کیا جاتا ہی۔ لیکن اس سے ان منادی کرنے والون کا جوش ایمان اور ترقی کر جاتا ہی، اور وہ اپنے اصول کی مدافعت نہایت عزم و استقلال کے

ساتھ کرتے ہین، صرف اسلئے نہین کہ وہ اِن اُصول کی صداقت وحقانیت کا اعتقاد رکھتے ہین، کیونکہ وہ لوگ خود بھی صحیح طور پر اونکی صداقت کا علم نہین رکھتے، بلکہ صرف اسلئے کہ اوُنھون نے ان اُصول کو اختیار کرلیا ہی اور اونکی مناوی کر رہے ہین، اسوقت دونون فریق مین سخت کشمکش پیدا ہوتی ہی لیکن اس تصادم وتجاذب کی علت صرف یہ ہوتی ہی کہ منادی کرنے والے باوجود ان تمام مزاحمتون کے اُن کو قبول کرتے ہین، اور دوسرا گروہ اسی شدت کے ساتھ اونکا انکار کرتا ہی، اِس حالت مین اگرچہ ایک فریق کو شدت کے ساتھ اونکا انکار ہوتا ہے، اور دوسرا گروہ حتوا تر تاکیدون کے ساتھ اون کو منوانا چاہتا ہے، لیکن دلائل عقلیہ اس کشمکش سے بالکل علیحدہ رہتے ہین، کیونکہ زیادہ تر اصول کے اعتراف وانکار کا تعلق احساس کے ساتھ ہوتا ہی، اور وہ دلیل سے بہت کم متاثر ہوتا ہی یہ جنگ جس قدر شدت اختیار کرتی جاتی ہی، ان اصول کو آہستہ آہستہ نشو ونما ہوتی جاتی ہی، اور جو اُصول پہلے سے ثابت وقایم تھے اونکو وہ اپنے اندر جذب کرتے جاتے ہین، کیونکہ اونکا شباب استقلال کا مقتضی ہوتا ہے، اور وہ قدیم اُصول کا معارضہ اور مقابلہ کرنا چاہتے ہین، اس تدریجی نشو ونما کے چند ہی دنون کے بعد یہ اُصول اپنے حامیون اور مددگارون سے بے نیاز ہوجاتے ہین، اور صرف نقل وتقلید کے ذریعہ سے عام طور پر پھیل جاتے ہین، کیونکہ علوم جدیدہ کی شہادت سے ثابت ہوتا ہے، کہ انسان کے ابوالآبا بندرون کی طرح خود انسانون مین بھی نقل وحکایت کا مادہ شدت کے ساتھ پایا جاتا ہے،

جب ان اُصول کا دور نشر واشاعت اس حد تک پہونچ جاتا ہی، کہ صرف سریان خیال یعنی نقل وتقلید کے ذریعہ سے وہ پھیلنے لگتے ہین، تو اُنکی کامیابی کا زمانہ شروع ہوجاتا ہی، رائے عام جن اصول کو جس قدر سرعت کے ساتھ قبول کرلیتی ہی، اوسیقدر اونمین مخفی اور موثر طاقت زیادہ ہوتی ہی یہی طاقت اونکو رفتہ رفتہ دماغ کی طرف لیجاتی ہی، اوسمین اونکو مرتکز کردیتی ہی، اور اوسمین

اونکا قابل اطمینان بلکہ پیدا کردیتی ہی، اور وہ خاک کے ذرون کی طرح تمام خیالات، بلکہ اوس مانیکے تمام اعمال مین سرایت کرجاتے ہین، اور موروثی عادات کا ایک جزو بن جاتے ہین، اور مدتون اون کو محفوظ رکھتے ہین،

جن اُصول پر تمدن کی بنیاد قائم ہوتی ہی، اون مین بعض صرف اعلیٰ طبقون کیساتھ مخصوص ہوتے ہین مثلاً جن اُصول پر فنون لطیفہ اور فلسفہ کا دارمدار ہی، اون کو عوام سے کوئی تعلق نہین لیکن انمین بعض اُصول کی ہمہ گیری پست درجہ کے لوگون کو بھی شامل ہوجاتی ہی، بالخصوص مذہب اور پالٹیکس کا تعلق تو زیادہ تر عوام ہی کے ساتھ ہوتا ہے لیکن اِس حالت مین اِن اُصول کی صورت بالکل مسخ ہوجاتی ہی، اور جب وہ اُن سادہ لوح لوگون کے قلوب مین مرکز ہوجاتے ہین، جو بغیر بحث و مباحثہ کے اون کو قبول کرلیتے ہین تو پہاڑ کی طرح اٹل ہوجاتے ہین، اور سیلاب کی طرح پھوٹ بہتے ہین، چنانچہ ہر قوم مین اس قسم کے لاکھون آدمی مل سکتے ہین جنھون نے اپنے اُصول راسخہ کے لیئے اپنی جانین بے دریغ قربان کردی ہین یہی وہ عالم ہی جس مین وہ عظیم الشان واقعات ظہور پذیر ہوتے ہین، جو تاریخ مین ایک انقلاب عظیم پیدا کردیتے ہین، لیکن اس انقلاب کی سرخیل صرف عوام کی جماعت ہوتی ہی، دنیا مین آجتک نشاپرداز، صناع، اور فلاسفہ کا گروہ نہ کسی عالمگیر مذہب کا علمبردار رہا، نہ اُن سلطنتون کی بنیاد ڈالی جو کرۂ ارضی کے اِس سرے سے اوس سرے تک پھیل گئین نہ اوس نے وہ مذہبی اور سیاسی شورشین برپا کین جنھون نے یورپ کی کایا پلیٹ دی بلکہ ان انقلابات کے بانی صرف وہ ان پڑھ لوگ ہوئے جنھون نے اُصول کے اذعان و اعتقاد اور اون کی حمایت کے مقابل مین اپنی جانون کو متاع حقیر خیال کیا، اسی گروہ کے بل پر بادیہ نشینان عرب نے یونان اور روم کے پرخچے اوڑا دیئے، اور دنیا مین ایک ایسی عظیم الشان سلطنت قائم کرلی جو تاریخ مین یادگار ہی، اور یہی عملی گروہ شورش فرانس کے زمانے مین تھا تمام

[illegible]

ونفوذ مین اوسکے برابر ہو، اس بنا پر ایمان کا دشمن صرف ایمان ہی ہو سکتا ہی، اور جو مادی قوت [illegible]

راہ مین حائل ہو جاتی ہی وہ جب تک ضعیف احساس، اور کمزور عقیدہ کی پابند ہے اوس وقت تک

اوس کے مقابل مین عقیدہ ہی کو فتح حاصل ہوگی، لیکن اگر کوئی عقیدہ ایسے عقیدہ [illegible]

ٹکرائے جسکی قوت اوسکے برابر ہی، تو جنگ مساویانہ حالت کے ساتھ قایم رہیگی، اور فتح وظفر

کا فیصلہ اون خارجی حالات پر معلق رہے گا، جو ان مین فریق غالب کو محیط ہین، ان حالات

مین قوت اخلاق، اطاعت کیشی، اور حسن نظام کو خاص طور پر اہمیت حاصل ہی، اگر ہم عرب

کی ابتدائی فتوحات کی تاریخ کا مطالعہ کرین (اور ابتدائی فتوحات عادۃً زیادہ مشکل اور اہم

ہوتی ہین) تو ہم کو معلوم ہوگا کہ جن دشمنون سے اونکا مقابلہ ہوا اونکے فوجی نظام کی بنیاد اگرچہ نہایت

مستحکم تھی لیکن اُنکے نظام اخلاق مین سخت ضعف آگیا تھا، چنانچہ اول اول جب عربون کی فوج نے

ملک شام کی طرف پیشقدمی کی تو اونکا مقابلہ بیزنٹائن فوج سے ہوا جو صرف اون کرایہ دار مزدورون سے

مرتب کی گئی تھی جو کسی مقصد کے لئے قربانی کرنے پر آمادہ نہ تھے، لیکن عربون کے جوش ایمان

نے اون کی قلیل جماعت کی قوت مین دس گنا اضافہ کر دیا تھا اسلئے ایک ایسی فوج کے درہم برہم

کرنے مین جو کسی اعلیٰ مقصد کے لیے جنگ نہین کرتی تھی، اونکو کوئی دقت پیش نہین آئی اسیطرح

یونان کا ایک مختصر گروہ تمدن کے عشق مین متوالا ہو کر اوٹھا، اور (زرکیس) اعظم کی فوجون کے

پرے کو اولٹ دیا، لیکن اگر اسکے چند ہی صدی پہلے وہ لوگ، رومانی فوج سے دست وگریبان

ہوئے ہوتے تو نتیجہ بالکل برعکس ہوتا، ان مثالون سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہی کہ اگر اخلاقی حیثیت سے

دو مساویانہ قوتون مین تصادم ہو تو اُسی کو فتح حاصل ہوگی، جس کا نظام مستحکم اصول پر قایم ہی

یہی وجہ ہی کہ فرانس مین اہل عہد کا لشکر قندان کی فوج پر غالب آگیا، کیونکہ اگرچہ

دونون فوجین قوت اعتقاد مین مساوی تھین، لیکن پہلی فوج کا نظام نہایت عمدہ تھا،

اِس تفصیل سے ثابت ہوتا ہی کہ فتح ہمیشہ ایمان دارون ہی کو ہوتی ہی، اس مین مذہب اور سیاست کی تفریق نہین، بلکہ قوت اعتقاد کا نتیجہ دونون جگہ یکسان طور پر ظہور پذیر ہوتا ہے، سوشیالزم کی بنیاد اگرچہ نہایت بدترین اُصول پر قائم ہے، لیکن اگر یہ تسلیم کر لیا گیا ہے کہ مستقبل صرف اونکے ہاتھ مین رہیگا، تو اسکی صرف یہ وجہ ہے کہ اس زمانے مین سوشیالسٹ فرقہ کے سوا کسی گروہ کا عقیدہ پختہ اور صحیح نہین ہے، چنانچہ اس زمانہ مین جس گروہ کے ہاتھ مین عنان حکومت ہی، وہ اپنی قوت یقین کو اس بیدردی کے ساتھ ضائع کر چکا ہی، کہ خود اون بڑہ کے سیلاب کو بھی نہین روک سکتا جو ہر طرف سے اومنڈ کر اوسکا محاصرہ کرنا چاہتا ہی،

جب یہ اُصول، تغیر و تبدل، جنگ و جدل، اور نشر و اشاعت کے مختلف دورون سے گذر چکتے ہین، اونکی آخری صورت قایم ہو چکتی ہے، اور تمام قوم کی روح مین سرایت کر چکتے ہین، تو وہ ایک مسلّمہ عقیدہ اور ناقابل انکار حقیقت بن جاتے ہین اور اسکے ساتھ اون عقائد عامہ کے ساتھ مدغم ہو جاتے ہین، جن پر قومی زندگی کی بنیاد قایم ہوتی ہے، اور اون کی تعمیم، اون کو نہایت موثر بنا دیتی ہی تاریخی حیثیت سے آگسٹس اور لوئیس چہاردہم کے زمانے مین ان اصول کا عمل تولید مکمل ہو چکا تھا، اونکی آخری صورت قایم ہو چکی تھی بحث و مباحثہ کا دروازہ بند ہو چکا تھا اور وہ تمام قوم کے خیالات و افکار پر چھا گئے تھے یہ اُصول اسی درجہ کو پہونچکر روشنی کے مینار کا قالب اختیار کر لیتے ہین اور جو چیز اونکے سامنے پڑتی ہی، اونکی چمک سے جگمگا اوٹھتی ہی،

جب کوئی نیا اصول قایم ہوتا ہی، تو تمدن کی تمام چھوٹی بڑی شاخون سے اوسکا کچھ اثر ضرور نمایان ہوتا ہی، لیکن اوسکا پورا اثر اوس وقت ظاہر ہوتا ہی، جب وہ تمام قوم کی روح مین سرایت کر جاتا ہی، اوسکی ترتیب اس طرح شروع ہوتی ہی کہ وہ سب سے پہلے اون بلند خیال لوگون کے

دماغ سے جنھون نے اوسکو پیدا کیا ہی، اوتر کر اوسکے نیچے کے طبقہ مین نمایان ہوتا ہی، پھر غالب بدلتا ہوا اس سے بھی کم درجہ کے لوگون پر اثر کرتا ہے، یہان تک کہ رفتہ رفتہ تمام قوم پر چھا جاتا ہی اب اوسکی کامیابی کا دور ختم ہوجاتا ہی، اور اس حالت مین اوسکو نہایت مختصر الفاظ مین بیان کیا جاسکتا ہی یہان تک کہ بعض اوقات صرف ایک لفظ مین اوسکی تشریح کی جاسکتی ہی، لیکن یہ لفظ اسقدر موثر ہوتا ہی کہ دلون کو دفعتہً ہلا دیتا ہی، قرون وسطی مین اس قسم کے الفاظ کی مثال کے لیے "جنت" اور "دوزخ" سے بہتر لفظ نہین مل سکتا، یہ دونون لفاظ اگرچہ نہایت مختصر تھے تاہم اون مین اس قیامت کا اثر تھا، کہ ہر چیز کو متاثر کر لیتے تھے، اور سادہ دل لوگون کے سامنے ہر چیز کی حقیقت کو واضح کر دیتے تھے، مزدوری پیشہ جماعت کے لیے اس زمانہ مین سوشیالزم کا لفظ بھی اسی قسم کا عجیب و غریب اثر رکھتا ہی، وہ ہر جماعت کے سامنے مختلف مناظر کو پیش کر دیتا ہی، لیکن اس تاثیر کا راز صرف اوسکی سادہ لوحی مین مضمر ہے، وہ ایک فرنچ فلسفی کے سامنے جنت کی صورت مین نمایان ہوتا ہے، جس مین تمام لوگ مساویانہ طور پر حکومت کے زیر سایہ سعادت کاملہ سے متمتع ہوتے ہوئے نظر آتے ہین، وہ ایک جرمن مزدور کے سامنے شراب کی بھٹی کی صورت مین ظاہر ہوتا ہے جس سے متصل دھوان اوٹھتا ہی اور جس کے دروازے پر حکام ہر آنے والے کے خیر مقدم مین سؤر کے گوشت کی قاب، نمکین چقندر، اور بیٔر کی بوتلین پیش کرتے ہین، لیکن یہ بداہتہً معلوم ہی، کہ یہ لوگ دولت کی مقدار اور اون حصہ دارون کی تعداد سے بالکل ناواقف ہین جن پر وہ مساویانہ حیثیت سے تقسیم کیجائے گی، لیکن یہ کوئی تعجب انگیز بات نہین، اصول کے استحکام و ثبات کا اصلی کمال بھی یہی ہی کہ وہ ایک عام اور مجمل صورت مین مرتکز فی النفس ہوجاتے ہین، اور بحث و مباحثہ، اور شکوک و اعتراضات کا اونپر کوئی اثر نہین پڑتا۔

کوئی اصول جب آہستہ آہستہ اسقدر ثبات و استحکام حاصل کر لیتا ہی کہ ایک مسلّمہ

عقیدہ بن جاتا ہے تو وہ مدتون تک کامیاب حالت مین قائم رہتا ہی، اور اوسکے متزلزل کرنے کیلیئے جو دلائل قائم کیئے جاتے ہین وہ بالکل ناکامیاب ہوتے ہین، یہ سچ ہے کہ اُصول قدیم کی طرح اس اصول جدید پر بھی کسی نہ کسی دن پیری کے آثار طاری ہو جاتے ہین، لیکن جبتک اوس پر تغیر و تبدل کے بہت سے دورے گذر جا ئین، اوسکے بڑھاپے کا زمانہ نہین آتا اور یہ تغیرات متعدد نسلون کے بعد ظہور پذیر ہوتے ہین تاہم اس حالت فرسودگی مین بھی وہ بالکل بے اثر نہین ہوتا جسکی وجہ یہ ہی کہ چونکہ وہ قدیم موروثی اُصول کے ساتھ مدغم ہوکر ایک مدت تک زندہ رہ چکا ہے، اور اوس کے مقابل مین تمام قوم نے ان قدیم اصول کے احترام کو قایم رکھا ہی، اِس بنا پر اگرچہ ہر قدیم اصول کا نام بدل جاتا ہی، اور دلون کے اندر سے اوسکی آواز بازگشت نہین آتی، تاہم قلب پر اونکا اثر قائم رہتا ہی، اسی طرح ہر قدیم رائے، ہر قدیم عقیدہ، اور ہر قدیم عادت ہمیشہ زندہ رہتی ہی اور ایک منٹ کے لیئے بھی نکتہ چینی کی متحمل نہین ہوسکتی، بہتر تو یہ ہی کہ اِس قسم کی خطرناک بحث کبھی نہ چھیڑی جائے اور یہ نہایت خوش قسمتی کی بات ہی کہ ہر شخص خود اِس قسم کے مباحث سے الگ رہنا چاہتا ہے، کیونکہ نقد و بحث کا ملکہ بہت کم لوگون مین پایا جاتا ہی، اور لوگ عموماً تقلید کے غلام ہوتے ہین، یہی وجہ ہی کہ تمام دنیا ان اصول کو صرف اونکی اشاعت یا تعلیم و تربیت کی بنا پر قبول کرلیتی ہی، اور اسی بنا پر ہر قوم اور ہر زمانے کی غالب تعداد مین ایک ہی قسم کے خیالات و افکار مشترک طور پر پائے جاتے ہین، اور اسی اشتراک نے اون مین اسقدر مشابہت و ہمرنگی پیدا کردی ہی، کہ اگر ایک طویل زمانے کے بعد، اُن کے فنون لطیفہ، اونکے اخلاق و عادات، اور اُن کا فلسفہ ایک شخص کے سامنے پیش کیا جائے، تو اوسکو فوراً معلوم ہو جائیگا کہ ان لوگون نے کس زمانے مین زندگی بسر کی ہی، اِس مشابہت کی وجہ صرف اسلاف کی وہ تقلید ہی، جو وراثت، تربیت، آب و ہوا، اور سریان خیال وغیرہ کے ذریعہ سے پچھلی نسلون نے کی ہی، یہ سچ ہی کہ پچھلی نسلین اپنے اسلاف کی بعینہ تصویر نہین ہین،

تاہم خیالات و احساسات کی کیفیت مین دونون متحد ہوتی ہین، اور اس سے لازمی طور پر ایک ہی قسم کے نتائج پیدا ہوتے ہین،

لیکن ہمارے لیئے یہ نہایت خوشی کی بات ہی، کیونکہ قومی روح صرف تقلید، احساس، اصول، عقائد، اور خیالات و تصورات کی مجموعی ترکیب ہی سے پیدا ہوتی ہے، اور اس روح کی تمام طاقتون کا دارمدار اسی مجموعہ کی طاقت پر ہی، اور اوسی کے بل پر قومونکی زندگی قائم رہتی ہے، چنانچہ جب اس مین ضعف آتا ہی تو قوم کی بنیاد متزلزل ہوجاتی ہی، اسلیئے وہی قوم کی حقیقی طاقت اور وہی قوم کی اصلی حکمران ہی، عام طور پر کہا جاتا ہی کہ ایشیائی بادشاہ عموماً استبداد پسند ہوتے تھے اور خواہشات نفسانی کے سوا انکا کوئی اصول نہ تھا لیکن یہ ہوا پرستی بھی ایک ایسے دائرے مین گھری ہوئی تھی جس سے کبھی باہر نہین نکل سکتی تھی کیونکہ جس مجموعی قوت کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے وہ ممالک مشرقیہ مین نہایت شدت کے ساتھ پائی جاتی ہی، چنانچہ مذہبی تقلید کے اصول ہمارے یہان بالکل متزلزل ہوگئے ہین، لیکن مشرق مین اپنے پورے استحکام کے ساتھ قائم ہین اور ایشیا کا سب سے بڑا استبداد پسند بادشاہ بھی اس قدیم روش کو نہین ٹھکرا سکتا کیونکہ ہر ایشیائی آدمی کے اعتقاد مین یہ دونون چیزین بادشاہون سے زیادہ طاقت رکھتی ہین،

آج ہر متمدن آدمی ایک ایسے دور سے گذر رہا ہی جو تاریخی حیثیت سے ابتلا و امتحان کا سخت ترین زمانہ ہی یہ ایک ایسا دور ہی جس مین بحیثیت مجموعی انسانیت پر بحث کی جاتی ہے، کیونکہ قدیم اصول جو تمدن کا اصلی ماخذ تھے، اپنے نفوذ و قوت کو کھو چکے ہین، اور جدید اصول کو اب تک ثبات و استحکام حاصل نہین ہوا ہی، آج کوئی شخص یہ نہین جانتا کہ دلون پر رائے اور عادت کا کیا اثر ہوتا ہی؟ اور ان دونون قوتون پر حملہ کرنے کا کیا نتیجہ ہوگا؟ لیکن اگر وہ قدیم تمدن کی تاریخ کا یا کم از کم آج سے دو یا تین صدی پیشتر کے واقعات کا مطالعہ کرے تو اسکو اونکی حقیقت معلوم ہو سکتی ہی

بعض جاہل قصہ گو لوگون کا بیان ہو کہ یونانی بالکل آزاد تھے، حالانکہ یہ بالکل غلط ہی، وہ سر سے پاؤن تک عادت اور عقیدہ کے غلام تھے، اونکے گرد معتقدات کا ایک دائرہ کھنچا ہوا تھا جس کی وہ پرستش کرتے تھے، اور کوئی شخص اس عام قومی روش پر نکتہ چینی کرنے کی جرأت نہین کر سکتا تھا بلکہ وہ سب سے بڑھکر اوسکا پرستار بنا چاہتا تھا، یونانی دنیا نے مذہبی، یا شخصی، غرض کسی قسم کی آزادی کا خواب تک نہین دیکھا بلکہ ایتھنز کے قواعد کی روسے کوئی ملکی آدمی جماعت سے باہر رہ کر زندگی ہی نہین بسر کر سکتا تھا، اسی طرح وطنی عید کے جشن نکرنے کا اوسکو اختیار حاصل نہ تھا، قدیم زمانے کی آزادی صرف یہ تھی کہ آدمی اپنے مفتوحہ ممالک کے اصول کا غلام بن جائے، اور اوس زمانے مین اگر کسی ملک کے باشندون کو یہ اجازت دیجاتی کہ وہ اپنے خیالات مین آزاد ہو جائین، تو یہ ملک اون جماعتون کے درمیان جنمین ہمیشہ جنگ قائم رہتی ہی، ایکدن بھی محفوظ نہ رہے، اب خدا، نظام حکومت، اور مذاہب سب کے سب گوشہ نشین ہو گئے ہین [illegible] دور اوس دن سے شروع ہوا ہی جب سے ان چیزون مین آزادانہ بحث جائز سمجھی گئی ہے، لیکن اس زمانے کے تمدن نے تقریباً اُن تمام اصول کو فنا کر دیا ہے جن سے عادت اور عقیدہ کو مدد ملتی تھی اسلئے اُنکا اثر بالکل زائل ہو گیا ہی، اور وہ فرسودگی کے اُس درجے گذر رہے ہین جس مین اُصول قدیمہ کی حقیقت اوہام سے زیادہ نہین خیال کیجاتی، اور اب جب تک اُن اُصول کی جگہ جدید اُصول نہ قائم ہو جائین خیالات مین طوائف الملوکی قائم رہیگی، لیکن اس طوائف الملوکی کو یہ فضیلت حاصل ہی، کہ وہ بحث و مناظرہ کی متحمل ہو سکتی ہی اس بنا پر ہر انشا پرداز، ہر فلسفی، اور ہر غور و فکر کرنے والے دماغ کو شکر گذاری کے ساتھ اس دور سے سرعت کے ساتھ فائدہ اوٹھانا چاہیئے، کیونکہ جب وہ گذر جائیگا تو پھر دوبارہ واپس نہ آئیگا، اس دور کو اگرچہ انحطاط و تنزل کا دور خیال کیا جاتا ہی تاہم اسمین عقل کو کامل آزادی سے فائدہ اوٹھانے کا موقع حاصل ہی اسلئے وہ بہت دنون تک قائم نہین رہ سکتا، کیونکہ تمدن جدید کے حالات سے ظاہر ہوتا ہے کہ یورپین قومین ایسے دور کی طرف

قدم بڑھا رہی ہین، جو بحث، اور مباحثہ، اور حریت و آزادی کا متحمل نہین ہو سکتا جسکی وجہ یہ ہو کہ کوئی جدید مذہب اُسوقت تک استحکام نہین حاصل کر سکتا جب تک اوسمین نقد و بحث کا سد باب نہ ہو جائے، اور قدیم مذاہب کی طرح وہ معارضہ کا متحمل نہو سکے، اس زمانے مین انسان اُن اُصول پر ہمیشہ بحث کرتا ہو جن پر آیندہ تمدن کی بنیاد رکھی جائیگی، لیکن یہ نہایت خطرناک چیز ہو کیونکہ قومی زندگی پر سب سے زیادہ اساسی اُصول کے تغیر و تبدل کا اثر پڑتا ہو، شورش اور جنگ بہت زیادہ موثر چیز نہین، اون کی پیدا کی ہوئی خرابیون کی اصلاح ہو سکتی ہو، لیکن ان اُصول کے بدلنے سے تمام تمدنی شاخون مین تغیر پیدا ہو جاتا ہو، اسلیئے جس شورش سے تمام قومون کی زندگی معرض خطر مین پڑجائیگی، وہ صرف وہ شورش ہو، جو خیالات و افکار مین پیدا ہو گی۔

اگر ایک قوم کسی جدید اصول کو اختیار کرتی ہو، تو یہ کوئی خطرناک بات نہین، اصل خطرہ اوس حالت مین پیدا ہوتا ہو، جب قوم ایک اصول کو چھوڑ کر دوسرے اصول کو اختیار کرنا چاہتی ہو، کیونکہ جب تک وہ نئی عمارت کی بنیاد قائم نہین کر لیتی یہ خطرہ باقی رہتا ہے، یہ بھی کوئی خطرناک بات نہین کہ وہ اُصول بجائے خود صحیح نہین، آج تک ہم نے جن مذہبی خیالات کے ساتھ زندگی بسر کی ہو، وہ بھی غلط تھے خطرہ اون متعدد تجربون مین ہو، جو قوم کی حالت اور ان اصول کی موزونیت دریافت کرنے کے لیئے لازمی طور پر کرنے پڑتے ہین، کیونکہ جب تک متواتر تجربے نہ کر لیئے جائین، قوم کو ان اصول کے فوائد کا حال معلوم نہین ہو سکتا، موجودہ اشتراکیت (سوشیالزم) قوم کو انحطاط کے جس غار اور استبداد کے جن مناظر شنیعہ کی طرف لے جاتی ہو قوم کو اس سے ہوشیار کرنے کے لیئے اگر علم النفس اور علم الاقتصاد کی کامل مہارت ضروری نہین ہو، تو اُسکو اس انجیل جدید (اشتراکیت) کے قبول کرنے سے کیونکر روکا جا سکتا ہو؟

تاریخ ہم کو بتاتی ہو کہ جس زمانے مین لوگ کسی عقیدہ کے قبول کرنے کے لیئے تیار

نہین ہوتے، اور ان ہین اونکی دعوت کا کیا انجام ہوتا ہے؟ لیکن انسان تاریخ سے عبرت نہین حاصل کر سکتا، شارلمان نے رومن سلطنت کو دوبارہ زندہ کرنا چاہا، لیکن چونکہ اتحاد کا اصول آسانی کے ساتھ قایم نہین ہوسکتا تھا، اسلیئے اوسکی کوششین بیکار ہوگئین، نپولین کی جد وجہد کا بھی یہی انجام ہوا، فیلپ ثانی نے اپنی تمام ذہانت، اسپین کی پوری طاقت، اور اپنے عالمگیر اثر کو آزادانہ بحث کے مقابلہ مین جو پروٹسٹنٹ کے نام سے تمام یورپ مین پھیل رہی تھی صرف کر دیا لیکن بالآخر اوسکو بھی ناکامی ہوئی، اور اس جنگ نے اسپین کو اسقدر برباد کیا کہ پھر دوبارہ نہ سنبھل سکا، ہمارے زمانے مین بھی ایک بوالہوس سر پر تاج پہن کر اوٹھا، اور اپنے عام قومی احساس کے اقتضا سے ایک دھن اصول کی دعوت دی یعنی متحد الجنس قومون مین اتحاد پیدا کرانا چاہا، اسکا یہ نتیجہ ہوا کہ جرمنی اور اٹلی مین یہ اتحاد پیدا ہو گیا اور یہ دونون ملک ہمارے قبضہ سے نکل کر ایک زمانہ دراز کے لیئے ہم سے علیحدہ ہوگئے، تمام قومین ایک بدترین مذہب کے جال مین گرفتار ہوگئی ہین، اور اونھون نے فوجون کی تعداد مین اضافہ کرکے، براعظم یورپ مین مسلح پاسبانون کی ایک قطار کھڑی کر دی ہے لیکن اسکا نتیجہ افلاس کے سوا اور کیا ہوگا؟ اور اگر بالفرض اس فوج گران نے اپنی دولت اتحاد، اور قوت کا کچھ حصہ محفوظ بھی رکھا تو اشتراکیت (سوشیالزم) جو شخصی حکومتون کو مٹاکر انکی جگہ ایک عام قومی حکومت کرنا چاہتی ہے، اُسکو ایک نہ ایک دن ضرور فنا کر دیگی،

قومون پر جن اصول کا اثر پڑتا ہے اون مین سب سے زیادہ قوی اصول قومیت کا ہے، قدیم سیاست دان اوسکو نہایت اہم سمجھتے تھے اور اوسکو سیاست کا محور قرار دیتے تھے لیکن اسکا نتیجہ کچھ اچھا نہین ہوا، کیونکہ یورپ نے اسکے مستحکم کرنے کیلیئے جو کوششین کین، انکی وجہ سے وہ نہایت خطرناک جنگ مین مبتلا ہوگیا، اور اوسکو بغل مین ہتھیار رکھکر رات بسر کرنی پڑی اس اصول کی حمایت مین جو جد وجہد جاری تھی اُسکا سبب صرف یہ خیال تھا کہ قومون کی تعداد

[illegible] حالانکہ اس قسم کی

قومین نہایت آسانی کے ساتھ مفتوح ہوسکتی ہین، اور اب تو یہ بالکل ثابت ہوگیا ہو کہ چھوٹی چھوٹی قومین تمام [illegible] سے محفوظ رہتی ہین، چنانچہ اسکے ثبوت مین پرتگال، یونان، سوئٹزرلینڈ، بلجیم سویڈن، اور ریاستہائے بلقان کو پیش کیا جاسکتا ہو، اسی اتحاد نے اٹلی کو بالکل تباہ کردیا، اس اتحاد سے اگرچہ اُسکے تمام صوبون کی آمدنی دوملیار ہوگئی، تاہم وہ سخت افلاس مین مبتلا ہوگئی اور قریب تھا کہ وہان شورش برپا ہوجائے، حالانکہ اتحاد کے پہلے اگرچہ اوسکی آمدنی صرف ۵۰۰ ملین تھی لیکن تمام ملک سرسبز اور خوشحال تھا، لیکن خیالات کا سیلاب جب دلون سے ٹکراجاتا ہو، تو اوسکو کون روک سکتا ہو؟ وہ اپنا وعدہ پورا کرکے رہے گا، اور اوس کی تائید وہ لوگ کرینگے جن کے لیئے تقدیر نے سب سے پہلے اوسکی قربانگاہ پر چڑہانے کا فیصلہ کیا ہو، جس طرح بکری اپنے چرواہے کے پیچھے پیچھے مذبح کی طرف نہایت اطاعت وفرمانبرداری کے ساتھ چلی جاتی ہو، اوسی طرح ہم کو بھی اُصول کے سامنے سر تسلیم خم کردینا چاہیئے، کیونکہ اُصول اپنے دور انقلاب مین جب ایک خاص نقطے پر پہونچ جاتے ہین تو اونکے مقابلہ مین دلیل بالکل بیکار ہوجاتی ہو، اور قوت بیانیہ اون پر غالب نہین آسکتی، اگر کسی اصول نے کسی قوم کے دل پر تسلط حاصل کرلیا ہو تو وہ اونکی پابندیون سے صرف دو طریقون سے آزاد ہوسکتی ہو، یا تو ایک طویل زمانہ گذر جائے، یا کوئی شورش برپا ہو، اور کبھی کبھی تو ان دونون کی ضرورت ہوتی ہو، دنیا مین کتنے اوہام ہین، جنکے ادب واحترام کو انسان اپنے اوپر فرض کرلیتا ہو، پھر خود اون کے پردے کو چاک کردیتا ہے؛

دوسری فصل

انقلاب تمدن پر مذہبی عقائد کا اثر

مذہبی عقائد کے اثر کی اہمیت، مذہبی عقائد ہمیشہ قوموں کی زندگی کا جزو اعظم تھے، اکثر تاریخی واقعات نظام حکومت، اور نظام تمدن، مذہبی اُصول سے ماخوذ ہین، ہر جدید مذہبی اصول کے ساتھ ایک نیا تمدن لازمی طور پر پیدا ہو جاتا ہی، مذہبی خیال کی قوت، مذہب کا اثر اخلاق پر، مذہب تمام ملکات، کو متحد المقصد بنا دیتا ہے، ہر قوم کی سیاست، صنعت و حرفت، اور اخلاق کی تاریخ اُسکے مذہبی عقائد سے پیدا ہوتی ہی، مذہبی عقائد کا ادنیٰ تغیر بھی قومی زندگی مین عظیم الشان انقلاب پیدا کر دیتا ہے، اسکی مختلف مثالین،

تاریخ کا منارہ، تمدن کا ستون، قومون کی زندگی کا اہم اصول، اگر کوئی چیز ہے، تو وہ صرف مذہبی اُصول ہین، اِس بنا پر ہم اونپر ایک مستقل فصل مین بحث کرتے ہین،

مذہبی اُصول ہمیشہ قومون کی زندگی کا نہایت اہم عنصر، اور تاریخ کا نہایت نمایان جزو تھے، چنانچہ تاریخ کے عظیم الشان واقعات نے جو عظیم الشان نتائج پیدا کیئے، اون مین مذاہب کے بننے اور بگڑنے کا نتیجہ سب سے زیادہ اہم ہے، اور گذشتہ اور موجودہ زمانے مین جو اساسی مسائل قرار دیئے گئے اون مین پہلا اساسی مسئلہ یہی مذہب تھا، اگر انسانیت اپنے معبودونکی موت پر راضی ہی تو آغاز تمدن سے جو واقعات ظہور پذیر ہوئے، اون مین یہ واقعہ سب سے زیادہ عظیم الشان ہوتا،

ہم کو یہ بھولنا نہ چاہیئے کہ تاریخ کے ابتدائی زمانے سے آج تک ہر نظام حکومت اور ہر نظام تمدن کا سنگ بنیاد مذہبی عقائد کی سطح پر رکھا گیا ہی، یہی معبود ہین جنھون نے انسانی زندگی کا سب سے

بڑا دور تمثیل کیا ہی، مذہب اس سرعت کے ساتھ اخلاق پر اثر ڈالتا ہی کہ اس معاملہ مین عشق کے سوا کوئی چیز اوسکا مقابلہ نہین کرسکتی، لیکن آخر عشق بھی تو ایک مذہب ہی ہے، یہ دوسری بات ہے کہ وہ شخصی مذہب ہی اسلیئے ہمیشہ قائم نہین رہتا، اگر تم اُس قوم کی حالت کا اندازہ کرنا چاہتے ہو جو صرف احساس خیال سے متاثر ہو کر بھڑ گئی، تو تم کو فتوحات عرب کو، صلیبی لڑائیون کو، اندلس کی ظلم آرائیون کو، پریٹن[1] کے زمانے مین انگلستان کی حالت کو، فرانس مین سینٹ بارتھولومیو[2] کو، اور شورش فرانس کی ہر لڑائی کو پیش نظر رکھنا چاہیئے،

اوہام کے اندر ایک ایسا موثر جادو چھپا ہوا ہی، جو مزاج عقلی کو بالکل بدل دیتا ہی، انسان نے خود اپنے معبودون کو پیدا کیا، لیکن چند ہی دنون مین ان معبودون نے اوسکو اپنا غلام بنالیا، مذہب خوف سے نہین بلکہ امید سے پیدا ہوا ہی، اسلیئے اُسکا اثر دائمی ہوتا ہی، یہ مذہب ہی کا اثر ہی کہ اُس نے انسان کی عقل کے سامنے سعادت کا دروازہ کھولدیا ہی اور اس بنا پر تمام موثرات سے ممتاز ہو گیا ہے، اور فلسفہ اس منزل سے اب تک کوسون دور ہی،

ہر تمدن، ہر فلسفہ اور ہر مذہب کی غایت یا کم از کم اوسکا نتیجہ، اون مخصوص حالات نفسیہ کا پیدا کرنا ہے، جنمین بعض اگرچہ مایۂ سعادت ہوتے ہین، اور بعض نہین ہوتے تاہم خارجی حالات سے زیادہ سعادت کا دارومدار انہی حالات نفسیہ پر ہی بہت سی قربانیان آگ کے اوپر اپنے قاتلون سے زیادہ سعادت اندوز ہوتی ہین، اور بہت سے وہ کاشتکار جو اپنے ہاتھ سے ہل جوت کر

---

[1] انگریزی فرقہ پروٹسٹنٹ کی شاخ یہ لوگ بالکل زاہد خشک ہوتے ہین، موسیقی و لہو ولعب کو حرام جانتے ہین ہر بات مین مسیح کی زندگی کی تقلید کو واجب سمجھتے ہین۔ PARITON

[2] SAINTBARTHOKOMEW مسیحی تھے یہان بہت تقدس شہید سمجھے جاتے ہین ۲۴ اگست ۱۵۷۲ء کو جو ان کے سالانہ فاتحہ کا دن تھا چارلس نہم شاہ فرانس نے فرقہ پروٹسٹنٹ پر مظالم شروع کیئے، جنکا اندازہ اس سے ہو سکتا ہی کہ صرف مقتولین کی تعداد بہ اختلاف روایات ۳۰۰۰۰ سے لیکر ۶۰۰۰۰ تک پہونچتی ہی،

روٹی کے ایک ٹکڑے پر قناعت کر لیتے ہین، ایک دولت مند امیر سے جس کو افکار نے گھیر لیا ہے، خوش قسمت ہوتے ہین،

یہ ایک نہایت افسوسناک بات ہی کہ تمدن جدید نے انسانی ضروریات کو غیر معمولی طور پر وسیع کر دیا ہی، اور اونکے پورے کرنے کے بہت کم اسباب مہیا کیے ہین، اسلیئے دلون سے رضا و تسلیم کا مادہ بالکل زائل ہو گیا ہی، کہا جاتا ہی کہ تمدن جدید ترقی کا فرزند رشید ہے، لیکن درحقیقت وہ اشتراکیت (سوشیالزم) اور انارکزم کی مان ہی، جن لوگون نے ایمان کی قوت کو کھو دیا ہی، اور یاس و حرمان نے اون کے قلوب کا احاطہ کر لیا ہی، وہ انہی دونون الفاظ کا نعرہ بلند کرتے رہتے ہین، کیا ایک یورپین جو ایک دائمی اضطراب مین مبتلا رہتا ہی جس کے اعصاب دماغی متزلزل ہو گئے ہین، جو اپنی تقدیر پر قانع نہین ہے، اوس مشرقی آدمی کا مقابلہ کر سکتا ہی، جو راضی برضائے الٰہی ہی؟ ان دونون کے درمیان روحانی حالت کے سوا اور کسی چیز مین فرق نہین ہی، تو مون کو صرف وہی شخص بدل سکتا ہی جو اوسکے خیالات کو بدل کر، اوسکے عقائد و اعمال مین انقلاب پیدا کر دیتا ہی، اس وقت سوسائٹی کا سب سے بڑا فرض یہ ہی کہ ایسی کیفیات نفسیہ کے پیدا کرنے کی کوشش کرے جن کی وجہ سے ہر فرد سعادت مند ہو جائے ورنہ قومون کی زندگی کا عنقریب خاتمہ ہونے والا ہے، دنیا مین آج تک جو قومین اوبھرین اون کا دار مدار صرف اون خیالات پر تھا جنکے اندر دلون کے جذب و کشش کی قوت مضمر تھی، اور اون مین جو قوم اوبھر کر بیٹھ گئی اُسکا سبب صرف اُنہی خیالات کی قوت کا زوال تھا، اس زمانے کا سب سے غلط خیال یہ ہی، کہ انسان کی سعادت صرف خارجی اشیاء کے اندر ہی، لیکن یہ کسی کو نہین سوجھتا کہ وہ خود ہمارے اندر پنہان ہی ہمین اوسکو پیدا کرتے ہین، اور وہ بہت کم ہم سے الگ رہتی ہے ہم نے قدیم خیالات کی بنیاد ڈھا دی ہی، اسلیئے ہم کو نظر آتا ہی، کہ اس خیال کے بعد ہماری زندگی فنا ہو جائیگی، اور اگر ہم نے اسکے عوض کوئی دوسرا اعتقاد قایم نہ کیا تو ہم برباد ہو جائینگے،

نوع انسان کے سب سے بڑے محسن جنکی یادگار مین تمام قومون کو زرخالص کا مجسمہ قائم کرنا چاہیے وہ سحر آفرین لوگ ہین جنھون نے قومون کے لیے خیالات پیدا کیے ہین، یہ لوگ اگرچہ کبھی کبھی جماعت انسانی مین نمایان ہوجایا کرتے ہین لیکن عموماً بہت کم پیدا ہوتے ہین، انھی بزرگون نے اُمید ہائے فانی کے سامنے جن کے سوا انسان کسی دوسری حقیقت کو نہین جان سکتا، اور اس غیر متحرک ترش رو دنیا کے آگے، پرزور خیالات کا ایک پردۂ نورانی قائم کیا، انسانیت کی حقیقی تفسیر کی، اور خارزار زندگی کے تمام کانٹون کو ہٹا کر انسان کے لیے جنت کا راستہ صاف کردیا، جس کے ساتھ تمام اُمیدین وابستہ ہین۔

اگر ہم سیاسی حیثیت سے بھی نگاہ ڈالین تو ہم کو معلوم ہوگا کہ مذہبی عقائد کا اثر کس قدر شدید ہے؟ مذہب کی عظیم الشان قوت کا سبب صرف یہ ہو کہ وہ ایک زمانے مین قوم کے فوائد قوم کے احساسات اور قوم کے خیالات کو متحد کردیتا ہی، اسلیئے وہ اون تمام عناصر کا جن سے قومی روح پیدا ہوتی ہو، دفعتہً قائم مقام ہوجاتا ہی، یہ سچ ہو کہ مذہبی قوت کے استیلا رسے قوم کا مزاج عقلی نہین بدل جاتا تاہم تمام قوتون کا رخ صرف ایک مقصد کی طرف ہوجاتا ہے، یعنی تمام طاقتین اِس جدید مذہب کی حمایت مین کھڑی ہوجاتی ہین، اور مذہب کی عظیم الشان طاقت کا راز اسی اصول کے اندر مضمر ہے، یہی وجہ ہو کہ دنیا کی جن قومون نے کارہائے نمایان کیئے ہین، اسی قسم کے مذہبی انقلاب کے زمانے مین کیئے ہین، اور دنیا کی بڑی بڑی سلطنتون کی تاسیس اسی دور انقلاب مین ہوئی ہو، آنحضرت صلعم کے الہامی خیالات نے اسی طریقہ سے قبائل عرب مین اتحاد پیدا کیا، اور اون لوگون نے تمام قومون کو زیر و زبر کرکے عظیم الشان سلطنت قائم کرلی نفس اعتقاد کوئی چیز نہین ہو، اصلی چیز وہ قوت ہو، جو عقائد کو دل مین مرتکز کردیتی ہے، ایک وحشی سے وحشی دیوتا کی طرف بھی اگر لوگون کو دعوت دیجائے تو وہ بھی اوسی طرح موثر ہوسکتی ہو،

بلکہ اکثر جنگدل واستبداد پسند معبودون کے اثر ونفوذ نے بھی نہایت وسعت حاصل کرلی ہی کیونکہ جو معبود غیر متعصب اور نرم خو ہوتے ہین، اونکے پرستارون کے عزم وارادہ مین شدت وصلابت نہین ہوتی، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع صرف آپ کے تشدد[1] کی وجہ سے تمام دنیا پر چھاگئے، اور دنیا کے ایک بڑے حصے پر ایک مدت تک اُن کا تسلط، اور رعب قائم رہا لیکن ساکن انقلب بودھا کی امت نے کوئی کارنمایان نہین کیا، اور تاریخ نے اون کو بالکل فراموش کردیا،

اِس تفصیل سے ثابت ہوتا ہی کہ قومون کی سیاست مین ہمیشہ مذہب نے نمایان حصہ لیا ہے کیونکہ صرف وہی ایک ایسی قوت ہی جو نہایت سرعت کے ساتھ نظام اخلاق کو متاثر کرلیتی ہے، یہ سچ ہی کہ یہ معبود ہمیشہ باقی نہین رہتے لیکن مذہب ہمیشہ قایم رہتا ہے، اسی مذہبی قوت کی بدولت فرانس نے جب ایک صدی تک تمام یورپ کا مقابلہ کیا تو دنیا نے دوبارہ مذہبی عقائد کے اثر کا اعتراف کیا، کیونکہ جو خیالات اِس زمانے مین دلون پر محیط ہوگئے تھے، اونھون نے بھی درحقیقت ایک جدید مذہب کی صورت اختیار کرلی تھی جس نے قوم کے قالب مین اپنی روح پھونک کر اوسکو دفعتہً اوبھار دیا تھا لیکن جو معبودان خیالات کے پردون سے نمایان ہوئے، اونکا قالب نہایت لطیف تھا، اسلیے چندہی دنون تک قائم رہ سکے، تاہم کم ازکم اُنکی زندگی تک اُن کا اثر شدید وعام رہا،

اگرچہ قومی روح کے انقلاب پر مذہب کو جو قدرت حاصل ہی وہ لازوال اور غیر فانی ہے تاہم اوسکی اصلی طاقت اتنی مدت تک قائم نہین رہتی کہ نظام اخلاق کو بالکل بدلدے، کیونکہ خواب وخیال کی یہ قوت روز بروز ضعیف ہوتی جاتی ہی، اور جو لوگ اوس کے نشے مین چور ہے

[1] تشدد نہین بلکہ عزم واستقلال، استبداد نہین بلکہ جمہوریت، تعصب نہین بلکہ حق کی حمایت؛

آہستہ آہستہ بیدار ہوتے جاتے ہین، یہان تک کہ مذہب بھی اپنے انتہائی زمانے مین اوس رنگ
مین نمودار ہوتا ہی، جس مین قوم نے اوسکو شرابور کر دیا ہی، اگر انگلستان، اسپین، اور فرانس کے
اون تمام فرقون پر نظر ڈالی جائے، جو ایک ہی مذہب مین پیدا ہو گئے تھے تو نظر آئے گا کہ
اسپین مین پروٹسٹنٹ مذہب قائم ہی نہین ہو سکتا تھا، اور انگلستان محکمہ احتساب (مجلس انکویزیشن)
کے قائم کرنے کی اجازت ہی نہین دیسکتا تھا، بلکہ اگر خود پروٹسٹنٹ مذہب کی پابند قومون کی
حالت پر بھی غور کیا جائے تو اون کے اساسی اخلاق بھی علانیہ نمایان ہو جائینگے، اور معلوم ہو جائیگا
کہ باوجود اس مذہب کی شیفتگی کے اونھون نے اپنے مزاج عقلی کی امتیازی خصوصیات یعنی
استقلال، عزم، تدبر، اور خودداری کو قائم رکھا ہی، اور ہوا پرست بادشاہون کی ذلیل اطاعت
پذیری کو ٹھوکر لگا دی ہی،

ہر قوم کی سیاسی، اخلاقی، اور صنعتی تاریخ اگرچہ اوسکے مذہب سے پیدا ہوتی ہے لیکن جس طرح
مذہب نظام اخلاق پر اثر ڈالتا ہی، اوسی طرح خود نظام اخلاق سے متاثر بھی ہوتا ہی اس بناپر ہر قوم
کی زندگی کے رکن اعظم صرف دو ہین، مذہب اور اخلاق، لیکن ہر قوم کا نظام اخلاق اپنے
اصلی اوصاف کے لحاظ سے ہمیشہ قایم رہتا ہے، اور اسی خصوصیت نے ہر قوم کی تاریخ
کو متحد اور جامع ومانع بنا دیا ہی مگر مذہب اپنے اندر تغیر پذیری کی صلاحیت رکھتا ہی، اور اسی
تغیر کی بنا پر قومون کی تاریخ مین بہت سے انقلابات کی سرگذشت نظر آتی ہی،

معمولی مذہبی تغیر بھی متصل ومتواتر انقلابات کا پیش خیمہ ہوتا ہی ہمنے گذشتہ فصل مین بیان
کیا ہی کہ اٹھارھوین صدی کے فرنچ، سترھوین صدی کے فرنچ لوگون سے بالکل مختلف
ہین، اسکی وجہ صرف یہی ہی، کہ سترھوین صدی کی عقل اٹھارھوین صدی مین عالم لاہوت سے
اوتر کر علمی دنیا مین آگئی اور تقلید کا مقابلہ استدلال سے اور نقل کا مقابلہ عقل سے ہو گیا، اس بنا پر

صرف خیالات کے ان تغیرات نے دونون زمانون مین نمایان فرق پیدا کر دیا، اگر ہم زیادہ تحقیق کرین تو ثابت ہوگا کہ شورش فرانس، اور اوس کے بعد کے واقعات، جو آیندہ بھی ہمیشہ ظہور پذیر ہوتے رہین گے صرف عقائد کے انقلاب کا نتیجہ تھے،

آج قدیم قومین رو بہ تنزل ہین، اور اسیلئے ضعف سے کانپ رہی ہین اونکے نظام کا ہر ستون پے در پے گر رہا ہی لیکن اسکی وجہ صرف یہ ہی کہ وہ اپنی قوت ایمان کو جس پر اونکے وجود کا دار مدار تھا آہستہ آہستہ کھوتی جاتی ہین، اور جس دن اس قوت کا کل سرمایہ ضائع ہو جائیگا، اون کی جگہ ایک جدید تمدن لے لیگا، جو جدید عقائد پر مبنی ہوگا کیونکہ تاریخ سے ثابت ہوتا ہی، کہ جب قومون کے معبود پردۂ خفا مین چھپ جاتے ہین تو وہ بہت دنون تک زندہ نہین رہتین، اور جو تمدن ان معبودون کے ساتھ آیا تھا وہ بھی اون کے ساتھ رخصت ہو جاتا ہی، اس بنا پر ہر قوم کو ہوشیاری کے ساتھ یقین کر لینا چاہیے کہ مرنے والے معبودون سے زیادہ کوئی چیز برباد کرنے والی نہین ہے،

تیسری فصل

اکابران قوم کا درجہ قومون کی تاریخ مین

قومون کی عظیم الشان ترقیان صرف بلند خیال لوگون کے ہاتھ سے انجام پذیر ہوتی ہین، انکے درجہ کی حقیقت، وہ قوم کی تمام مجموعی کوششون کا مرقع ہوتے ہین، چند مثالین جو عظیم الشان تغیرات سے ماخوذ ہین، اکابر رجال کا درجہ سیاست ہین، وہ قوم کے غالب خیال کا مرکز ہوتے ہین، ابلہ فریب بزرگون کا اثر، بڑے بڑے محققین قوم کے تمدن کو بدل دیتے ہین متعصب ور ابلہ فریب بزرگ تاریخ کے موجد ہین،

قومون کی تقسیم، اور اونکے باہمی امتیازات کے سلسلۂ بحث مین یہ ثابت ہوگیا کہ مغرب و مشرق مین صرف یہ فرق ہی کہ مغرب مین ترقی یافتہ اکابران قوم کا ایک گروہ موجود ہی، جس سے مشرقی ترقی کا میدان بالکل خالی ہی، اس فصل مین ہم اسی گروہ کی حیثیت کو نمایان کرنا چاہتے ہین،

یہی ممتاز گروہ ہے جو قوم کی تمام طاقتون کا مرکز ہی اور اگر ہم اسکو نسل انسانی کے سلسلہ سے خارج کردین، تو دفعتہً قوم کی عقلی سطح کا ارتفاع مبدل بہ پستی ہو جائے گا، علوم و فنون صنعت و حرفت، غرض تمام تمدنی ترقیان اسی گروہ کی ممنون احسان ہین، اور تاریخی دستاویز سے ثابت ہوتا ہی کہ ہم ان تمام چیزون مین اس کے قرضدار ہین،

اگرچہ تمام قوم ان ترقیون سے یکسان طور پر فائدہ اوٹھاتی ہی اور اگرچہ نوع انسانی کا یہ گل سر سبد نھین کے درمیان شگفتہ ہوتا ہی، تاہم قوم اونکی پوری قدردانی نہین کرتی یہی وجہ ہے کہ اکثر بڑے بڑے لوگ خود اپنی قوم کے غیظ و غضب کا شکار ہوگئے، اور قوم کو اس کا احساس

بھی نہ ہوا کہ گذشتہ نسلون کے پودون نے انھی ترقی یافتہ دماغون کی بدولت نشو و نما پائی تھی یہ لوگ درحقیقت قوم کا سرمایۂ ناز ہین، اور ان مین چھوٹے سے چھوٹا فرد بھی ہمارے لیئے مایۂ عز و افتخار ہے، کیونکہ یہ لوگ اتفاقی طور پر یا معجزانہ طاقت سے پیدا نہین ہوئے ہین، بلکہ وہ زمانہ گذشتہ کی طویل گردشون کا نتیجہ ہین اونھی کے قالب مین اونکی قوم اور اونکے زمانے کی عظمت نمایان ہوتی ہے اور ہر وہ چیز جس سے اونکی کوششونکی کلیان کھلتی ہین ترقی کی اشاعت کا سبب ہوتی ہے، اسلئے اگر ہم مساوات عامہ کے خواب پریشان کو جس نے ہماری آنکھون پر پردے ڈالدیئے ہین، بھلا دین، تو ہمین سب سے پہلے ان لوگون پر قربان ہونے کے لیئے تیار نظر آئین گے مساوات عامہ درحقیقت پست درجہ کے طبقون مین پائی جاتی ہے، اور عقلی ٹکڑ گدے اگرچہ ہمیشہ اسکا خواب دیکھا کرتے ہین، لیکن انکا خواب انکی سب سے بڑی بدبختی ہے،

اِس خواب کی تعبیر صرف وحشی قومون پر صادق آسکتی ہے، ترقی یافتہ قومون کے افراد مین صرف اُس وقت مساوات پیدا ہوسکتی ہے، جب طبقۂ اعلیٰ کو گراکر پست درجہ کے طبقون کے برابر کردیا جائے،

لیکن عظماء رجال کی قدر و منزلت صرف تمدنی ترقی تک محدود نہین ہے، بلکہ اِسکا انحصار تمام تر اس حقیقت مین ہے کہ وہ تمام قوم کی مجموعی کوششون کا مظہر ہین، ان محققین کی تحقیقات بہت سی گذشتہ تحقیقاتون کا نتیجہ ہے، اور وہ صرف اونھی پتھرون کو عمارت مین لگاتے ہین جنکا نقشہ ہمارے اسلاف نے مدتون مین طیار کیا تھا، لیکن تمام مورخین کا فطری مذاق شیاء کی تفصیل بیان کرنا ہے، اسلیئے وہ ہر ایجاد کو کسی نہ کسی نام کی طرف ضرور منسوب کردیتے ہین، حالانکہ تمام بڑی بڑی ایجادین جنھون نے کرۂ ارضی کی ہیئت کو بدل دیا، کسی خاص شخص کی طرف منسوب نہین کی جاسکتین، مطبع، بارود، اسٹیم، اور تار کے موجدون کا نام کسکو معلوم ہے؟ اِس بنا پر

جو شخص ان ایجادات کی تاریخ کا غور سے مطالعہ کریگا اوسکو معلوم ہوگا کہ وہ درحقیقت بہت سی گذشتہ دماغ پاشیون کا نتیجہ ہین، اور اخیر موجد اس عمارت کا صرف ایک بلند کنگرہ ہے،

چنانچہ سب سے پہلے گلیلو[1] نے یہ دریافت کیا تھا کہ "اگر ایک قندیل فضا مین معلق کی جائے تو اُسکے نور کا تموج مساوی حرکت کے ساتھ نمایان ہوگا"، کرنوتر نے اسی عنصر سے گھڑیونکی ایجاد کا خیال پیدا کیا، اور ملاحون نے "سطح آب پر راہ دکھانے کا آلہ" اسی سے ایجاد کیا، تو پونکی بارود یونانی آگ سے رفتہ رفتہ ایجاد ہوئی اور آلات بخاریہ کی اختراع متعدد تعب انگیز کوششون کا نتیجہ ہے دنیا مین دفعتہً کوئی چیز وجود مین آ ہی نہین سکتی، اگر ایک یونانی ارشمیدس[2] سے سو گنا زیادہ عقل رکھتا ہو تب بھی وہ دفعتہً ریلوے ٹرین نہین بنا سکتا، اور اگر وہ اُسکو طیار بھی کرلے تو اوسکو چلا نہین سکتا کیونکہ اوس کے جاری کرنے کے لیئے علم آلات سازی (میکانک) کے اسقدر ترقی کی ضرورت ہے، جو آج اوسکو دو ہزار برس کے بعد حاصل ہوئی ہے

عام خیال یہ ہے کہ بانیان سیاست کو زمانہ گذشتہ کے تاریخی سلسلہ سے کوئی تعلق نہین ہے لیکن درحقیقت وہ بھی موجدین اور مخترعین کی طرح دور ماضی کے ساتھ گہرا تعلق رکھتے ہین لیکن ہیگل[3]، کوسن، اور کارلائل جیسے انشاپردازون کی آنکھون کو ان مدبرین کے انقلاب انگیز کارنامون نے بالکل خیرہ کردیا، اسلیئے اونھون نے ان کو خدا بنادیا جو تنہا دنیا پر حکومت کرتا ہے اس مین شبہہ نہین کہ یہ لوگ قوم کی انقلابی حالت مین تغیر و تبدل پیدا کرنے کی پوری قدرت رکھتے ہین، لیکن صرف یہ قدرت اونکی زندگی کی تدریجی رفتار کو نہین بدل سکتی، یہان تک کہ کرامویل اور نپولین جیسے اولوالعزم لوگ بھی اس معرکہ سے عہدہ برا نہین ہوسکتے، بہت سے فاتح شہرونکو لوہے اور آگ سے منہدم کرسکتے ہین، آدمیون کو ہلاک کرسکتے ہین، ملکون کو برباد کرسکتے ہین، لیکن

---

[1] ہیئت جدیدہ کا بانی (۱۵۶۴ء تا ۱۶۴۲ء) باشندہ اٹلی، [2] اقلیدس ہندسہ کا موجد، [3] جرمنی کا مشہور فلسفی (۱۷۷۰ء تا ۱۸۳۱ء)

ہم کو اس قوت تخریب کے مغالطہ مین آکر اونکی اصلی حیثیت کے اندازہ کرنے مین غلطی نہین کرنی چاہیے
کیونکہ جب تک اونکی قوت ضرورت زمانہ کے قالب مین ڈھل نہ جائے اُنکا کوئی اثر قائم نہین
ہوسکتا، اس بنا پر انکی کامیابی کا حقیقی سبب اونکے وجود سے مدتون پیشتر موجود رہتا ہے، قیصر نے
روم مین اور روسو نے فرانس مین اسی طریقہ پر کامیابی حاصل کی اور اگر اونکے زمانے سے دو تین
صدی پیشتر اسی درجہ کے دو آدمی پیدا ہوتے تو ایک روم کی عظیم الشان جمہوریت کو کسی
استبداد پسند فرمانروا کے ارادہ کا تابع نہین کرسکتا، اور دوسرا فرانسیسی اتحاد کے قائم کرنے مین
کامیاب نہین ہوسکتا، اس لحاظ سے صرف مدبران سیاست ہی وہ لوگ ہین جو قوم کی قریب تر
آنے والی ضرورتون کو مشخص کرتے ہین اور اون واقعات کو عالم ظہور مین لاتے ہین جنکے اسباب
معدہ کو زمانہ پہلے سے مہیا کرچکا تھا اور قوم کو وہ راستہ دکھاتے ہین جس پر اوسکو چلنا چاہیے، یہ
ممکن ہے کہ تمام قوم کو وہ راستہ پہلے سے معلوم نہ ہو لیکن تقدیر نے قومی انقلاب کے جو اسباب
جمع کردیے ہین، وہ قوم کو جبراً اس شاہراہ پر ڈال ہی دیتے ہین، ان اسباب کی بنا پر درحقیقت
بانیان سیاست بھی موجدین اور مخترعین کی طرح قوم کی قدیم اور مسلسل کوششون کے نتائج کو
نمایان کرتے ہین،

لیکن ہم کو اکابران قوم کے مختلف طبقات کے موازنہ مین اس حد سے آگے نہین بڑھنا
چاہیے کیونکہ آیندہ زمانے مین اگرچہ تمدن پر موجدین و مخترعین کا عظیم الشان اثر پڑتا ہے لیکن عملاً
قوم کی سیاسی تاریخ پر انکا کوئی اثر نہین ہوتا، جسکی وجہ یہ ہے کہ ہل کے موجد سے لیکر تار کے موجد تک
بلکہ دنیا کے تمام مخترعین مین وہ اخلاقی اوصاف نہین پائے جاتے جنکی سطح پر کسی مذہب کی بنیاد
ڈالی جاتی ہے یا کوئی ملک فتح کیا جاتا ہے، غرض وہ قدرت کے اُن فیاضانہ عطیات سے بالکل محروم
ہوتے ہین، جنکے ذریعہ سے علانیہ دنیا کی تاریخ بدل دیجاتی ہے یہ لوگ ان اوصاف سے اسلیے

معرا ہوتے ہین، کہ اونکو جن ایجادات کے متعلق طویل غور و فکر کی ضرورت ہوتی ہے وہ اس قدر دقت طلب اور پیچیدہ ہوتی ہین کہ ان کا اثر اون کے علم و یقین کو ضعیف کر ڈالتا ہے، ایک وجہ یہ بھی ہے کہ غور و فکر کرنیوالون کو مادی فوائد کی بہت کم توقع ہوتی ہے، اس بناپر وہ اونکی بہت کم پروا کرتے ہین ان اسباب کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ موجدین و مخترعین صرف زمانہ کی روش کے مطابق تمدن مین انقلاب پیدا کر سکتے ہین، لیکن متعصب، محدود خیال، اور مضبوط کیرکٹر کے ستقلال قوم جدید مذاہب کو قائم کر سکتے ہین، سلطنتون کی بنیاد ڈال سکتے ہین اور نظام عالم کو الٹ پلٹ سکتے ہین، ایک پیٹرس راہب کی آواز نے یورپ کے ہزارون آدمیون کو مشرق کی طرف جھونک دیا، ایک محمد صلعم کی آواز نے دنیائے قدیم یعنی یونان اور روم کو تہ و بالا کر دیا، اور لوتھر جیسے گمنام راہب نے تمام یورپ کو اوٹھا کر آگ اور خون کے سمندر مین ڈالدیا، لیکن دنیا نے گلیلیو اور نیوٹن کی آواز کی طرف کان بھی نہین لگایا، غرض موجدین و مخترعین تمدن کی رفتار کو صرف تیز و سریع کر دیتے ہین لیکن پیشوایان مذہبی ایک مستقل تاریخی دور کو پیدا کرتے ہین،

تاریخ صرف اون واقعات کا مجموعہ ہے جن کے ذریعہ سے انسان نے ایک خیال قائم کیا، اوسکی پرستش کی، اور پھر اوسکو فنا کر دیا، اگرچہ علمی حیثیت سے ان خیالات کی وقعت اس سراب سے [illegible] نہین [illegible] کی حرکت ریگستان مین ایک زود فنا چمک پیدا کر دیتی ہے، لیکن جنلوگون نے اس سراب کو پیدا کیا ہے، انھون نے دنیا کی کایا پلٹ دی ہے، اور اب بھی اگرچہ وہ عدم آباد مین سکونت پذیر ہین، تاہم تمام دنیا کی گردنین انکے نفوذ و قوت کے سامنے جھک جاتی ہین، اور قومون کے نظام اخلاق کی تبدیلیون پر قیامت تک اونکا اثر پڑتا رہیگا، اسلیے ہمکو اونکی حیثیت سے اغماض نہین کرنا چاہیے اور اس واقعہ کو اچھی طرح یاد رکھنا چاہیے کہ اونھون نے یہ کارہائے نمایان صرف اس وجہ سے انجام دیے کہ وہ ہمہ تن اپنی قوم اور اپنے زمانے کے خیالات کا مرقع بنگئے، کوئی شخص اپنی قوم

مین اوس وقت تک حرکت نہین پیدا کرسکتا جب تک اسکے خیالات اس طرح متشکل نہ ہوجائین
جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہودیون کی اصلی ضرورت کو متشخص کیا تھا، اور انکو ہزارون
برس کی موروثی ظالمانہ غلامی سے نجات دلائی تھی، بدھ اور عیسیٰ نے بھی جب زمانے کی ظلم
آرائیان دیکھین تو انھون نے خدا کے لطف و محبت کو مذہبی صورت مین نمایان کیا اور درحقیقت
اس وقت لوگ اسی ابر کرم کے پیاسے تھے، محمد (صلعم) نے بھی ایک مذہبی اتحاد کے ذریعہ سے اُن
لوگون مین یگانگیت پیدا کی جو ایک دوسرے کے دشمن ہورہے تھے، نپولین کے زمانے مین ایک
قوم صرف جنگی غرور کے نشہ مین چور تھی، نپولین اونکے خیالات کا عملی پیکر بنگیا، اور اونکو لیکر پندرہ برس
تک یورپ کے گوشہ گوشہ مین صرف اُن مقاصد کی تکمیل کے لیئے دھاوے مارتا رہا جن کو ایک قسم کا
جنون کہا جاسکتا تھا،

حقیقت یہ ہی کہ انسانی اصول کا متشخص اور اون کی اشاعت صرف انھی رہنماؤن کا کام ہے
اس لحاظ سے یہ کہا جاسکتا ہی کہ نوع انسان کا اصل الاصول خود یہی رہنما ہین، ان اصول کو
صرف اوس وقت کامیابی حاصل ہوتی ہی جب بھولے بھالے مومنین مخلصین کی ایک جماعت انکی
حمایت پر آمادہ ہوجاتی ہی، اس حمایت پر ان اصول کے صداقت و بطلان کا کوئی اثر نہین پڑتا
بلکہ تاریخ سے ثابت ہوتا ہی کہ جو اصول جس قدر لغو و باطل ہوتا ہی اوسیقدر لوگون کو اپنا فریفتہ
بناتا ہی، یہان تک کہ آج تک دنیا مین جو انقلاب پیدا ہوے ہے جس تمدن نے انحطاط کی صورت
اختیار کی ہی، اور اسکی جگہ جس نئے تمدن نے لی ہے، وہ سب انھی غلط اصول کا نتیجہ تھے
جن کے تصور سے بھی عقل کو شرم آتی ہی، اس بنا پر ضعیف العقل لوگون کے لیئے صرف
آسمانی ہی بادشاہت کا دروازہ نہین کھلا ہوا ہے، جیساکہ انجیل نے باربار بشارت دی ہی،
بلکہ اگر یہ لوگ زلزلہ انگیز یقین رکھتے ہین تو دنیوی سلطنت کا تاج بھی اون کے سر پر نظر آسکتا ہے

ان مومنین کی جماعت نے جس عمارت کو صرف ایک دن مین تعمیر کر لیا ہے، فلاسفہ اونکی
بربادی مین عمرین بسر کر دیا کرتے ہین، لیکن بہتر ہوتا اگر وہ اون کے سامنے سر بسجود ہوجاتے
کیونکہ یہ لوگ قوائے مخفیہ کے اوس سلسلہ کی ایک کڑی ہین، جو دنیا کی پاسبانی کرتی ہے
اور یہی لوگ ہین جنہون نے تاریخ کے عظیم الشان واقعات کو پیدا کیا ہی،

یہ لوگ درحقیقت افسانون کے لیئے صرف اوہام وخیالات لیکر آئے۔ لیکن دنیا
انہی اوہام باطلہ کے سہارے پر زندہ رہی، اور آیندہ بھی وہی اوس کا سرمایۂ حیات
ہون گے، شاید یہ کہا جائے کہ ان خیالات کی کوئی حقیقت نہین ہے، بے شبہہ وہ ایک
خواب وخیال ہین لیکن با این ہمہ اونکا احترام کرنا چاہیئے، انہی کی برکت سے ہمارے
آبا واجداد چاشنی امید سے لذت آشنا ہوئے، اون کے پیچھے پیچھے متوالون کی طرح
پڑ لیئے اور ہم کو قدیم وحشت سے نجات دلائی اور موجودہ دور تک پہونچایا، اسی طرح
ان اوہام نے تمدن پر بھی بہت بڑا اثر کیا ہی، وہم ہی نے اہرام مصری کی بنیاد ڈالی،
اور پانچ ہزار برس تک مصر کے چہرے کو پتھر کی چٹانون کے اندر مخفی رکھا، وہم
ہی نے قرون وسطی مین اون تمام عظیم الشان گرجون کا سنگ بنیاد رکھا، اور ایک
قبر پر قبضہ (بیت المقدس) حاصل کرنے کے لیئے تمام یورپ کو مشرق کی طرف
جھونک دیا، وہم ہی نے اون مذاہب کو قائم کیا جنکی نصف دنیا پابند ہوگئی اور وہم
ہی نے بڑے بڑے ملک آباد کیئے اور بڑی بڑی سلطنتون کا قلع وقمع کر دیا، الغرض
دنیا نے جستجوئے حقیقت مین نہین بلکہ صرف توہمات کے پیچھے کوششین صرف کین
وہ اگرچہ ان اغراض وہمیہ کو حاصل نہ کر سکی تاہم اوس نے اس سفر مین ترقیون
کی تمام منزلین طے کر لین حالانکہ وہ اوسکا اصلی مقصد نہ تھین،

پانچوان باب

نظام اخلاق کا انحطاط اور قومونکا زوال

پہلی فصل

تمدن زوال پذیر ہو کر کیونکر فنا ہوجاتا ہی؟

انواع نفسیہ کا انحطاط، وہ موروثی قابلیت جو ایک طویل زمانے مین پیدا ہوئی تھی کیونکر چند دنون مین معدوم ہوجاتی ہی؛ معراج کمال تک پہنچنے مین ہر قوم کو ایک طویل زمانے کی ضرورت ہوتی ہی، لیکن انحطاط کے تحت الثریٰ تک پہونچنے کے لیئے ایک مختصر مدت کافی ہی، ہر قوم کے اسباب انحطاط مین سب سے زیادہ موثر سبب اوس کے نظام اخلاق کا انحطاط ہے، تمام قومون مین تمدن کے انحطاط کا صرف ایک ہی طریقہ ہی، اور وہ اب تک قائم ہے،

بعض لیٹن قومون مین انحطاط کی کھلی ہوئی علامتین، خودغرضی کی نشوونما، ہمت اور ارادہ کا ضعف، اخلاق وآداب کا انحطاط، نوجوانان جدید، کسی زمانے مین اشتراکیت (سوشیالزم) کا اثر بہت بڑھ جائیگا، اشتراکیت کے خطرات اور اوسکی قوت، اشتراکیت تمدن کو خالص وحشیانہ انقلاب کی طرف لے جاتی ہی، وہ قومین جنمین اشتراکیت کی حمایت ہوسکتی ہی،

انواع مادیہ کی طرح، انواع نفسیہ بھی ہمیشہ زندہ نہین رہتین، کیونکہ جن اسباب نے اونکو پیدا کیا ہی، وہ خود ہمیشہ قائم نہین رہتے، اسلیے جب اِن حالات مین تغیر واقع ہوتا ہے، تو مزاج عقلی کے وہ عناصر بھی رفتہ رفتہ فنا ہوجاتے ہین جو اِن اسباب سے وابستہ و مربوط

تھے، اب اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ نظام کائنات کا ایک عام قانون ہے جو جسم کی حرکت
عقل کو بھی محیط ہے، اس قانون کا اقتضا یہ ہے کہ ایک جسم کے پیدا کرنے کے لیے جس قدر زمانہ
درکار ہے، اوس کے فنا ہونے کے لیے اوس سے بہت کم زمانے کی ضرورت ہوتی ہے، کیونکہ
جو عضو اپنے عمل کو چھوڑ دیتا ہے، اوس کی عملی قابلیت اسیوقت معدوم ہوجاتی ہے، جو مچھلیان سطح
آب کے نیچے، پتھر کی چٹانون مین رہتی ہین، اونکی بصارت روز بروز ضعیف ہوتی جاتی ہے
یہان تک کہ ایک مدت کے بعد یہ ضعف موروثی ہوجاتا ہے، اگر ہم انسان کی محدود زندگی
پر بھی نظر ڈالین تو ہمکو معلوم ہوگا کہ جو عضو متعدد دوراثتون کے اثر سے کئی پشت مین پیدا
ہوا ہے، اگر اوس سے کام نہ لیا جائے تو وہ فوراً بیکار ہوجاتا ہے،

مزاج عقلی بھی اس قدرتی قانون کے دائرہ سے باہر نہین، اسلئے دماغ کے
جو اجزا اپنا عمل نہین کرتے اونکی مخصوص قوت فاعلی بیکار ہوجاتی ہے، اس سے ثابت
ہوتا ہے، کہ دماغ کی بعض قابلیتین جو ایک طویل زمانے مین پیدا ہوئی ہین ایک محدود
مدت مین زوال پذیر ہوسکتی ہین، شجاعت، جرأت، عزم وارادہ، قوت استنباط، اور اس قسم کے
دوسرے اخلاقی محاسن بہت دنون مین پیدا ہوتے ہین، اور جب اپنا محل استعمال نہین
پاتے تو نہایت سرعت کے ساتھ فنا ہوجاتے ہین، یہی وجہ ہے کہ ہر قوم کی ترقی کے لئے ایک
طویل مدت کی ضرورت ہوتی ہے، لیکن اوسکا تنزل نہایت سرعت کے ساتھ ہوتا ہے،

اگر ہم تاریخی حیثیت سے تمام قومون کے تنزل پر نگاہ ڈالین تو بلا استثنا ہر قوم کے
انحطاط کا اصلی سبب مزاج عقلی کا وہ تغیر ہوگا جسکی بدولت نظام اخلاق کی ابتری نے پیدا کیا ہے مجھکو
جہان تک معلوم ہے، قوم مین ذہانت اور طباعی کی کمی کسی سلطنت کے زوال کا سبب نہین ہوئی
اس بنا پر تمدن کے زوال کا سبب صرف ایک ہی ہے اور اوس کے پیش نظر رکھنے کے بعد ایک

شخص بعض شعراء کی طرح یہ سوال کرسکتا ہی کہ تاریخ جس نے بہت سے مجلدات کو بھر دیا ہی، وہ بہت سے صفحات کے مجموعے کا نام ہی، یا حقیقت مین یہ صفحے مکرر ہین؟

جب کوئی قوم تہذیب و تمدن کے زیور، اور نفوذ و قوت کے ہتھیار سے مسلح ہوجاتی ہی، اور اوس کو اپنی ہمسایہ قوم کے حملے کا خطرہ نہین رہتا تو وہ نہایت عیش و طرب کے ساتھ جو دولت کا لازمی نتیجہ ہی، زندگی بسر کرنے لگتی ہی، اسلئے اوس کے تمام فوجی محاسن برباد ہوجاتے ہین، تمدنی ترقی کے ساتھ ساتھ اوس کی ضرورتون مین اضافہ ہوتا جاتا ہی، ہر شخص کے دل مین خود غرضی اپنا قدم جمالیتی ہی، اور اوس کا مطمح نظر صرف یہ ہوتا ہی کہ جو مال و دولت اوس کے ہاتھ آئے، اوس سے نہایت سرعت کے ساتھ ذاتی فائدہ اوٹھائے، اِس بنا پر تمام قوم عام مصالح سے اعراض کرنے لگتی ہے اور قوم کے وہ تمام اخلاقی محاسن فنا ہوجاتے ہین جو اوسکی عظمت کا حقیقی سبب تھے، اب اوس پر قرب وجوار کی وحشی یا نیم وحشی قومون کا حملہ شروع ہوجاتا ہی، کیونکہ تمدنی حیثیت سے اگرچہ وہ اوس کی ہمسری نہین کرسکتین، لیکن اونکا اعتقاد اوس سے بہت زیادہ قوی ہوتا ہی، حملہ کرنے کے بعد وہ اوسکے تمدن کی بنیاد کو ڈھادیتی ہین، اور اوس کے کھنڈر پر دوسرے تمدن کی عمارت قائم کرتی ہین، روم و ایران کی سلطنتون کا یہی حشر ہوا، اونکا نظام حکومت اگرچہ نہایت مستحکم تھا تاہم بر ابرہ نے روم کا خاتمہ کردیا، اور عربون نے ایران کے پرخچے اوڑا دئیے، یہ بالکل یقینی ہی کہ اِن مغلوب سلطنتون مین عقل و ذہانت کی کمی نہ تھی، بلکہ ذہنی حیثیت سے فاتح کو مفتوح کے ساتھ کوئی مناسبت نہ تھی، کیونکہ سب سے زیادہ ترقی یافتہ عقل اور سب سے بڑی ذہانت کا ظہور روم ہی مین ہوا، اور شاہزادہ اول کے زمانے مین وہی روم کے زوال کا سبب بنگئی، اسی زمانے مین بڑے بڑے انشا پرداز اور بڑے بڑے علماء پیدا ہوئے، اور اِس شاندار قوم کے تمام کارنامہاے زرین

[illegible]

اور ذہانت کتنی ہی ترقی کرجائے، لیکن اخلاق کی قائم مقام نہین ہوسکتی،

قدیم روسن لوگون کی ضروریات زندگی بالکل محدود تھین، اور اونکا اعتقاد نہایت قوی تھا، یہ اعتقاد تمام قوم کے رگ وپے مین سرایت کرگیا تھا، اور ہر شخص اوسپر جان ومال بلکہ اپنے اہل وعیال تک کو قربان کردیتا تھا، یہی دونون چیزین روم کی عظمت کا حقیقی سبب تھین، لیکن جب وہ مادی حیثیت سے تمام دنیا کا مرکز بنگیا، تو اوس مین ہرطرف سے اجنبی قومین آباد ہونے لگین، جن کو اخیر مین "ملکی باشندون" کا خطاب دیدیا گیا، حالانکہ اون کا مقصد صرف ملک کی شادابی سے فائدہ اوٹھانا تھا، خود ملک کی عزت واقتدار کی طرف اونکی توجہ نہ تھی، اب یہ عظیم الشان شہر اگرچہ تمام قومون کا دنگل بنگیا، لیکن روم روم نہین رہا، اوس کے چہرے پر اگرچہ زندگی کی ظاہری علامتین نظر آتی تھین، لیکن درحقیقت اوس نے مدتون پہلے اپنی حقیقی روح کو نکال کر پھینکدیا تھا،

بالکل اسی قسم کے متعدد اسباب ہمارے ترقی یافتہ تمدن کو بھی دہمکی دے رہے ہین، اور جدید علمی تحقیقات نے خیالات مین جو تغیر پیدا کردیا ہی اور اس نے جو جدید اسباب پیدا کردیئے ہین وہ ان پر مستزاد ہین، علم نے ہمارے قدیم خیالات کو دوسرے قالب مین بدل دیا ہے اور تمدنی اور مذہبی اصول کے اثر کو صفحۂ دل سے بالکل مٹادیا ہی، انسان کی آنکھون کے سامنے جو پردے پڑے ہوئے تھے، وہ اوٹھگئے ہین، اور اوس کو معلوم ہوگیا ہی کہ عالم وجود مین اوس کا کیا درجہ ہی؟ وہ اس سے بھی واقف ہوگیا ہی کہ خود فطرت کو اس درجہ کا احساس نہین ہی، وہ یہ بھی جان گیا ہی کہ وہ جس چیز کو "آزادی" کے نام سے پکارتا تھا، وہ غلامی کے اسباب کی ناواقفیت کا نتیجہ تھی، ورنہ دنیا مین وہ ایک غلام ہے جو پنجۂ تقدیر مین گرفتار ہی، اوسکو

یہ بھی یقین ہے کہ فطرت کی آغوش لطف و محبت کے جذبات سے بالکل خالی ہی، اور انسان ترقی کے جن مدارج پر پہونچ گیا ہی، اون کو فطرت نے عناصر کے امتزاج و ترکیب سے پیدا کیا ہی، اور اس عمل ترکیبی مین قوی عنصر نے ضعیف کی گردن توڑ دی ہی، یہ خیالات اس قدر موثر ہین کہ اونکے اظہار سے لوگون مین خون کا سیلان منجمد ہو جاتا ہی، اور جن عقائد کی بنا پر ہمارے آبا و اجداد پر لطف زندگی بسر کرتے تھے، وہ اونکے یکسر مخالف ہین، ان خیالات نے دلون مین اضطراب انگیز شکوک پیدا کر دیئے ہین، اور ضعیف العقل لوگون کو انارکزم کی مصیبت مین مبتلا کر دیا ہی، جو اس زمانے کی سب سے بڑی امتیازی خصوصیت ہی، ان شکوک نے تعلیم یافتہ نوجوانون کے نظام اخلاق مین عظیم الشان انقلاب پیدا کر دیا ہی، اور اون کے دلون مین یاس و حرمان کی تخم پاشی کی ہی، اس بنا پر اونکی قوت ارادی بالکل مفقود ہو گئی ہی، اور وہ وقتی اور ذاتی فوائد کے غلام بنگئے ہین،

موجودہ دور کے ایک انشا پرداز کا یہ فقرہ کس قدر واقعیت پر مبنی ہی، کہ " اس زمانے کی قوت ادراک پر اضافی خوبیون نے تسلط کر لیا ہی، صیغہ تعلیم کے ایک وزیر نے اپنی ایک تازہ ترین تقریر مین اسکی شرح ان الفاظ مین کی ہی " اس زمانے کی علمی فتوحات مین سب سے بڑی فتح یہ ہی کہ کلی اصول کی جگہ اضافی اصول نے چھین لی ہی " لیکن درحقیقت اس فتح کا پتہ قدیم زمانے مین بھی چلتا ہی، چنانچہ آج سے دس صدی پیشتر فلاسفہ ہند کا بھی یہی خیال تھا، آج یہ خیال دوبارہ زندہ ہو گیا ہی، لیکن یہ ہمارے لیئے کوئی خوشی کی بات نہین کیونکہ اصلی خطرہ اون عقائد کے عدم اذعان سے پیدا ہوتا ہی، جو قومی زندگی کے اصلی ستون تھے اور مجھے جہان تک معلوم ہی، ابتدائے تاریخ سے آج تک کوئی تمدن، کوئی نظام، کوئی عقیدہ اضافی اصول کی بنیاد پر قائم نہین ہوا، شاید یہ کہا جائے کہ بظاہر مستقبل سو شیلسٹ

گروہ ۔۔ کے ہاتھ میں نظر آتی ہے [illegible] ہیں [illegible] نصرت [illegible] ہے [illegible]
مذہب کی منادی کرتے ہین اونکا دعوی ہی کہ یہ مذہب حقائق کلیہ پر مشتمل ہے، اور جماعت
صرف ان ہی لوگون کے حلقۂ اثر مین آتی ہی جو حقائق کلیہ کی دعوت دیتے ہین، اون کے سوا
اور لوگون کی طرف رُخ نہین کرتی، اگر کوئی شخص پالیٹیشن بننا چاہتا ہے تو اوس کو سب سے
پہلے جماعت کی روح کا سراغ لگانا چاہیئے، اوس کے اخلاق کی حقیقت سے واقف ہونا
چاہیئے، اور فلسفیانہ موشگافیون کو پس پشت ڈالدینا چاہیئے، کیونکہ اشیار کی حقیقت مین
بہت کم تغیر ہوتا ہے، صرف اون کی صورتین بدلتی ہین، اور ہوشیار صرف وہ شخص ہے جو ان
ظاہری صورتون سے کام لیتا ہے،

یہ سچ ہی کہ ہم کو صرف عالم کون کی ظاہری حقیقت کا علم ہوسکتا ہے، یعنی صرف وہ
نفسی حالات معلوم ہوسکتے ہین جن کی قدر و قیمت بالکل اضافی ہی، لیکن باینہمہ اجتماعی حالات کے
لحاظ سے یہ کہا جاسکتا ہی، کہ ہر زمانہ، اور ہر قوم کے حالات، رسوم، اور نظام، کلی حیثیت رکھتے
ہین، اور کوئی قوم اون کے بغیر زندہ نہین رہ سکتی، اگر ان کلیات مین شکوک پیدا ہوجائین
تو یقین کرلینا چاہیئے کہ اِس قوم کے آخری دن آگئے،

ان حقائق کے اظہار مین کوئی مضائقہ نہین کیونکہ کوئی علم ان سے انکار نہین کرتا،
البتہ اونکے مخالف مذاہب کا اثبات سخت خطرناک ہی، بالخصوص وہ سلبی فلسفہ، جس کی نسبت
بعض اہل لرائے کا خیال ہی کہ وہ دیرپا زندگی حاصل کریگا لوگون کے دل مین یہ عقیدہ قائم کررہا ہی
کہ موجودہ نظام بالکل ظالمانہ ہی اس مین کہین رحم کی جھلک نظر نہین آتی اور انسانون کے مختلف
فطرتی طبقے ایک مضحکہ خیز ظرافت ہین اِس بنا پر وہ لوگون کو ہر چیز کا دشمن بنا دیتا ہی اور اونکو انتشار کیطرف [illegible]

سلہ انارکزم،

کی طرف مائل کرتا ہے، اس زمانے کے سیاست دان اگرچہ نظام حکومت کے اثر کا دل سے
اعتراف کرتے ہین، لیکن اصول کے متعلق اونکا اعتقاد بھی نہایت ضعیف ہے، حالانکہ علمی تحقیقات
سے ثابت ہو گیا ہے کہ ہر نظام اصول ہی سے متفرع ہوتا ہے، اور جب تک مقدمات کا وجود
نہ ہو نتیجہ کا وجود نہین ہو سکتا، اصول درحقیقت کائنات کے اندرونی اثرات کا نتیجہ ہوتے ہین
اسلیے اگر وہ فنا ہو جائین، تو تمدن اور نظام حکومت کی تمام مخفی بنیادین متزلزل ہو جائین،
اس لحاظ سے قومون کے ابتلا و امتحان کا سخت ترین زمانہ وہ ہوتا ہے جب اصول اور عقائد
ساتھ ساتھ ایک ہی قبر مین دفن کر دیئے جاتے ہین،

اگر ہم مقدمات سے نتائج کا استنباط کرین تو ہم کو تسلیم کرنا پڑیگا کہ یورپ کی تمام بڑی بڑی
قومون مین انحطاط کی علامتین علانیہ ظاہر ہو رہی ہین، بالخصوص لیٹن قومون مین انحطاط شدت
کے ساتھ ظہور پذیر ہو رہا ہے، یقین کے ساتھ یہ نہین کہا جا سکتا کہ یہ انحطاط اوسکی موروثی اور قومی
خصوصیات کا نتیجہ ہے، یا اوس کو تعلیم و تربیت، اور تقلید نے پیدا کیا ہے، تاہم یہ بدیہی ہے کہ وہ روز
بروز ہمت، ارادہ، علمی قابلیت، اور قوت استنباط کو کھوتی جاتی ہے اور عنقریب وہ صرف مادی
ضروریات پر قانع ہو کر بیٹھ رہیگی، حالانکہ اونمین روز بروز اضافہ ہوتا جاتا ہے، اور نسل کی ترقی مین
کمی ہوتی جاتی ہے، اجتماعی قوت پراگندہ ہو رہی ہے، فقرا سے لیکر بڑے بڑے امرا تک غصہ
اور تنگدلی کی عام مصیبت مین مبتلا ہو رہے ہین، اور اس زمانے مین انسان بالکل اوس
جہاز کے مشابہ ہو گیا ہے جس کا کپتان ڈوب گیا ہے، اور وہ تن بہ تقدیر ہوا کے ساتھ ساتھ
ٹھوکر لگا رہا ہے، جدید علوم و فنون نے اوس گوشۂ فراغت کو جس مین معبودون کی بھرمار رہتی تھی
بالکل چٹیل میدان بنا دیا ہے، اس لیے انسان نے خدا کو چھوڑ کر اپنے سررشتۂ امید کو بھی
ہاتھ سے چھوڑ دیا ہے، جماعت مین انفعالی قوت بڑھ گئی ہے، اور وہ ہر چیز سے شدت کے

ساتھ شائع ہو اور اسمین نہایت سرعت کے ساتھ تغیر پذیر ہوتی ہو، اور ایسی کوئی تعمیری ہستی نہین ہو
جو اوس کی بیراہ روی کو روک سکے، اسلیئے وہ سیلاب کی طرح فوضویت کے جنون سے، استبداد
کی ذلت کی طرف متصل حرکت کر رہی ہی، صرف یہ کچھ کہہ دینا، اوس کو برانگیختہ کر دیتا ہے
وہ ہر روز ایک نیا خدا بناتی ہی، صبح کو اوس کے آگے سجدہ کرتی ہی، اور شام کو اوسکو فنا
کر دیتی ہی، عام خیال ہے کہ وہ یہ جدوجہد آزادی کے لیئے کر رہی ہی، لیکن درحقیقت
وہ آزادی کا خاتمہ کرنا چاہتی ہے، اور حکومت سے درخواست کر رہی ہی کہ اوس کے گلے مین
طوق و زنجیر ڈالدے، وہ اپنی حقیر جماعت، اور فلسفیانہ حیثیت سے نہایت استبداد پسند
حامیون کی اندہا دھند اطاعت کرتی ہی، جو لوگ اوسکی رہنمائی کا دعویٰ کرتے ہین، وہ درحقیقت
اوس کے پیچھے پیچھے چل رہے ہین وہ اون لوگون مین جو دماغی اضطراب کی بنا پر ہر روز
نئے نئے لیڈرون کی اطاعت کرتے ہین، اور اوس روح استقلال مین جو ہر لیڈر کی
ذلیل اطاعت سے انکار کرتی ہی، تفریق و امتیاز نہین کرتے حکومت کسی قسم کی ہو لیکن درحقیقت
وہ ہر گروہ کا قبلۂ مقصود ہے، اور تمام لوگ اوس سے ایک نئی بندش کی درخواست
کرتے ہین، اور اوس سے ایسی اعانت کے خواستگار ہوتے ہین، جو انسان کی
گردن پر نہایت وزنی بوجھ لاد دیتی ہے، یعنی لوگ چاہتے ہین کہ قوم کے تمام چھوٹے
بڑے کام نظام حکومت کے سخت اور استبدادانہ سلسلے مین جکڑ دیئے جائین، اور ہمارے
نوجوان روز بروز ان کامون سے اعراض کرتے جاتے ہین، جن مین قوت استنباط
ذاتی جدوجہد، عقل، ہمت، اور ارادہ کی ضرورت ہوتی ہے، وہ چھوٹی سے
چھوٹی ذمہ داری سے گھبراتے ہین اور ذلیل سرکاری ملازمتون کی جائے پناہ
مین چھپنا چاہتے ہین، تاجرون کو نوآبادیون کے قائم کرنے کا طریقہ معلوم نہین ہے

اسلیئے نوآبادیون مین صرف ملازمت پیشہ لوگ رہتے ہین[1]، لیکن ان مین اور عام
جماعت مین کوئی فرق نہین ہے جس طرح جماعت نے اپنی ہمت اور قوت عمل کو حملہ آورانہ جوش
اور غیظ و غضب سے بدلدیا ہی، اسیطرح ان لوگون نے بھی اپنی اخلاقی اوصاف کو شخصی جھگڑون کی صورت مین
نمایان کیا ہی، طلبا رنج ان محاسن کی جگہ ایک ایسے احساس نے لی ہی جسکا دامن عجز و درماندگی کے آنسوؤن سے
تر رہتا ہی، اور اوسکے مرقع مین حقائق اشیار کی صورتین گڈمڈ ہوگئی ہین جسکا نتیجہ یہ ہی کہ وہ نہایت دھیمی آواز سے
اپنی بدبختی کا رونا رو رہے ہین، ہر انتہائی خودغرضی کا دور دورہ ہی، اور جس قوم کا یہ حال ہی اوسکے افراد کا
مقصد خودغرضی کے سوا اور کیا ہوسکتا ہی؟ یہی وہ موقع ہی جب انسانی ضمیر سر ڈالدیتا ہی، اخلاق
قدیمہ مین انحطاط کے بعد تدریجی زوال آجاتا ہی، آدمی مین اپنے اوپر حکومت کرنے کی قابلیت باقی
نہین رہتی، اسلیئے وہ اپنے جذبات کو روک نہین سکتا، اور یہ ظاہر ہے کہ جو شخص اپنے اوپر حکومت

---

[1] اس موقع پر موسیو ... ممبر صیغہ نوآبادیات کی اوس اسپیچ کا ایک ٹکڑا درج کردینا مناسب ہوگا جو اونھون نے پارلیمنٹ مین ۷ نومبر ۱۸۹۸ء مین دی تھی اس تقریر مین اونھون نے کہا کہ "کوچین چین کی کل آبادی ۲۰۰۰۰۰۰ ہے جن مین ۱۶۰۰ فرنچ ہین، ان مین ۱۲۰۰ سرکاری ملازم ہین، یہ ملک ایک مجلس کے زیر حکومت ہی جس کے ممبرون کا انتخاب خود یہی ملازمت پیشہ لوگ کرتے ہین اور پارلیمنٹ مین اوسکا ایک قائم مقام رہتا ہی، پھر کیا یہ توقع کی جاسکتی ہی کہ ان ممالک مین انارکزم کی اشاعت نہ ہوگی؟ (مختلف مقامات سے ہنسی اور شور) کیا آپ لوگون کو اس طریقہ انتظام کا نتیجہ معلوم نہین ہی؟ اسکا نتیجہ یہ ہی کہ بجٹ کی [illegible] ملین کی میزان مین سے [illegible] ملین صرف وظائف نکل جاتے ہین، مینے ۱۸۹۸ء مین ملازمون کو کم کرنا چاہا تھا، اسلیئے بجٹ مین ۲۵۵۰۰۰۰ فرنک کی کمی کردی تھی، اکتوبر مین یہ کارروائی عمل مین آئی اور سوء اتفاق سے دسمبر مین وہ وزارت ٹوٹ گئی جسکا مین ممبر تھا، اسکا یہ نتیجہ ہوا کہ مینے جن لوگون کو ملازمت سے علیحدہ کردیا تھا وہ مارچ مین اپنی اپنی جگہ پر پھر واپس آگئے،

[2] بعض مخصوص فرقون کیلئے اخلاقی تنزل اور بھی زیادہ خطرناک ہی، مثلاً بنکون کے ٹرسٹی جو زمانہ قدیم مین نہایت متدین ہوتے تھے اس زمانے مین انکا اخلاقی انحطاط اپنے انتہائی درجہ کو پہونچ گیا ہی، سرکاری رپورٹ سے ثابت ہوتا ہی کہ (بقیہ حاشیہ صفحہ آیندہ پر)

نہین کرسکتا، اوس پر کوئی دوسرا حکومت کرے گا،

اس حالت کا بدلنا سخت مشکل کام ہے کیونکہ سب سے پہلے ہمین اوس افسوسناک لیٹین طریقہ تربیت کو بدلنا پڑیگا جو ہمکو قوت استنباط اور ہمت (اگر ہم مین وراثتہ یہ جوہر موجود ہین) معرّا کرکے ہمارے ملکہ استقلال عقلی کو بالکل فنا کردیتا ہے، کیونکہ تعلیم یافتہ نوجوانون کا سب سے بڑا مقصد یہ ہوتا ہے کہ امتحانات مین گوی سبقت لیجائین، اور یہ ایک ایسا بدترین مقصد ہے جس مین صرف قوت حافظہ سے کام لینا پڑتا ہے، اور اس کا یہ نتیجہ ہے کہ تمام قومی کامون کو صرف وہ لوگ انجام

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) [illegible]

زیادہ نہ تھی، مین نے ایک سرکاری اخبار مین جو ۱۳ جنوری ۱۸۹۸ء کو شایع ہوا تھا وزیر عدالت کی ایک یادداشت پڑھی تھی جو اونھون نے پریسیڈنٹ کی خدمت مین بھیجی تھی، اس مین وہ فرماتے ہین ۱۸۹۲ء سے ان مصائب مین اور اضافہ ہوگیا ہے جنھون نے قوم کو پریشان کر رکھا ہے، یہان تک کہ ایک مہاجن کو ۱۸۹۳ء مین نیابت کو ڈسٹون کی طرف خاص طور پر توجہ دلانا پڑی، کیونکہ اوسوقت جو مصیبتین نازل ہورہی تھین اونھون نے ایک ایسی خوفناک صورت اختیار کرلی تھی جو پہلے کبھی نظر نہین آئی تھی، کیونکہ اس قسم کے افسوسناک واقعات مین اضافہ ہوتا جاتا تھا ۱۸۹۶ء مین ان واقعات کی تعداد صرف ۱۸۹۳ء مین ۱۴۱ ہوگئی ۱۸۹۵ء مین ۴۵ تک پہونچ گئی اور ۱۸۹۶ء مین اسکی تعداد ۱۰۱ ہوگئی، ان ڈسٹون نے ۱۸۹۰ء اور ۱۸۹۶ء کے درمیان مین جسقدر خیانتین کین اونکی تعداد ۱۲۶ ملین تھی ۱۸۹۶ء مین ۱۰۳ ڈسٹون کو اونکے عہدے سے علیحدہ کردیا گیا یا اون کو استعفا دینے پر مجبور کیا گیا اور اگر ہم ان واقعات کے ساتھ عظیم الشان لیٹون یعنی بنکون کی تحریکات کی ناکامیابی کا اضافہ کرین تو ہمکو اقرار کرنا پڑیگا کہ سوشیالسٹ گروہ اگر حکام کی اخلاقی حالت کا شاکی ہے تو اوسکو معذور رکھنا چاہئیے، سب سے زیادہ بدقسمتی یہ ہے کہ اخلاقی تنزل تمام لیٹن قومون مین عام طور پر پایا جاتا ہے، اٹلی کے سرکاری بنک کے شرمناک واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اعلیٰ عہدہ داران حکومت بے تحاشا روپیہ کی چوری کرتے تھے، پرتگال کے افلاس، اسپین کی نازک مالی حالت، اور امریکہ کی لیٹن جمہوریت کے تنزل سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ قوم کے بعض گروہون مین لاعلاج مرض پھیل گیا ہے اور یہ حالت اوسکے تنزل کا پیش خیمہ ہے،

دیتے ہین، جن مین تقلید کے سوا اور کوئی قابلیت نہین ہوتی یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ اون کامون کو بہت کم ہاتھ لگاتے ہین جن مین ذاتی ہمت اور بیباکانہ جرأت کی ضرورت ہوتی ہی، ایک بار گیزو نے انگریزی مدارس کا معائنہ کیا تو اوس سے بعض پروفیسرون نے کہا

"مین طلبا کی روح کے اندر لوہا پگھلا کے ڈالنا چاہتا ہون"

کیا لیٹن قومون مین بھی ایسے پروفیسر، اور ایسا نظام تعلیم موجود ہے، جو ایسا اعلی خیال پیدا کر سکتا ہی؟ شاید نظام فوجی اسکی مثال پیش کر سکے گا، بہرحال ہمارے یہان صرف یہی طریقہ اسکا ذریعہ ہی، اس بنا پر تنزل پذیر قومون کے ابھارنے کیلئے لازمی شرط یہ ہے کہ اون مین فوجی نظام کو عام طور پر وسعت دیجائے، اونکو سنگدل بنایا جائے اور اونکو ہمیشہ چکنا چور کر دینے والی لڑائیون کی دھمکی دیجائے،

لیٹن قومین اون آزاد قوانین کے زیر سایہ نہایت سخت زندگی بسر کر رہی ہین، جو استبداد اور فوضویت دونون سے الگ ہین، یہ دشواریان صرف اسلئے پیدا ہوئی ہین کہ قوم کا نظام اخلاق پست ہوگیا ہی، قوم کے افراد مین ضبط نفس کی قوت نہین ہے، لوگ فوائد عامہ سے منحرف ہو کر خود غرضی کی طرف مائل ہوگئے ہین، اگر قومی جماعت ان قوانین کو پسند نہین کرتی تو غور کرنے سے اسکی وجہ آسانی سے سمجھ مین آسکتی ہی، کیونکہ ہر جماعت بالطبع شاہانہ حکومت چاہتی ہی، تاکہ اوسکو فاتحانہ مساوات حاصل ہوجائے وہ آزادی کی خواستگار نہین ہوتی جو فاتحانہ اختیارات ہی کو سلب کر دیتی ہی، البتہ یہ عقدہ مشکل سے حل ہوسکتا ہی کہ خود روشن ضمیر طبقہ اس آزاد نظام حکومت سے کیون نفرت کرتا ہی، شاید ہمکو یہ نفرت اپنے آبا و اجداد کی وراثت مین ملی ہی حالانکہ ہر قسم کی مہارت، بالخصوص عقلی ترقی کی بلند پروازی کے لئے اس نظام حکومت سے زیادہ صاف کوئی فضا نہین مل سکتی، یہان تک کہ جو لوگ مساوات کے

خواستگار رہین اون نکے نزدیک اس نظام حکومت کا سب سے بڑا عیب یہی ہی، کہ وہ ان فرقون کے پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہی، جو عظیم الشان عقلی طاقت کے بل پر امتیاز عام حاصل کر لیتے ہین، لیکن شاہانہ[1] نظام حکومت کسی قسم کا ہو وہ عقل اور اخلاق دونون کو برباد کر دیتا ہی، اوسمین صرف یہ خوبی ہو کہ وہ تمام لوگون کو ذلت اور دناءت مین یکسان طور پر شریک کر لیتا ہے، اور اسلیئے وہ تنزل پذیر قومون کے لیئے نہایت موزون ہی، اور اسلیئے وہ جب موقع پاتی ہین، اوسکی طرف رخ کرتی ہین، اور لیڈرون کی زرق برق پوشاک اونکو اسی غار مین جھونک دیتی ہی جب قوم اس درجۂ انحطاط کو پہونچ جاتی ہی تو اوسکے زوال کی تاریخ شروع ہو جاتی ہی،

تاریخی حیثیت سے شاہانہ حکومت کا زمانہ یا تو تمدن کے شباب کی حالت مین شروع ہوتا ہے یا اوسکی بنیاد تمدنی انحطاط کے دور مین پڑتی ہی، آج بھی خود مختارانہ طرز حکومت ایک دوسرے قالب مین جلوہ گر ہو رہی ہی، یعنی اوسکا ظہور اشتراکیت کی صورت مین ہو رہا ہی، اشتراکیت درحقیقت افراد کو فنا فی السلطنت کر دیتی ہی، بلکہ وہ شاہانہ طرز حکومت سے بھی زیادہ خطرناک ہی، کیونکہ ایک بڑے سے بڑا استبداد پسند بادشاہ بھی انجام کار سے ڈرتا ہی، لیکن جماعتی حکومت کو اس کا ذرہ برابر بھی خوف نہین ہوتا اس زمانہ مین اشتراکیت تمام خطرات سے زیادہ یورپین قومون کی ہستی کو دھمکی دے رہی ہے قوم پر دوسرے موثرات اثر کر چکے ہین اور اب وہ اونکے تنزل کا سامان کر رہی ہے اور بالآخر اسکے ذریعہ سے یورپین تہذیب کا خاتمہ ہوگا،

اوسکے خطرات، اور اوسکے اثرات کا اندازہ صرف اس سے ہو سکتا ہے، کہ لوگ اس شدت کے ساتھ اوسکی طرف مائل ہو رہے ہین، کہ خود اوس تعلیم کو چھوڑتے جاتے ہین جس نے اشتراکیت کو پیدا کیا ہی، جو لوگ زندگی کے مصائب مین مبتلا ہین، اور اس زمانہ کے تمدن نے

---

[1] یعنی شخصی نظام حکومت،

جو مالی مشکلات پیدا کردی ہین، اون سے واقف ہین، وہ اس مذہب جدید کو علانیہ قبول کر رہے ہین، ان لوگون کی تعداد اگرچہ اب بھی غیر محدود ہی، لیکن چند ہی دنونمین آسمانونکی وسیع فضا بھی اس سے بھر جائیگی، جو لوگ مصائب زندگی کو برداشت نہین کر سکتے، اونکو وہ جنت کی صورت مین نظر آئیگی، یعنی وہ جنت جو پہلے صرف مسجدوان اور گرجون کے جھروکون سے نظر آتی تھی، اس آنے والے مذہب کے شیدائی بڑھتے جاتے ہین، اور عنقریب اوسپر قربانیان چڑہائی جائینگی، اور اس حالت مین وہ ایک مذہبی عقیدہ ہوجائیگی جسکی آواز سے تمام قوم لرز اوٹھتی ہی،

یہ خیال کہ اشتراکیّت انسان کو غلامی کے پست ترین درجہ کی طرف لیجاتی ہی، اور ہمت و استقلال کو فنا کر ڈالتی ہی، ایک ایسا خیال ہی جس مین کسی قسم کے اختلاف کی گنجائش نہین ہی لیکن اس سے صرف علم النفس کے ماہر ہی واقف ہین، اور یہ جماعت کے دماغ مین بھی نہین آسکتا، کیونکہ وہ اس قسم کے دلائل کو تسلیم نہین کرتی اور اوسکو جن دلائل سے تسکین ہوسکتی ہی، اونکا اثبات عقلی طور پر نہین کیا جاسکتا،

اگرچہ اس سے بھی انکار نہین کیا جاسکتا کہ جو شخص ذرہ برابر بھی ذوق سلیم رکھتا ہی، وہ اِس مذہب کو قبول نہین کرسکتا، تاہم جو مذاہب ایک طویل زمانے تک ہم پر فرمانروائی کرتے رہے ہین وہ بھی ذوق سلیم کے لئے قابل انکار تھے، عقلاء کے گروہ نے اِن مذاہب کے قبول کرنے سے صرف اِس بنا پر انکار کیا کہ انسان مذہبی عقائد کو صرف غیر شاعرانہ طور پر قبول کرتا ہی، اور غیر شاعرانہ احساسات کے دائرہ عمل مین عقل کی رسائی نہین ہوتی،

اس بنا پر اشتراکیّت کے خطرات کتنے ہی عام ہوجائین لیکن یورپین قومون کو اُسکے سامنے سر بسجود ہونا ہی پڑیگا، اور اسپر اونکو موجودہ زمانہ کا مزاج عقلی مجبور کریگا، اور اس طور پر وہ انحطاط کے انتہائی درجہ تک پہونچ جائینگی، کیونکہ زمانہ تمدن کو تحت الثریٰ مین لے جارہا ہے، اور یہ بربادی کا خانہ

برائے مزار گری ہے اپنے راستہ صاف کر رہا ہے،

اگر روسی قوم کو جو نفسی حیثیت سے بہ نسبت یورپین قوموں کے ایشیائی قوموں سے زیادہ ملتا ہی مستثنیٰ کر لیا جائے، تو انگریزوں کے سوا کسی یورپین قوم مین وہ عزم وارادہ وہ مستحکم عقیدہ اور وہ استقلال نہین پایا جاتا جو اس جدید مذہب کے حملے سے اوسکو محفوظ رکھ سکے اس حالت تو جرمنی کے چہرے پر اگرچہ ترقی کے خط وخال نظر آ رہے ہین لیکن وہ سب سے پہلے اشتراکیت کا شکار ہوگی، کیونکہ اوسکے تمام اطراف مین سوشیالسٹون کو کامیابیان حاصل ہو رہی ہین یہ عظم ہر کہ جو اشتراکیت جرمنی کو تباہ کریگی عنقریب اوسکا ظہور ایک علمی لباس مین ہوگا اگرچہ لباس صرف اوس خیالی پلاؤ پکانے والی قوم کے لیے موزون ہو سکتا ہی جو نوع انسان ہو زندگی بسر نہین کر سکتی، لیکن اخیر مین جو عقلی نتیجہ پیدا ہوگا وہ گذشتہ نتائج سے زیادہ سخت اور قوی ہوگا، جرمنی تمام قومون سے زیادہ اشتراکیت کے قبول کرنے کی استعداد رکھتی ہی کیونکہ استقلال و استنباط نتائج کا ملکہ اوس سے رخصت ہو چکا ہی، اور اپنے اوپر حکومت کرنے کی عادت اس سے مفارقت کر چکی ہی[1]، روس مین آج سے چند دنون پہلے وہ اشتراکی نظام قائم تھا جو وحشی اور سادہ قومون مین عام طور پر رائج ہی، اور اشتراکیت کی مکمل صورت اسی نظام کے پردے مین جلوہ گر ہوتی ہے آج بھی اگرچہ وہ کلیتہً اس سے آزاد نہین ہی لیکن اب وہ اوس تنزل پذیر حالت کا تصور بھی

[1] جرمنی کے مشہور انشا پرداز بھی ہمارے اس خیال [illegible] کی تائید کرتے ہین [illegible] لکھتے ہین جبکہ انگریزی قوم خود اپنے اوپر حکومت کرنا چاہتی ہی ہماری قوم کی امتیازی خصوصیت تمامتر حکومت کے اعتماد پر زندہ رہنا ہی، ہم ایک ایسی قوم ہین جو مدت سے وصیتون پر زندگی بسر کر رہی ہی بسمارک کے مضبوط ہاتھ نے گذشتہ ۳۰ سال کے زمانے مین ہم سے ملکہ استنباط، اور عاقبت اندیشی کو چھین لیا ہی اور اوسکے عوض مین ہمارے لیے ایک ہی امن بنا دیا ہی، یہی وجہ ہی کہ ہم تمام چھوٹے بڑے معاملات مین حکومت کا دامن پکڑتے ہین، اور اوسپر ہر چیز کو چھوڑ دیتے ہین،

نہین کر سکتا، اسلیے اوسکا مستقبل تمام قومون سے مختلف ہوگا کیونکہ اقتصادی لڑائیون کے بعد اشتراکیت وحشی قومون کے لئے راستہ صاف کردیگی، اور وہ ٹوٹ ٹوٹ کر یورپین قومون پر گرینگی اور ان کے تمدن کو نگل جائینگی،

لیکن یہ زمانہ اب تک نہین آیا ہے، اور ابھی اونکے آنے مین کسی قدر دیر ہے،

اسکے علاوہ اشتراکیت مین جو ظالمانہ بے اعتدالی پائی جاتی ہے، وہ اوسکو قایم نہین رہنے دیگی اور اوسوقت لوگون کو تبیرا اور کالیجولا[1] کے زمانہ پر رحم آئیگا، ہمکو تعجب ہے کہ رومانیون نے کیونکر ان ظالمون کے مظالم برداشت کیئے، لیکن یہ تعجب اوس وقت زائل ہوجاتا ہے جب ہمکو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اون پر خانہ جنگیون کے متعدد دور گذر چکے تھے، اور جلاوطنی نے اون کو اسقدر مایوس کردیا تھا کہ اونکی اخلاقی طاقت سلب ہوچکی تھی، اسلئے اونھون نے انھی ظالمون کو اپنی نجات کا وسیلہ بنایا اور اونکے تمام مظالم برداشت کیئے، کیونکہ اون کو یہ معلوم ہی نہین تھا کہ وہ اپنی ذات کے سوا انکو کیا معاوضہ دیسکتے ہین؟ اور در حقیقت مٹ جانے کے بعد رومانیون کو اونکا بدل بھی نہ مل سکا بلکہ بربر کا سیلاب اونکو اور اونکے ساتھ اونکے تمدن کو بھی بہالے گیا، الغرض رومن سلطنت کا یہ افسوسناک انجام ہوا، اور اس زمانے مین بھی تاریخ کا یہ دور عود کرنے والا ہے،

---

[1] روم کا ایک نہایت ظالم اور شہوت پرست بادشاہ سنہ ۱۸۰ع تا سنہ ۱۹۲ع بالآخر رعایا نے تنگ آکر اوسکو قتل کرڈالا،

دوسری فصل

خلاصہ عامہ

ہم نے اس کتاب کے مقدمہ مین بتا دیا ہی، کہ قومون کی تمدنی تاریخ پر ہم نے جو کچھ لکھا ہے یہ کتاب اوسکا خلاصہ ہی، اس لحاظ سے اسکی ہر فصل کسی گذشتہ تصنیف کا ملخص ہی اور اس لیئے اس خلاصہ کا خلاصہ کرنا نہایت مشکل ہی، تاہم ناظرین کے تنگی وقت کے لحاظ سے ہم اس مشکل کام کو بھی اپنے سر لیتے ہین، اور اس کتاب کے اساسی فلسفیانہ اصول کو مختصر مقدمات کی صورت مین اون کے سامنے پیش کرتے ہین، چنانچہ اونکی تفصیل حسب ذیل ہی،

(۱) خواص جسمانی کی طرح، ہر قوم چند نفسی خواص بھی رکھتی ہی، اور یہ انواع نفسیہ انواع مادیہ کی طرح، پشتون اور مدتون کے بعد بدلتی ہین،

(۲) اِن نفسی موروثی خواص کے مقابل مین ہر قوم مین دوسرے خواص بھی پائے جاتے ہین، جو آب و ہوا، اور گرد و پیش کے حالات سے پیدا ہوتے ہین، اور ان مین ہمیشہ تجدد و تغیر ہوتا رہتا ہی، اسلیئے بظاہر یہ محسوس ہوتا ہی کہ قوم مین ایک عظیم الشان دائمی انقلاب ہو رہا ہی،

(۳) خواص نفسیہ کے مجموعہ سے ہر قوم مین ایک مزاج عقلی پیدا ہو جاتا ہے، جو اوسکے زندہ افراد اور گذشتہ اسلاف کا خلاصہ ہوتا ہے، لیکن قومون کی زندگی مین زندہ افراد کے بجائے نمایان حصہ مُردون کا ہوتا ہی، کیونکہ انہی مردہ روحون نے ان مین اخلاقی احساس پیدا کیا ہے اور اسکی رفتار ترقی کے اسباب فراہم کیئے ہین،

(۴) نوعی امتیازات کے ساتھ قومین دوسرے اوصاف کے لحاظ سے بھی باہم ممتاز ہوتی ہین،

اور اِن اوصاف اور نوعی امتیازات مین باہم تلازم ہوتا ہے لیکن اگر دو قومون سے متوسط طبقے کے افراد لیئے جائین، تو اِن مین یہ فرق کم اور اعلیٰ طبقہ کے افراد مین زیادہ نظر آئیگا، اور اس موازنہ سے ثابت ہوگا کہ متمدن اور غیر متمدن قومون مین صرف یہ فرق ہی، کہ متمدن قوم بہت سے روشن دماغ اور صاحب عقل افراد پر مشتمل ہوتی ہے، اور غیر متمدن قومون مین اِن افراد کا وجود نہین پایا جاتا،

(۵) غیر متمدن قومون کے افراد مین نہایت واضح طور پر مساوات پائی جاتی ہے، لیکن قوم جس قدر تمدنی حیثیت سے ترقی کرتی جاتی ہو اوسیقدر اوس مین باہم فرق و امتیاز پیدا ہوتا جاتا ہے، اسلیئے تمدن کا لازمی نتیجہ یہ ہو کہ وہ اقوام و افراد مین باہم امتیاز پیدا کر دیتا ہے، اس طرح وہ مساوات کے بجائے فرق مراتب قائم کرتا ہے،

(۶) قومی زندگی، اور تمدن کے تمام مظاہر قومی روح کا آئینہ ہوتے ہین، جو اگرچہ ایک نہایت مخفی شے کے عکس کو نمایان کرتا ہے، تاہم اوس کے وجود مین کسی قسم کا شبہہ نہین ہوسکتا اسلیئے خارجی واقعات، ایک مخفی قوت فاعلی کا پرتو ہوتے ہین،

(۷) قومی زندگی کی بنیاد صرف اتفاق وقت، خارجی حالات، اور نظام حکومت پر قائم نہین ہوتی، بلکہ ہر قوم کے نظام اخلاق پر ہوتی ہی،

(۸) چونکہ ہر قوم کے تمدنی عناصر اوسکے مزاج عقلی کی دلیل ہوتے ہین یعنی اون کے ذریعہ سے قوم کے احساس وشعور کی مخصوص کیفیت ظاہر ہوتی ہی، اسلیئے جب تک کسی دوسری قوم مین کوئی تغیر نہ پیدا ہو جائے، اِن عناصر کو اُس مین منتقل نہین کیا جاسکتا البتہ انکی سطحی اور ظاہری صورت کو منتقل کرسکتے ہین، لیکن وہ درحقیقت کوئی قابل اعتداد چیز نہین،

(۹) مزاج عقلی کے اختلاف کی بنا پر ہر قوم حقائق اشیاء کا تصور مختلف صورتون مین کرتی ہے

اسلیئے ہر قوم جس عقل اور عمل مین دوسرے سے مختلف ہوتی ہی، اور جب ان مین باہم کشمکش ہوتی ہے، تو تمام مسائل کے متعلق ایک عام نزاع قائم ہوجاتی ہی، اور یہی نزاع تمام تاریخی لڑائیون کا سبب بنجاتی ہی، اس لحاظ سے درحقیقت فاتحانہ لڑائیان، مذہبی لڑائیان، اور خاندان شاہی کی لڑائیان، کل کی کل قومی لڑائیان ہین،

(۱۰) مختلف الاصل افراد کے مجموعے سے کوئی مستقل قوم نہین بن سکتی یعنی ان مین کوئی مشترکہ قومی روح نہین پیدا ہوسکتی، البتہ ایک زمانہ دراز کے بعد جب انکی نسل مین اختلاط ہوجاتا ہے، ایک ہی آب وہوا مین انکو متحدہ طرز معاشرت کے ساتھ رہنے کا اتفاق ہوتا ہے، اور اون کے احساسات، فوائد، اور عقائد متحد ہوجاتے ہین، تو اس قسم کی روح پیدا ہوجاتی ہی،

(۱۱) متمدن قومون مین اصلی (یعنی فطرتی) قومیت کا وجود نہین پایا جاتا، بلکہ ان کی قومیت بالکل مصنوعی ہوتی ہی، جو تاریخی حالات سے پیدا ہوجاتی ہے،

(۱۲) آب وہوا، اور گرد وپیش کے حالات کا اثر صرف جدید قومون پر پڑتا ہے، یعنی ان سے صرف وہ قومین متاثر ہوتی ہین جن کا موروثی نظام اخلاق مختلف قومون کے اختلاط، اور باہمی توالد وتناسل سے درہم برہم ہوجاتا ہے، اسلیئے وراثت کو صرف وراثت ہی فنا کرسکتی ہی لیکن اگر کسی قوم کا نظام اخلاق اسقدر مستحکم بنیاد پر قائم ہو کہ یہ چیزین اوسکو جنبش نہ دیسکین تو آب وہوا کے تغیرات کا اثر اسکے درہم برہم کرنے مین بہت کم کامیاب ہوگا، بلکہ بعض اوقات قدیم قومین بالکل فنا ہوجاتی ہین، لیکن ان مین آب وہوا کا اثر کسی قسم کا تغیر نہین پیدا کرسکتا،

(۱۳) ہر قوم اوسیوقت ترقی کے معراج کمال پر پہونچ سکتی ہے، جب اوسکی متحدہ روح کا خمیر کامل طور پر پختہ ہوجائے، لیکن جب اس روح کا شیرازہ بکھر جاتا ہے، تو اس قوم پر زوال آجاتا ہی، اور اس روح کے فنا کرنے کا سب سے زیادہ موثر سبب قوم مین اجنبی عنصر کا

داخل ہوتا ہے،

(۱۴) انواع نفسیہ، انواع مادیہ کی طرح زمانے کے اثر سے متاثر ہوکر بوڑھی ہو جاتی ہین، اور پھر مرجاتی ہین، اونکی تولید مین اگرچہ ایک طویل زمانہ صرف ہوتا ہی لیکن اون کے زوال کے لیے ایک نہایت مختصر اور محدود مدت درکار ہوتی ہی، کیونکہ زوال کے لئے قوم کے اعضا و ارکان کا عملی اضطراب، کافی ہی، بلکہ اسکا ظہور کبھی کبھی فوری تباہی کی صورت مین ہوجاتا ہی، اس لئے ہر قوم مزاج عقلی کے استحکام کے لئے طویل زمانے کی محتاج ہوتی ہی، لیکن اوسکو نہایت قلیل مدت مین کھو دیتی ہے، اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ تمدنی ترقی کی منزل نہایت دور، اور اوس کے زوال کا راستہ نہایت قریب ہی،

(۱۵) اخلاق کے بعد تمدن پر سب سے زیادہ گہرا اثر اصول تمدن کا پڑتا ہے، لیکن انکا عمل بتدریج شروع ہوتا ہی یعنی وہ پہلے احساس بنتے ہین، پھر نظام اخلاق کے اجزا مین شامل ہوتے ہین، اور اخیر مین مسلمات عامہ مین داخل ہوکر دائرہ بحث و تنقید سے نکل جاتے ہین، ان مراحل کے طے کرنے کے بعد انکا نظام عمل مکمل ہوجاتا ہی، ہر تمدن کا سنگ بنیاد یہی مسلم الثبوت اصول ہوتے ہین، اور اون پر مدتون مین زوال آتا ہی،

ان اصول مین بھی اختلاف مدارج ہی چنانچہ تمام اصولون سے زیادہ تمدن پر مذہبی اصول کا اثر پڑتا ہی، اور تاریخ کے تمام عظیم الشان واقعات اختلاف مذاہب ہی کا نتیجہ ہین، اس لحاظ سے انسان کی تاریخ کا سلسلہ معبودون کے تاریخی سلسلہ سے ملا ہوا ہی، ان معبودون کو اگرچہ ہمارے ہی دماغ نے پیدا کیا ہی، تاہم ہماری زندگی پر انکا بڑا اثر ہی، یہانتک کہ صرف ان کے نام کے بدل دینے سے نظام عالم بدل جاتا ہی، ہر نئے معبود کا ظہور ہمیشہ نئے تمدن کا پیش خیمہ اور اون کا پردہ غیب مین چھپ جانا ہمیشہ قدیم تمدن کے زوال کا مقدمۃ الجیش ثابت ہوا ہے،

مولانا فیض الحسن سہارنپوری کا عربی کلام صفحہ ۸۲ عہ/

مولانا سید سلیمان ندوی

ارض القرآن جلد دوم، اقوام قرآن مین سے مدین اصحاب الایکہ، قوم ایوب، بنو اسمعیل، اصحاب الرس، اصحاب الحجر، بنو قیدار، انصار اور قریش کی تاریخ، اور عرب کی تجارت زبان اور مذہب پر تفصیلی مباحث ۱۵۴ صفحے قیمت ۱۲/

سیرۃ عائشہ رض، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کے احوال زندگی، قرون اولی کی خانہ جنگیون کے اصلی اسباب اور ام المومنین کے فضائل و مناقب اور ان کے اجتہادات و کمالات پر مفصل تبصرہ ضخامت ۳۵۲ صفحے قیمت عا/

لغات جدیدہ، چار ہزار جدید عربی الفاظ کی ڈکشنری ۸/

دروس الادب عربی کی پہلی ریڈر طبع سوم مع ترمیم ۲/

دوسری ریڈر طبع دوم ۴/

رسالہ اہل سنت والجماعت، فرقہ اہل سنت والجماعت کے اصولی عقاید کی تحقیق،

خلافت و ہندوستان، ابتدائے اسلام سے مسلمانان ہند کے باہمی تعلقات کی تاریخ، آثار فرامین شاہی اور سکون کے ذریعہ سے تشریح و تفصیل،

حیات امام مالک رح، امام مالک رح کی سوانح عمری اور اون کی موطائے حدیث پر تبصرہ، عہ/

بہادر خواتین اسلام یعنی خواتین اسلام کی جنگی اور بہادرانہ اخلاقی خدمات، ۴/

مولانا عبد السلام ندوی

اسوۂ صحابہ جلد اول، صحابہ کرام کے عقائد، عبادات اور اخلاق کے پاکیزہ واقعات مستند حوالون سے جن کو پڑھکر آپ کو معلوم ہوگا کہ اون کی زندگی کتاب و سنت کا عملی نمونہ تھی، ضخامت ۵۰۳ صفحات قیمت ہے/

اسوۂ صحابہ جلد دوم، جس سے یہ معلوم ہوگا کہ صحابہ کرام نے اسلام کی سیاسی، مذہبی اور علمی خدمات کس خلوص اور صداقت سے کین ضخامت ۵۴۰ صفحات قیمت للعہ/

مولوی عبد الباری ندوی

برکلے اور اوس کا فلسفہ، مشہور فلاسفر برکلے کے حالات زندگی اور اوس کے فلسفہ کی تشریح مجلد عا/ غیر مجلد عہ/

مبادی علم انسانی، مادیت کی تردید مین برکلے کی مشہور کتاب پرنسپلز آف ہیومن نالج کا نہایت فہمیدہ اور سنجیدہ ترجمہ مجلد عا/

مذہب و عقلیات، اس مین ثابت کیا گیا ہے کہ مذہب اور عقل مین تصادم کا امکان ہی نہین، ۶/

مولوی عبدالماجد بی اے

تاریخ اخلاق یورپ، لیکی کی مارل ہسٹری آف یورپ کا ترجمہ جس مین فلسفۂ اخلاق پر ضمنی مباحث کے علاوہ یورپ کی تدریجی اخلاقی رفتار کی تشریح کی ہے جلد اول سے جلد دوم عہ ر

مکالمات برکلے، برکلے کے ڈائلاکس کا ترجمہ قسم اول عہ ر

ایضاً قسم دوم عہ ر

مولوی محمد یونس فرنگی محلی

روح الاجتماع، موسیو لیبان کی کتاب جماعتہائے انسانی کے اصول نفسیہ کا اُردو ترجمہ یہ کتاب پنجاب اُردو آنرس کورس مین داخل کی گئی ہے ۲۳۴ صفحے، عا ر

متفرق کتابین

الاستدلال، اِس مین علم منطق کے اصول نہایت خوبی وعمدگی کے ساتھ سلیس زبان اور سہل طریقہ سے بیان کئے گئے ہین، ۲۰۱ صفحات، ے ر

الانسان، اِس مین اِنسان کے تمام قوائے نفسانی وجسمانی اور خصوصیات طبعی کی علمی تشریح کی گئی ہے ۲۱۲ صفحات قیمت عا ر

بیگمات بھوپال، مصوّر ومجلد، ے ر

گیارہ قصے، اخلاقی، معاشرتی، ومذہبی، ر

نعت پیمبر، عربی، فارسی، اُردو کی چند نعتیہ نظمون کا [illegible]

رموز فطرت، طبعیات، طبقات، ارض ہیئت، اور جغرافیہ طبعی کے ابتدائی مسائل عام فہم اور سلیس عبارت مین، قیمت عہ ر

اِنسان، علم خواص الاعضا کے ابتدائی مسائل سلیس و عام فہم زبان مین قیمت ۸ ر

حقائق اِسلام، اسلامی مسائل کی فلسفیانہ عقلی تشریح، قیمت، عا ر

تذکرۃ الحبیب، یعنی رسول اللہ صلعم کے اخلاق کا مفصل بیان، قیمت عہ ر

معارج الدین، جدید علم کلام پر ایک محققانہ تصنیف اور فلسفۂ جدید اور مذہب کی باہمی تطبیق پر بہترین تبصرہ، قیمت ۱۲ عہ ر

تاریخ صحف سماوی، توراۃ انجیل اور قرآن مجید کی جمع وترتیب کی تاریخ کا باہمی موازنہ اور مخالفین اِسلام کے اعتراضات دربارۂ جمع قرآن کا جواب قسم اوّل ۃ ر قسم دوم ے ر

شمع سخن، پروفیسر نواب علی کی اخلاقی، قومی اور فلسفیانہ نظمون کا مجموعہ، قیمت ۱ ر

حکمت عملی، قدیم وجدید فن اخلاق پر ایک پرمعلومات تصنیف قیمت ے ر

"منیجر"